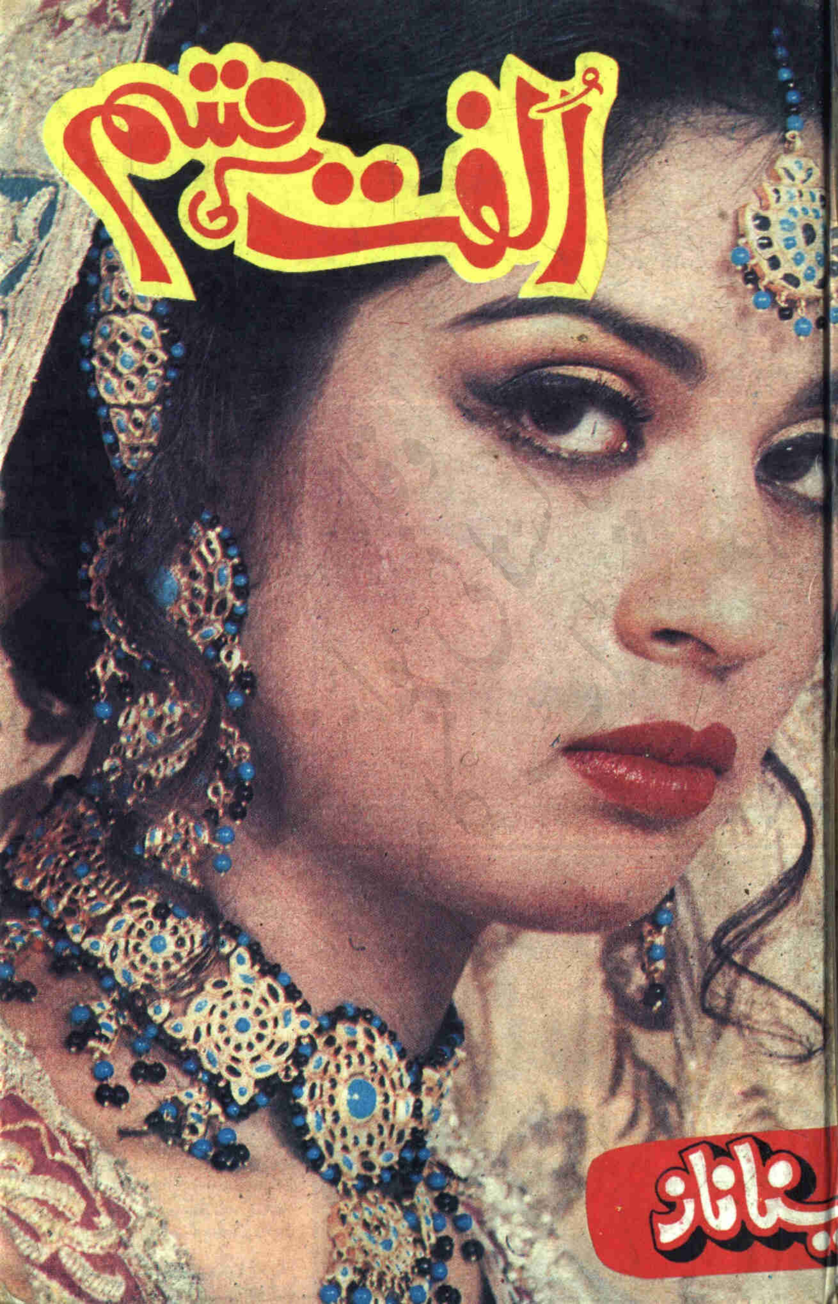

اُلفت کی قسم
ینا ناز

سرگوشی

مینا ناز کا ناول حاضر خدمت ہے جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ مینا ناز کی تحریر اس دور کی ضرورت بن گئی ہے۔ اور مینا جی آپ کی اس ضرورت کو ہر ماہ کسی نہ کسی رنگ میں پورا کرتے رہتے ہیں ماضی میں کچھ ناول مینا جی نے نا جی کے نام سے لکھے تھے جن میں عشق اک دیوانے کا۔ اک خواب گراں اور۔ تاج محل اور تیری الفت میں صنم شامل تھے۔ اب مینا جی ان ناولوں کو اپنے نام سے چھاپ رہے ہیں "الفت کی قسم" زندہ کرداروں پر لکھی گئی ایک خوبصورت کہانی ہے۔ اس قسم کی زیریلی، تحریروں پر صرف مینا جی کا ہی حق ہے اور وہی انہیں لکھ سکتے ہیں

مینا ناز اس دور کے ہی نہیں آنے والے دور کے بھی ادیب ہیں جن کی تحریروں سے پھوٹنے والی خوشبو ہر آنے والی نسل کے وجود میں اپنی مہک چھوڑتی رہے گی۔

آدارہ۔

انسان اگر فلاسفر ہے۔

تو زندگی کس قدر الجھی ہوئی ہے۔ جسے سلجھاتے سلجھاتے انسان موت کی وادی میں جا اترتا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی نہیں سلجھا پاتا۔

اور یہی زندگی بعض اوقات کتنی سستی اور ارزاں ہوتی ہے کہ منڈیوں میں بکنے والی جنس سے بھی کمتر ہو کر رہ جاتی ہے۔ کہ ہوا کے ایک ہلکے سے جھونکے سے ریت کے گھروندے کی مانند بکھر کر رہ جاتی ہے۔

زندگی ___ دھوکہ سہی ___ فریب سہی ___ کم سہی ___

مگر انسان اسے اپنانے کے لئے کس قدر خوش آئند اور کیف آگیں خواب دیکھ ڈالتا ہے۔

پھولوں کی تمنا کر ۔۔ نہیں کرتا

ستاروں پر کمند ڈال کر شفق کے راستوں پر کوئی اپنی تمناؤں اور جلتی ہوئی آرزوؤں کی افشاں بکھیر کر منزل تک نہیں پہنچا پاتا۔

ہر دل احساس کے نیم و نازک سنگدلوں تلے دبا دھڑک رہا ہے۔

اور ___ اس کے دل نے بھی ایک ایسی کہانی کو جنم دے ڈالا تھا۔ جس کے لئے اسے ہر لمحے۔ ہر گھڑی اور ہر ساعت مر مر کر جینا پڑا۔

وہ تھکے تھکے قدموں سے اور ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ لئے میرے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اور حسب معمول ہلکے سے مسکرا دیا۔

وہ میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر پشت سے ٹیک کر آنکھیں بند کر چکا تھا۔ میں نے ایک بھرپور نگاہ اس کے سراپے پر ڈالی۔ تو مجھے یوں محسوس ہوا۔ جیسے اپنے دوست کی بجائے کسی اجنبی صورت کو دیکھ رہا ہوں۔

اچانک اس نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا اور مجھے جو اپنے چہرے کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پایا۔ تو اس کے ہونٹ نیم وا ہو گئے۔ ایک زہریلی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر رقص کرتے ہوئے مٹ گئی۔

کیا دیکھ رہے ہو ___ ؟ وہ لہجے میں مریل پن لئے آہستہ سے بولا۔

تمہیں پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔

میں زیادہ دیر نہیں ٹھہروں گا ___ گھبراؤ نہیں ___ وہی ٹھٹھہ مارنے ایسا مخصوص انداز ___ جس سے میں ہمیشہ گڑبڑا جاتا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو ___ ؟ میں جھنجلا گیا۔

تھک گیا تھا ___ اور پھر بھٹکے ہوئے مسافروں کی منزل نہیں ہوتی۔

تمہارے شہر آیا تھا۔ اور پھر مجھے معلوم ہوا تھا تم ایک بہت بڑے کہانی کار چکے ہو۔ لہٰذا تمہیں ملنے چلا آیا۔

میں نے جب گھور کر اس کی طرف دیکھا تو وہ پھر ہلکے سے اپنے مخصوص انداز مسکرا دیا ___ اور بولا۔

" میں ایک کہانی لے کر آیا ہوں ___ "

کہانی ___ میں نے پھر اسے گھورا ___ کیونکہ وہ خود اس وقت سراپا کہانی نظر آ رہا تھا۔

ہاں ایک کہانی کار کے لئے ___ الفت کی کہانی لایا ہوں۔ تم الفت کو جانتے ہو نا۔

میں حوا کی ایسی بیٹیوں کو بھول جانے کا عادی ہوں۔ جو محبت جیسی رفیق شے کو اپنی حسن پرانی کا تقاضہ سمجھ کر پورا کرتی ہیں۔ اور جب وفا کے پھول چننے کا وقت آتا ہے تو مشرقی پن کا سہارا لے کر اپنا دامن بچا لیتی ہیں۔

شٹ اپ ___ وہ غرایا ___ لیکن میں محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اس

کی غراہٹ اپنے اندر مریل پن اور کھوکھلا پن لئے ہوئے تھی ۔

میرے خیال میں تم واقعی بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو غسل کرکے کچھ کھا پی لو ۔

ناز مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں ۔ صرف الفت کی کہانی سنو ۔ میر زندگی سانسوں کی ضمانت نہیں دے سکتی ۔ میں اس قدر چلا ہوں کہ موت کی دہلی تک آپہنچا ہوں ــــ اور ــــ اور ــــ اس نے یک لخت خاموش ہوکر اپ آنکھیں بند کرلیں ۔ اور ایک بار پھر کرسی کی پشت سے ٹک گیا ۔

ناز ــــ اس کے چہرے پر ماضی کے تند و تیز اور زہریلے تھپیڑوں کا ع دیکھ رہا تھا ۔ الیاس کے چہرے پر ایک لمحے کے اندر اندر کئی رنگ ابھر کر مٹ گ تھے ۔

ایک طویل سانس لینے کے بعد ناز نے اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا ۔ او آہستہ سے بولا ۔

شاید الفت الماس بن کر تمہارے دل کے تاج محل کو جگمگانے کی بجا تمہارے راستوں پر بے شمار سنگ ریزے بکھیر گئی ہے جس پر چلتے چلتے تم ایک کہ تک آپہنچے ہو ۔

شاید ایسا ہی ہو ــــ وہ آنکھیں بند کئے کئے کراہ اٹھا ۔

میں ایسی عشقیہ کہانی نہیں لکھتا ۔ ناز نے گرم لوہے پر ایک بھرپور ض

لگائی ۔

کیا ــــ ؟ وہ غرا کر یوں سیدھا ہوا جیسے میں نے اسے الفت کی موت کی خبر سنائی ہو ۔

میں عشقیہ کہانیاں نہیں لکھتا ۔ میرے پاگل اور دیوانے دوست ۔

تت ــــ تمہیں ــــ الفت کی کہانی لکھنا پڑے گی ــــ سمجھے ــــ الیاس ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے بولا ۔

اس کی بے وفائی کی کہانی ۔ ناز چبھتے ہوئے لہجے میں آہستگی سے بولا ۔

تنویر وفا کی کہانی لکھو ــــ یا ــــ کسی کرسٹین کلرک ۔

بس اتنا جان لو کہ الفت بھی ایک عورت تھی ــــ ایک ایسی عورت کہ اگر وہ چاہے تو کسی ریگستان میں میٹھا چشمہ بن کر مسافروں کی پیاس بجھا دے ۔

اور ــــ وہ ایک ایسی اینٹ بھی ہوتی ہے کہ مقدر چاہے تو اسے اٹھا کر مسجد کے محراب میں لگا دے ۔

یا ــــ پھر اگر اس کا مزاج بگڑ جائے تو اسے مسجد کے محراب سے اتار کر شراب خانے کی دہلیز پر جڑ دے ۔

بس تم اسے ایک عورت سمجھ لو ــــ پوری کہانی سننے سے پہلے کسی فیصلے پر مت پہنچو ۔ کیونکہ تم پورے حالات سے باخبر نہیں ہو ۔

لیکن میں الفت کی کہانی نہیں لکھنا چاہتا ــــ

کیوں ــــ؟ اس کی کشادہ پیشانی پر بے شمار سلوٹیں پڑ گئیں۔ اور آنکھ
یں ماند پڑتی ہوئی چمک میں یاس کے سائے سے سمٹ گئے۔

"میرے پاس اس کہانی کا کوئی انجام نہیں ــــ"

اوہ ــــ سنگ دل کہانی کار ــــ کیا تمہیں میرے چہرے پر کر
انجام کا تاثر نہیں مل رہا۔

"یہ انجام مجھے پسند نہیں ــــ

تمہاری پسند گئی جہنم میں، ــــ میں تمہارے پاس ایک ہزار میل د
سے پہنچا ہوں ــــ تمہیں یہ کہانی، ہر حالت میں لکھنا پڑے گی۔

نہیں میرے دوست ــــ اس قدر بھیانک انجام نہ لکھ سکوں

یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کیا ــــ؟

ناز نے جواب دینے کی بجائے بڑے کربناک انداز میں کرسی پر پہلو ب
اور الیاس ایک لمحہ کرسی چھوڑ کر اٹھ گیا۔ ایسے ہی جیسے کسی مردے کو ک
پہنا کر مجسمے کی صورت میں کھڑا کر دیا گیا ہو۔ اس کے ہونٹ بری طرح لرز
تھے۔ شائد شدت جذبات نے اس کی قوت گویائی ہی سلب کر لی تھی

ناز اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

یک لخت اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ اور پھر وہ یوں بولا۔ جیسے
کسی اندھے کنوئیں سے اس کی آواز ابھری ہو۔

وہ کہہ رہا تھا۔

اچھا کہانی کار میں جا رہا ہوں ــــ تم کہانی کو اس وقت تک نہ لکھ
ب تک میرا پیامبر تمہیں یہ نہ آکر کہے ــــ کہ وہ جو تیرا ایک دیوانہ دوست تھ
ہ خاک آج کسی نے اسے دبا دیا ــــ میرا انجام دیکھ کر اگر تمہاری آنکھیں
لک اٹھیں ــــ تو ان آنسوؤں کو بچا لینا ــــ کیونکہ وہ میری امانت ہوں گے
ر تم جب کہانی لکھو تو ان آنسوؤں کو اپنی تحریر میں ملا لینا۔

اتنا کہتے ہی وہ لڑکھڑا کر دروازے کی طرف بڑھا۔

ناز نے اسے یہ کہنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ــــ مگر وہ نہیں رکا۔

ایک ہلکے سے جھونکے کی مانند دروازے سے نکل کر دور جا چکا تھا۔

اوہ ــــ بدنصیب ــــ او ــــ میرے دیوانے دوست ــــ م
ــــ تمہاری کہانی نہیں لکھ سکوں گا۔

ناز درد کی لہروں میں تڑپ کر رہ گیا ــــ وہ اب بھی دروازے کے
تے ہوئے پردے کو دیکھے جا رہا تھا۔ جہاں سے الیاس گزر گیا تھا۔

تت ــــ تم تو کسی گہرے سوکھے تالاب کی گرد بن چکے ہو دوست
ں اس تمام گرد کو اپنی تحریر میں نہیں سمیٹ سکتا ــــ ناز نے بڑبڑا کر
کربناک انداز میں آنکھیں بند کر لیں ــــ

کمرے کی فضا بھی لرز کر رہ گئی تھی۔

الیاس جا چکا تھا۔

مگر ـــــ اپنے پیچھے ـــــ ایک کہانی کار ـــــ ایک دوست دل کو تڑپتا ہوا چھوڑ گیا تھا۔

نن ـــــ نہیں ـــــ میں تمہاری کہانی نہیں لکھ سکوں گا۔ وہ بکا بڑبڑا اٹھا ـــــ شاید ماضی کے دریچوں سے کوئی ورق پھڑپھڑا کر کھل گیا

وہ بڑی خوبصورت لڑکی تھی۔

اس کی بڑی بڑی بلوریں آنکھوں پر ریشمی جھالروں کا غلاف سایہ کیئے رہتا تھا۔

جب وہ ریشمی پردوں کے غلاف کو جھپکتی اور صراحی دار خوبصورت گردن کو ہلکا سا خم دیتی تو یونہی محسوس ہوتا جیسے ابھی قلقل کی آواز ابھر کر فضا کو مترنم میں بہا دے گا۔

سرخ و سفید رخساروں پر ہر لمحہ شفق پھوٹتی نظر آتی۔ جیسے چاند کی چاندنی اس کے رخساروں پر پھوٹنے والی شفق کی مرہون منت رہی ہو۔

آواز ـــــ کیا تھی ـــــ جیسے بے شمار سازوں کا تمام تر ترنم اس کی آواز میں سمٹ کر رہ گیا ہو۔ بس ایسے ہی محسوس ہوتا جیسے پہاڑوں کے جھرنوں سے گرتے

والے کسی آبشار نے چپکے سے سرگوشی کی ہو ــــ کہ دیکھو ــــ زندگی کی تمام تر رعنائیاں میرے سراپے میں ڈھل گئیں ہیں۔

یا ــــ جیسے کہہ رہی ہو ــــ کہ ــــ انسان کا وجود صرف میرا مرہون منت ہے۔ کیونکہ قدرت نے مجھے وجود میں لا کر کائنات کا بھرم رکھنا تھا

اس کے کانوں میں موتیوں کے ہلکے سے آویزے ہوا کی جنبش سے یوں کپکپاتے رہتے تھے۔ جیسے کسی کنواری دوشیزہ کے آنسو اپنے مقدس ہونے کا انسان کو احساس دلا رہے ہوں ــــ کہ ــــ دیکھو ــــ آسمان پر رہنے والے فرشتوں نے ہمارے مقدس ہونے کی قسمیں کھائی ہیں ــــ ہونہہ ــــ ہماری فطرت پرست بلبلا صرف صورت دیکھو ــــ آؤ اور اس دامن کو دیکھو۔ جو اگر نچوڑ دیں تو فرشتے تک وضو کر جائیں۔

ہاں وہ ایک ایسی ہی حسین ترین لڑکی تھی ــــ

نام الفت تھا ــــ

ایک متوسط گھرانے سے وابستہ تھی۔ اور اسی ہلکے پھلکے ماحول میں اس بچپن کو جوانی کے گلے ملتے دیکھا۔ اور جب کلی نے پھول بن کر بھرپور انگڑائی لی۔ تو اس دیوانے نے اپنے دل میں نامعلوم درد کی چبھن محسوس کی۔

وہ اسے دیکھ رہا تھا ــــ مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ اور اس کا دل احساس کی نرم و نازک دھڑکنوں پہ بہہ گیا۔

یہ الیاس تھا اس کی پھوپھی کا لڑکا۔

اے ــــ یوں میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو ــــ الفت نے جو الیاس کی نظروں کو بدلے پایا تو معصومیت سے استفسار کر بیٹھی

تنت ــــ تمہیں تھوڑی دیکھ رہا ہوں۔

"پھر کسے دیکھ رہے ہو ــــ"؟

اس پھول کو جو تمام تر رعنائیوں کے ساتھ کھلا ہے۔

"کیا مطلب ــــ؟ الفت نے حیرت سے ریشمی جھالروں کو جھپک کر استفسار کیا۔

اس پھول کی ایک ایک پنکھڑی پر ایک ایک تاج محل تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

"نجانے تم آج کیسی باتیں کر رہے ہو ــــ"؟

تمہیں حسین ہونے کا احساس دلا رہا ہوں۔

وہ الفت الیاس کے اس بے باک جملے پر شرما گئی۔ اس کے چہرے کے خوبصورت نقوش پر رنگوں کی برات پھیل گئی تھی۔ قوس قزح کے رنگ بکھر کر رہ گئے تھے۔

یہ تم دونوں کیا کوئی دھماکہ کرنے کی سوچ رہے ہو ــــ

اچانک ایک طرف سے شاہدہ نکل کر ان کے سامنے آگئی

شاہدہ الفت کی دوست تھی۔ ایک ایسی دوست جو الفت کی سانسوں کے

بھی قریب رہتی تھی ۔

الیاس فوری طور پر سنبھل گیا ۔ اور مسکرا کر بولا ۔

بعض انسان وقت سے پہلے پیدا ہو کر دوسروں کے لئے عذاب بن جاتے،

کیا مطلب ——؟ شاہد کی تیوریوں پر بل پڑ گئے ۔

یہ تمہارے آنے سے قبل بھی شاعری کر رہے تھے ۔ الفت ہنستی ہوئی بولی

شاعری —— شاہدہ نے یوں تھوک نگلا جیسے کوئی کڑوی کسیلی شے اس کے حلق سے زبردستی نیچے اتر گئی ہو ۔

پھر وہ دیدوں کو حرکت دے کر جلدی سے بولی ۔

میں نے سنا ہے کہ جب انسان شاعری کرنے کا سوچے تو اس کی آدھی عمر کو زنگ لگ جاتا ہے ۔ اور جب اسے کرنے پر تل جاتا ہے تو سمجھو کہ وہ موت کی دہلیز پر آ کھڑا ہوتا ہے ۔ اتنا کہنے کے بعد وہ عجیب سی نظروں سے الیاس کی طرف دیکھ کر بولی

کیوں مسٹر الیاس —— جناب کس اسٹیج پر ہیں ۔

اس اسٹیج پر جس کے آگے کوئی اسٹیج نہیں ۔ الیاس ہلکے سے مسکرایا ۔

خدا آپ پر رحم کرے ۔ کیوں الفت —— ؟

مجھے مت گھسیٹو ——

جو اکیلے اکیلے گھسی پڑی تھیں ۔ شاہدہ نے اس کے چٹکی لی ۔

خدا کی مار تجھ کمبخت پر —— زبان کے ساتھ ہاتھ بھی چلاتی ہو ۔

الفت تلملا کر بولی ۔

اور شاہدہ ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر تقریباً کھینچتے ہوئے ایک طرف لئے چلی گئی ۔

اور الیاس دل میں خوش آئندہ دھڑکنوں کا احساس لئے بڑبڑا رہا تھا ۔

تم جس چمن میں بھی کھلی ہو —— صرف ہمارے لئے ہی کھلی ہو ۔

تمہاری فرحت، خوشبو اور رعنائی پر صرف ہماری ہی سانسیں پہرہ دیں گی ۔

دوسری طرف شاہدہ الفت کو لئے ہوئے اس کے کمرے میں آ گئی اور کرسی پر اپنے آپ کو گراتے ہوئے بولی ۔

میں کافی دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ الیاس صاحب جب بھی یہاں آتے ہیں تمہارے ہی قریب رہنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

کیا تم بتا سکتی ہو اس کی وجہ کیا ہے ۔

الفت کے یاقوتی ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم لہرا گیا ۔

"او —— تو یہ بات ہے —" شاہدہ نے بڑی تیزی سے دیدوں کو حرکت دی

"کیا بات ہے ——؟" الفت مزید مسکرا کر گنگنائی ۔

"چل نکلی ہو ——"

"وضاحت کرو ——"

وضاحت اس بات کی کی جاتی ہے جو وضاحت طلب ہو ۔ اور جناب اس

خاکسار کو بے وقوف سمجھتی ہیں۔ تو تب بھی ذرہ نوازی ہے۔ ویسے یہ لکھ لو کہ ہم سے پردہ داری نہیں چلے گی۔ شاہدہ معنی خیز انداز میں بولی۔

مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

کیا ــــ؟

اپنی پسند کا اظہار کیا ہے ــــ

پھر تو وہ بجا طور پر شاعری کر رہا تھا۔ شاہدہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔ پھر یک بیک سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

چلو ٹھیک ہے پھوپھی لڑکا ہے۔ اس کا ہر وقت آنا جانا بھی ہے۔ لہذا تمہاری عشق بازی کی کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوگی۔

بکواس نہیں ــــ میں نے صرف پسند کا اظہار کیا ہے۔

کچھ بھی ہو۔ تم بھی اپنی پہ آ ہی گئی ہو۔ اور ویسے دیکھا جائے تو تم جیسی حسین ترین لڑکی اگر دس بارہ عشق نہ کرے تو اس کے حسن کی توہین ہے۔

شروع کر دی بکواس ــــ الفت برا سا منہ بنا کر بولی۔

یہ بکواس نہیں ــــ حقیقت ہے جان شاہدہ۔ کہ انسان وہی ہے جو اپنی شے سے بھرپور افادہ اٹھائے۔

بس ــــ خاموش ــــ تمہاری ان لچر قسم کی باتوں سے مجھے گھن آتی ہے۔

تم نے فرائڈ کو پڑھا ہے ــــ شاہدہ آنکھیں نکال کر بولی۔

کیا وہ اس قسم کی بکواس ہی لکھ گیا ہے۔

ہشت ــــ پڑھنے کی شے ہے۔ کہو تو یونیورسٹی سے کوئی کتاب لاؤں۔

الفت نے نہایت برا سا منہ بنایا۔ اور اپنے لہجے میں زور پیدا کر کے بولی۔

اندھے وہی نہیں ہوتے جو بینائی سے محروم ہوں۔ وہ بھی اندھے ہی ہوتے ہیں جو بصیرت سے محروم ہوں۔

برناڈ غریب کی مٹی کیوں پلید کرتی ہو۔ شاہدہ مسکرائی۔ پھر یک بیک لمک کر بولی۔

ذرا اپنے جملے کی وضاحت تو کرنا۔

اس سے پہلے کہ الفت کچھ کہتی اس کا چھوٹا بھائی اشفاق بھاگتے ہوئے [illegible]ے میں داخل ہوا۔

باجی ــــ باجی ــــ فلم دیکھنے چلو گی۔ وہ پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان [illegible]!

فلم ــــ الفت نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

الیاس بھائی جان دکھائیں گے۔ وہ معصومیت سے بولا۔

آہا ــــ شاہدہ نے قلقلاری ماری تو الفت نے اسے تیز نظروں سے گھور کر دیکھا۔ اور اشفاق سے بولی۔

- کون کون جا رہا ہے ـــــ؟

سب جا رہے ہیں ۔ میں بھی جا رہا ہوں ۔

لیکن میں نہیں جاؤں گی ۔ الفت مسکرا کر بولی ۔

" کیوں باجی ـــــ؟

بس ـــــ اب تم جاؤ ۔ بحث نہیں کیا کرتے ۔

اشفاق منہ بناتے ہوئے اور کنکھیوں سے شاہدہ کی طرف دیکھتے ہوئے باہر نکل گیا ۔ شاید اسے اب خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ پکچر کا پروگرام ملتوی نہ کر دیا جائے اس کے ننھے سے ذہن میں یہ بات تو بیٹھ چکی تھی ۔ کہ اگر باجی انکار کر دیں تو پھر پکچر دیکھنے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں ہوتا ۔ اور نہ ہی بھائی جان الیاس خود جاتے ہیں ۔ ایسا کیوں ہوتا ہے ۔ وہ اکثر سوچتا تھا ۔ لیکن اس کا چھوٹا سا ذہن اس گتھی کو سلجھا نہیں پاتا تھا ۔ کیونکہ دو چار دفعہ اس کے سامنے اس قسم کے واقعا ہو چکے تھے ۔ کہ پکچر کا پروگرام تھا ۔ سب تیار ہوتے اور عین وقت پر الفت کا م خراب ہوا اور پروگرام کا ستیاناس ہوگیا ۔

ادھر شاہدہ نے الفت کو گھور کر دیکھا ۔

کیوں ـــــ محترمہ ـــــ عشق جبیں سجدہ ریز ہونے کے لئے اسقد بے تاب تھی کہ اب جناب نے جذبات کے شیش محل میں آگ لگا دی ۔ آخ اس انکار کو کیا سمجھا جائے ۔

بس موڈ نہیں ـــــ الفت اپنا پہلو بچا گئی ۔

" کیا تم کھل کر گفتگو کر سکتی ہو ـــــ؟

" کس بارے میں ـــــ؟

" اپنے عشق پر ـــــ "

اس موضوع پر کبھی بھی اور کسی لمحے بھی گفتگو نہیں کر سکتی ۔

" کیوں ـــــ؟

منہ سے نکلی ہوئی بات ابھر جایا کرتی ہے ۔ اور پھر ۔

" کہو ـــــ کہو ـــــ

میں کہہ رہی تھی کہ تمہارے اور میرے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ زبردست تضاد ہے ۔ لہٰذا اس موضوع پر میں تم سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کر سکتی ۔

الفت ـــــ شاہدہ نے اسے بڑی سنجیدگی سے گھورا ۔ اور پھر ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بولی ۔

خیالات اور جذبات میں لاکھ تضاد سہی ۔ لیکن ہمارے جسموں میں روح ایک ہی ہے ۔ اب یہ علیحدہ بات ہے کہ قدرت نے ہمارے جسموں کو علیحدہ علیحدہ سانچوں میں ڈھال دیا ہو ۔ تمہیں اگر الیاس سے محبت ہے یا تم اسے اپنے لئے پسند کر چکی ہو تو ایک دوست سے پردہ داری کیسی ـــــ اور ......

زیادہ ——— تاؤمت کھاؤ جان الفت ——— الفت نے اس کے
جملے کو درمیان میں ہی اچک لیا۔ اور مسکرا کر بولی۔

محبت اور عشق اگر ایک لڑکی کی پسند کے نام ہیں تو مجھے انکار نہیں مگر
میں کسی بیماری اور مرض میں مبتلا نہیں

تمہارا مطلب ہے۔ اگر تمہیں تمہارے پسند نہ بھی مل سکے تو تمہیں کوئی
دکھ نہیں ہو گا۔

چھوڑو ان باتوں کو، کوئی اور بات کرو۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔
الفت نے اپنا دامن بچانے کے لئے موضوع کو بدل دینا ہی بہتر سمجھا۔ اس سے
قبل کہ شاہدہ اس سے کچھ کہتی۔ اس کی نظر الیاس پر پڑی۔ جو دروازے کے پٹ
کا سہارا لئے بڑے عجیب سی نظروں سے الفت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

آپ کیا ہمارا ساتھ نہیں دیں گی۔ وہ بڑے یاس بھرے لہجے میں اس
سے استفسار کر رہا تھا۔

کیا پکچر کا پروگرام ہے ——— ؟

" جی ہاں ——— !

ابھی تو کافی وقت ہے۔ الفت مسکرا کر بولی۔

الیاس کا کملایا ہوا چہرہ گلاب کی مانند کھل گیا۔ اور وہ بڑی آہستگی سے
سلگتی ہوئی نظروں سے الفت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

شکریہ ——— ! دل کے پھول ہمیشہ کھلتے رہیں۔

جی ——— ! الفت نے بڑے خوبصورت انداز میں حیرت سے پلکوں
کو دو تین بار جھپکا۔

جی ——— ! الیاس جواباً دل کی تمام تر گہرائیوں سے زیر لب مسکرایا۔ پھر
تیزی سے وہ باہر نکل گیا۔

شاہدہ کا دل ہی تو کٹ گیا۔ اسے ایسے ہی محسوس ہوا جیسے اس کا دل
کسی نے مسل کر رکھ دیا ہو۔ چہرے پر ابھر آنے والے کرب کے تاثرات کو
اس نے بڑی تیزی سے چھپایا۔ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر کر بولی۔

ماشاء اللہ کافی منزلیں طے کر چکا ہے ———۔

الفت کے گالوں پر شفق پھوٹ نکلی۔ وہ ہلکے سے مسکرائی تھی۔

اب تو اس کے ساتھ نہیں جائے گی۔ شاہدہ بڑے وزنی لہجہ میں دل کا چور
چھپاتے ہوئے بولی۔

" کیا مطلب ——— ؟

بچی ہو ابھی ——— شاہدہ اب بھی سنجیدہ تھی۔

الفت نے استہفامیہ انداز میں جب اسے گھورا تو شاہدہ بڑے ٹھوس لہجے
میں بولی۔

جب انسان اپنی پسند کی چیز کو جلد پالے تو اس کی قدر و قیمت

بہت جلد کھو دیتا ہے ۔ لہذا تم نے اگر اپنی محبت کی دوشیزگی کو برقرار رکھنا ہے تو اس کے اس قدر قریب نہ آؤ کہ وہ تمہاری اہمیت کو آہستہ آہستہ نظر انداز کرتا جائے ۔ کیونکہ یہ ایک انسانی فطرت ہے جس سے تم بھی شاید انکار نہ کر سکو ۔

اتنی لمبی چوڑی تقریر کا مطلب ۔۔۔ الفت الجھ کر بولی ۔

ساتھ جانے سے انکار کر دو ۔ جسقدر دور دور رہنے کی کوشش کرو گی وہ اتنی تیزی سے تمہاری طرف بڑھے گا ۔ اور اس کے دل میں تمہیں پا لینے کی خواہش میں بھی شدت پیدا ہوتی جائے گی ۔

الفت اس کی طرف بڑی عجیب سی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی ۔

اس نے ایک بار بڑے مضطربانہ انداز میں اپنی جگہ پہلو بدلا ۔

شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف شاہدہ کے مضبوط اور دل کو لگنے والے ٹھوس دلائل تھا اور دوسری طرف اس کے انکار سے الیاس کے دل پر گزرنے والی کیفیت ۔

شاہدہ نے اسے ایک عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا ۔

ایکبار اس نے تذبذب کے عالم میں شاہدہ کی طرف دیکھا ۔

اور شاہدہ ۔ لوہا گھلتے دیکھ کر مسکرائی اور بولی ۔

وہ تمہارا ہے ۔۔۔ اور تمہارا ہی رہے گا بس اپنی اہمیت کو اس کی

نظروں میں زنگ آلود مت ہونے دو ۔۔۔ "

اس کی طرف دیکھ کر مسکراؤ تو دل کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ مسکراؤ ۔ اس کی طرف دیکھو تو محبت کی بھرپور نگاہوں سے دیکھو ۔ تاکہ وہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے ایک سائے کی طرح تمہارے پیچھے بھاگتا رہے

بس ۔۔۔ بڑا عجیب و غریب فلسفہ ہے ۔

حکمت کہو ۔۔۔ فلسفہ مت کہو ۔۔۔ منزل تک پہنچنے کے لئے انسان کو جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا چاہیئے ۔

الفت نے ہونٹوں کو نیم دائرے کی شکل میں سکوڑ کر ایک طویل سانس لی اور بولی ۔

بہتر ۔۔۔ تمہارے چکر میں آ رہی ہوں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کارواں گزر جائے اور میں دامن میں دھول ہی سمیٹ کر رہ جاؤں ۔

ہشت ۔۔۔ اچھے منہ بری باتیں نہیں کیا کرتے ۔

تم ہوشیار پور کی رہنے والی ہو نا ۔۔۔ الفت اسے گھورتے ہوئے بولی ۔

پھر ۔۔۔ شاہدہ مسکرائی ۔

پھر یہی کہ ہوشیار پوری چکر تو نہیں ۔۔۔ "

خدا کی قسم ۔۔۔ کیا پٹنے کا ارادہ ہے ۔ شاہدہ نے اسے

سخت نظروں سے گھورا ۔
اور الفت اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ کر طویل سانس لے کر رہ گیا



اس نے اپنے پیسوں کا خون صرف اس لئے لیا تھا کہ چند لمحوں تک الفت کا اسے قرب حاصل رہتا تھا ۔ چند لمحات کی رفاقت اس کی زندگی تھی ۔ لہٰذا اس نے گھر کے سب افراد کو پکچر کی دعوت دیدی تھی ۔ اور جب سب تیار ہو گئے ۔ تو الیاس وقت کی کمی کی وجہ سے تیزی سے الفت کے کمرے کی طرف بڑھا تھا ۔ پھر جیسے ہی اس نے الفت کو اسی حالت میں بیٹھے پایا جس حالت میں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا تو اس کے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا ۔ جب وہ اس سے مخاطب ہوا تو اس کے انداز میں مرلی پن جھلک رہا تھا
آپ تیار نہیں ہوئیں ابھی ۔
شاہدہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تڑپ کر مٹ گئی ۔ وہ نیم وا

نظروں سے الیاس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ جیسے اندازہ کرنا چاہتی ہو کہ اس کے چھوڑے ہوئے تیر نے اسے کس قدر زخمی کیا ہے۔ اور وہ کس انداز سے تڑپ رہا ہے۔

کیا میرا جانا ضروری ہے ـــــ؟ الفت نظریں چراتے ہوئے بولی۔ نجانے وہ کیوں اپنے آپ کو ایک مجرم اور چور سی محسوس کر رہی تھی۔

"ضروری ـــــ" الیاس نے لفظ ضروری کو چبا کر بڑی بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔ اور بولا۔

آپ نے ساتھ چلنے کا وعدہ کیا تھا ـــــ

وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے۔ شاہدہ ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر کر معنی خیز انداز میں درمیان میں بول پڑی۔

مگر الیاس نے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ سمجھا۔ وہ اب بھی الفت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

الفت نے یک بیک اپنے آپ کو جانے کے لئے پینترا بدلا۔ اور بولی دراصل یہ محترمہ شاہدہ بن بلائے ٹپک پڑیں۔ جانے کا اب نام تک نہ لے رہی ہیں کہتی ہیں آٹھ بجے سے پہلے نہیں جا سکتی۔ کیونکہ گھر والوں کو کہہ کر آ ہوں۔ اس لئے محض اخلاقی طور پر مجھے اسے برداشت کرنا پڑا ـــــ اور...

یہ بھی ساتھ چل سکتی ہیں ـــــ الیاس تیزی سے بولا۔

جی شکریہ ـــــ! مجھے عشقیہ فلموں سے بڑی الجھن ہوتی ہے۔ شاہدہ تیزی سے دیدوں کو حرکت دے کر بولی۔

الیاس نے بڑی بے بسی سے ہونٹوں کو چبایا اور مرے مرے لہجے میں بولا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے دوسری بار آ کر آپ لوگوں کو ڈسٹرب کیا ہے۔ وہ اتنا کہتے ہوئے تیزی سے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

اور الفت ـــــ اس کا دل جیسے کسی نے ہلا کر رکھ دیا ہو۔

مم ـــــ میں جا رہی ہوں۔ وہ لرزتی ہوئی آواز میں کہتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

پاگل مت بنو ـــــ اگر انکار کر چکی ہو تو یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ اب تیار ہو کر اپنی اہمیت کھو دو ـــــ مر نہیں جائے گا وہ ـــــ پھر کبھی چلی جانا ـــــ اور دیکھا جائے تو تمہارا بہانہ نہایت معقول تھا۔ میزبان گھر آئے ہوئے مہمان کو نظر انداز نہیں کیا کرتے۔

تت ـــــ تم نے دیکھا ـــــ اس کی آنکھوں میں کتنی بے بسی تھی م ـــــ میرے انکار پر پورے سمندر کی اداسی اسکی نگاہوں میں سمٹ کر پیاس بن کر تڑپ اٹھی ہو۔

افسانوی کردار مت بنو ـــــ میں تمہاری دشمن نہیں ـــــ بیٹھ جاؤ۔

شاہدہ کے لہجے میں اس بار سختی نمایاں تھی۔

اف ــــ الفت نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اپنے آپ کو پھر کرسی پر گرا دیا۔ بڑی بے بسی اور کرب انگیز انداز میں وہ کراہ اٹھی تھی۔

کمرے کی فضا گھٹ گئی تھی۔ جیسے وہ خود بھی یاس کے سمندر میں اتر گئی ہو۔

امی کیا سوچیں گی ــــ؟ الفت نے لرزتی ہوئی نگاہوں سے شاہدہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات تھے جنھیں کوئی مفہوم نہیں دیا جا سکتا تھا۔

بہرحال وہ الفت کی رازدار سہیلی تھی۔ ایک ساتھ پڑھتی تھیں اور زیادہ تر وقت ساتھ ہی گزارتی تھیں۔

یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے الفت نے شاہدہ کے کہنے میں آ کر کوئی بہت بڑا جرم کیا ہو۔ اس کا ذہن بری طرح پراگندہ ہوا تھا۔

شاہدہ اس کی حالت اور چہرے پر ابھر ابھر کر مٹنے والے تاثرات کا بغور جائزہ لے رہی تھی۔

نجانے وہ کیا چاہتی تھی۔

اس کے چہرے پر اب تاثرات ایسے ہی تھے جیسے الفت کو وقتی طور پر شاک پہنچ کر بے حد محظوظ ہوئی ہو۔ اسے دلی طور پر ایک سکون اور راحت ملی ہو۔

جب الفت اپنے کمرے سے باہر نکلی تو اسے معلوم ہوا کہ گھر کے اندر کوئی بھی نہیں ہے۔ سب الیاس کے ساتھ پکچر دیکھنے جا چکے ہیں۔ اس کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی۔

تت ــــ تم شاید بھرم رکھنے کے لئے مجبوراً سب کو لے کر پکچر میں چلے گئے ہو۔ الفت بڑبڑائی۔

شاہدہ کچھ دیر قبل جا چکی تھی۔

الفت نے اس کے جانے کے بعد شاہدہ کی باتوں پر بڑی باریک بینی اور ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ تو اسے معلوم ہوا جیسے شاہدہ نے یہ سب کچھ اس کی بھلائی کے لئے کیا ہو۔

ٹھیک ہی تو ہے ــــ الیاس فطری طور پر ایسا ہی ہے۔ جیسا شاہدہ نے اسے بتایا تھا۔ گو کہ اسے کوئی خاص تجربہ نہیں تھا۔ لیکن وہ جوان تھی سمجھدار تھی۔ اسے شاہدہ کی باتوں میں خلوص اور محبت کی بو آتی تھی۔ اور وہ بھلا اس کا برا بھی کیونکر سوچ سکتی ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ اسے کوئی تجربہ حاصل ہے چنانچہ اس نے بھی تو کسی کو دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا۔

من چاہی منزل پانے کے لئے اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ مگر جس کو اس نے

چاہا۔ دن رات جس کی پرستش کی۔ جنون کی حد تک پوجا۔ دن رات اس کے خواب اپنی پلکوں پر سجائے۔

"مگر اسے کیا ملا ____"؟

"درد ____ تڑپ ____ جدائی ____ نامرادی ____ اور ____ شکست خوردگی کا زہر ____"

اس انسان نے جی بھر جانے کے بعد اسے بری طرح ٹھکرا دیا تھا۔

اصل وجہ کیا تھی ____ الفت نہیں جانتی تھی۔ اور نہ ہی شاہدہ نے کسی بات پر روشنی ڈالی تھی۔ ایک پردہ تھا جو دونوں کے درمیان حائل تھا۔

شاہدہ نے ایک دن اسے یہی بتایا تھا کہ ____ وہ اپنی منزل کھو چکی ہے۔

الفت نے اس وقت اسے بڑی حیرت سے دیکھا تھا کیونکہ شاہدہ نے اس سے اتنی بڑی بات ایک عام اور سرسری سے لہجے میں کہی تھی۔

اور شاہدہ اس وقت کھل کھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"میں نے ____" اس نے کہا تھا ____ "میں نے آرزوں تمناؤں اور جذبات کی ہر تصویر کو تھپک تھپک کر میٹھی نیند سلا دیا ہے۔ وہ سو گئے ہیں ایک گہری نیند ____ یا یوں سمجھو کہ میں نے انہیں موت کی نیند سلا دیا ہے لہٰذا اب ماتم کرنے سے مجھے کچھ نہیں ملے گا۔ سوائے اس بات کے کہ ذلت کے آخری اسٹیج سے ہوتی ہوئی موت کے جبڑوں میں اپنے آپ کو دے دوں۔

یہی وہ الفاظ تھے جو شاہدہ نے بڑی لاپرواہی سے الفت سے کہے تھے اور الفت اس وقت سوچ رہی تھی کہ شاہدہ ٹھیک ہی کہتی ہے۔ اسے مرد کی ذات کا ایک گہرا تجربہ ہے۔ اور وہ ٹھوکر کھا چکی ہے۔

اسی لئے مجھے محتاط رکھنا چاہتی ہے۔ تاکہ اس کی طرح نامراد نہ رہ جاؤں۔

مگر ____ یہ کیسا کھیل ہے کسی کو پانے کا کہ ہر موڑ پہ مرتے رہو۔ کس قدر اذیت ناک ناٹک ہوگا یہ کہ میں اسے پانا تو چاہتی ہوں مگر اسی انداز سے جیسے ایک بلی چوہے سے کھیلتی ہے۔

اف ____! الفت کا ذہن چیخ گیا۔ وہ داخلی دروازہ بند کرتے ہوئے اپنے کمرے میں واپس آگئی۔

پھر سوچوں اور خیالات کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جو ذہن کے دریچوں سے بہہ نکلا تھا۔

وقت گزرنے کا اسے احساس تک نہ ہوا۔ وہ اس وقت ہی چونکی تھی جب کمرے میں داخل ہو کر اشفاق نے ٹھاہ کا نعرہ بلند کیا تھا۔

"ارے تم لوگ آ گئے"۔ الفت چونک کر بولی۔

"باجی بڑی اچھی اور مزے دار فلم تھی ____ اور ____"

مہمان رخصت ہو گئے ____ یہ ایسا تھا جس نے ننھے اشفاق

کی بات کو درمیان میں ہی اچک کر الفت نے مخاطب کیا تھا۔

الفت بری طرح سٹپٹا گئی۔ اس نے بڑی جلدی اپنے آپ پر
قابو پا لیا۔ اور زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بولی۔

'پکچر کیسی رہی ____'؟

معلوم نہیں ____ بس آپ کی دوست کے بارے استفسار
کیا تھا کہ چلی گئی۔ الفت اس بار نظر بچا گئی۔

اچھی لڑکی ہے ____

جو خود اچھے ہوتے ہیں دوسروں کو بھی اچھا ہی سمجھتے ہیں۔

الفت اشفاق کو گود میں لیے بعد آہستہ سے بولی ____

الیاس مسکرا دیا ____ ایسے ہی جیسے اس نے اپنی دلکش مسکراہٹ کا خود
ہی خون کر ڈالا ہو۔ پھر وہ سرسری لہجے میں بولا۔ لیکن انداز بڑا بے جارحانہ تھا۔

الفت کیا تمہیں معلوم ہے کہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی تمام
زندگی دوسروں کو مسرتیں بخشنے کے لئے وقف کر چھوڑتے ہیں۔

وہ اچھے لوگ ہوتے ہوں گے۔ الفت مسکرائی اور اشفاق کے بالوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔

بیٹھیے کب تک یوں کھڑے رہیں گے۔ وہ مزید بولی

الیاس ایک کرسی سیدھی کرتے ہوئے بڑبڑایا۔

اگر تمہارے پہلو میں ____ تمہاری اس دلنشیں رفاقت میں کچھ لمحات

گزار لوں تو آج کی بوریت اور کوفت تو ضرور دور ہو سکتی ہے۔

کیا بڑبڑا رہے ہیں آپ ____ الفت کے استفسار پر الیاس چونکا
اور پھر نجانے کیوں مسکرا دیا۔

کیا یہ میری بات کا جواب تھا ____؟ الفت نے نگاہوں میں تیکھا پن
پیدا کرتے ہوئے استفسار کیا تو الیاس کے جذبات میں ہلچل سی برپا ہو گئی۔

شاید الفت شاہدہ کی باتوں پر پورا پورا عمل کرنے کا پروگرام بنا چکی تھی۔
یہی وجہ تھی کہ وہ الیاس کو اب یہ احساس دلا دینا چاہتی تھی کہ ہم بھی تمہارے
چاہنے والوں میں سے ہیں۔ مگر کچھ مجبوریاں بھی تو انسان کے لئے زنجیر بن جاتی
ہیں۔

اچانک اشفاق مچل کر الفت کی گود سے کود کر باہر آ گیا۔ اور برا سا
منہ بنا کر بولا۔

یہ آپ مجھے گدگدی کیوں کر رہی تھیں ____

چل بھاگ شریر کہیں کا۔ الفت نے اسے پیار سے ڈانٹ دیا۔

شاید اب وہ اسے کمرے سے نکال دینا چاہتی تھی۔ الیاس نے بھی اس بات کو
محسوس کر لیا۔ مگر وہ نہیں چاہتا تھا کہ اشفاق کے چلے جانے سے دونوں
کمرے میں تنہا بیٹھیں۔ گو کہ دونوں کو ایک جگہ تنہائی میں باتیں کرتے دیکھ کر
کوئی شک تک نہیں کر سکتا تھا۔ مگر وہ پھر بھی محتاط رہنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں

چاہتا تھا کہ وقت سے پہلے ہی کوئی ہنگامہ کھڑا کرے۔ نجانے ابھی اسے منزل تک پہنچنے کے لئے کتنے راستے طے کرنے تھے۔

اب ایاس نے الفت کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔ تو الفت کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ شاید وہ ایاس کی جھنجھلاہٹ آمیز نگاہوں کا مفہوم سمجھ گئی تھی۔

بڑے بزدل ہیں آپ ـــــ وہ عارضوں کے گلاب کھلاتے ہوئے گنگنائی۔

ایاس بھی جواباً مسکرا کر بولا ـــــ

شیر تو جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے۔ لیکن اپنی بے وقوفی سے انسانی ذہن کے سامنے شکست کھا کر اپنی طاقت کھو بیٹھتا ہے۔

کیا بات ہوئی ـــــ الفت ایک بار پھر زور سے ہنس پڑی۔

ایاس ہونقوں کی مانند اس کی مسکراہٹ کے پھول چنتا رہ گیا۔

دراصل ـــــ وہ ہلتے ہوئے بولی۔ شاہدہ لیٹ کر رہ گئی تھی اور اخلاقی طور پر مجبور ہو گئی۔ ورنہ آپ پکچر کا کہیں اور نہ جاؤں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ جبکہ مجھے آپ کے پیسے برباد ہونے کا دکھ بھی ہے۔ ـــــ

تیری نظروں کی تھکن تیری نگاہوں کا سکوت
درحقیقت کوئی رنگین شرارت ہی نہ ہو
میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں۔
وہ تبسم وہ تکلم تیری عادت ہی نہ ہو

جی ـــــ الفت نے بڑی تیزی سے پہلو بدلا۔ اشفاق کچھ دیر قبل کمرے سے جا چکا تھا۔

"ساحر کا شعر تھا ـــــ"

میں جانتی ہوں ـــــ مگر یہ کون سا موقع تھا اس شعر کا۔

اچھا شعر وقت اور موقع کا پابند نہیں ہوتا۔

عجیب انسان ہیں آپ ـــــ؟ الفت اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

جو کچھ بھی ہوں تمہارے سامنے ہوں۔ ایاس جذبات سے بھرپور آواز میں بولا۔

اچھی باتیں کرو ـــــ الفت نے اسے گھورا ـــــ

"کیا یہ بری باتیں ہیں ـــــ"؟

میں آج کا دن کبھی نہیں بھولوں گا ـــــ

اچھے دنوں کو انسان بطور یادگار سینے میں دفن کر لیتا ہے۔ تاکہ وقت آنے پر انہیں یاد کر کر کے رو تو سکے۔

"کیا مطلب ـــــ"؟

"مطلب ـــــ" الفت لفظ مطلب کو چباتے ہوئے تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

ایاس کو یوں محسوس ہوا جیسے آسمان کی بلندیوں پر تیرتے تیرتے اسے کسی نے زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا ہو۔

انسانی ذہن بھی عجیب شے ہے ۔
اپنی سوچوں کو غلط راستوں پر ڈال دے ۔ تو یوں مطمئن رہتا ہے ۔
جیسے اس سے بڑا مفکر اور مدبر انسان روئے زمین پر ملنا دشوار ہے ۔
اور جب وہ کسی کے ہاتھوں کٹھ پتلی کی طرح ناچتے ناچتے اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے تو پھر اس کا واپس لوٹ آنا بہت دشوار ہو جاتا ہے ۔
یہی حالت الفت کی تھی ۔
وہ الیاس کو دل و جان سے چاہتی تھی —— وہ دن رات اس کے خواب دیکھتی تھی ۔
الیاس جو اس کا محبوب تھا ——

جو ہر روز راتوں کی تنہائیوں میں در آتا تھا ۔
جس کے خواب ہر وقت اس کی پلکوں پر لرزتے رہتے تھے ۔ جسے وہ حاصل کرنے کے لئے جان کی بازی تک لگا دینا چاہتی تھی ۔
اور ——
وہ مطمئن تھی ——
ایسے ہی جیسے اس نے الیاس کو حاصل کر لیا ہو ۔
مگر وہ نجانے کیوں اپنے محبوب کو اپنی اہمیت غیر معمولی اہمیت کا احساس دلانے پر تلی ہوئی تھی ۔
اور یہ سب کچھ شاہدہ کے کہنے پر ہو رہا تھا ۔
دونوں ایک دوسرے کے قریب تھے ۔ کبھی یوں بھی محسوس ہوتا جیسے دونوں ایک دوسرے کی سانسوں کے قریب آ گئے ہوں ۔
اور ——
کبھی یوں محسوس ہوتا جیسے دونوں کے درمیان بہت ہی طویل سا فاصلہ ہو —— لامحدود فاصلہ —— جو ایک ناقابل تسخیر چٹان بن کر دونوں کے درمیان حائل ہو گیا ہو ۔
الیاس اسے سمجھنے کی ہر لمحہ کوشش کرتا
مگر وہ تو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہتی تھی ۔

اس وقت الیاس اسے اپنے ساتھ باہر لے جانے میں کامیاب ہو
گیا تھا۔ اور وہ دونوں راہل پارک کے ایک خوبصورت بنچ پر بیٹھے قدرت
کی رعنائیوں سے محظوظ ہو رہے تھے۔

الیاس جو کافی دیر سے اس کی غیر معمولی طور پر پھیلی ہوئی خوبصورت
آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"الفت ——"

"ہوں ——"

"تم کیا ہو ——؟"

"الفت ہوں ——"

الیاس نے اس کے سرخ و سپید رخساروں سے پھوٹنے والی
شفق کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نجانے کیوں سوچتا ہوں کہ تمہارے قریب ہونے کے با
بھی بہت دور ہوں —— اس قدر دور کہ اگر تمہارا تصور بھی کرنا چا
تو میرے لئے ایک گناہ بن جائے ——"

کسی کی سوچوں پر میں پہرہ تو نہیں دے سکتی —— وہ ایک شا
بے نیازی سے یوں گنگنائی۔ کہ الیاس نے جلدی سے آنکھیں بند کر لی
اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے الفت کی دلفریب گنگناہٹ میں بلبلوں

کھنک موجود ہو —— اور کسی نے رباب پر دھیرے سے انگلیاں
رکھ دی ہوں۔

تم مجھ سے بہت قریب ہو کر بھی بہت دور ہو۔ ہاں مجھے
بعض اوقات یونہی محسوس ہوتا ہے جیسے ہم دونوں کے درمیان زمین اور
آسمان کا فاصلہ حائل ہو گیا ہو۔ اور میں اندھیروں اور ویرانوں میں بھٹکتا
پھر رہا ہوں۔

اس وقت تو یہیں ہیں نا آپ —— الفت شرارت آمیز
انداز میں گنگنائی۔ اور الیاس اس کی کھنکتی ہوئی آواز پر یوں چونک پڑا
جیسے واقعی وہ خلاؤں میں بھٹکتے ہوئے واپس لوٹا ہو۔

"الفت ——"

"فرمایئے ——"

کہیں گزرے ہوئے کارواں کی گرد بنا کر تو نہیں چھوڑ جاؤ گی۔

مقدرات اٹل ہوتے ہیں —— اور انسان کبھی بھی قدرت کی فطرت
کو نہیں پا سکتا۔

لگ —— کیا کہہ رہی ہو ——؟ وہ اس کے ذہن اور فلسفیانہ
جملے کو سن کر تڑپ گیا۔

کسی کتاب میں یہ جملہ پڑھا تھا۔ الفت دھیرے سے مسکرائی۔

آخر تم کھل کر اقرار کیوں نہیں کر لیتی۔

"کس بات کا ___ ؟"

میرے جنون اور دیوانگی کی حدود کو چھو جانے والی چاہت کا۔

تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔ وہ مخمور انداز میں گنگنائی۔

ایک بار پھر کہو ___ الیاس اس کی جھیل کی مانند گہری گہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"اچھے لگتے ہو۔ ___"

"دل سے کہہ رہی ہو نا ___"

ابھی اس نامراد کی دھڑکنوں پر میں نے کوئی گیت نہیں گایا۔

"الفت ___"

اللہ قسم بہت اچھے لگتے ہو۔ وہ اتنا کہتے ہوئے کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

اور الیاس اس کی طرف دیکھتا رہ گیا ___ اپنی زندگی کی ایک حسین تصویر کو ___ ایک دلفریب اور خوش آئند خواب کو۔

جو قہقہے بھرتی ہوئی نرم نرم گھاس کو اپنے قدموں تلے روندتے ہوئے پھولوں کی گیلری کی طرف بڑھتے جا رہی تھی۔

یہ پھول دیکھ رہے ہو ___ وہ گلاب کے پھول پر جھکتے ہوئے سے گنگنائی۔ الیاس اس کے قریب اکھڑا ہوا تھا۔

جس پھول کو میں دیکھ رہا ہوں اس کے آگے اس پورے چمن کے پھولوں کی فرحت خوشبو اور رعنائی پھیکی ہے۔ وہ جذبات کے سلگتے ہوئے دھارے پر بہہ گیا۔

ایک لمحے الفت نے نجانے کیوں سر کو خفیف سا جھٹکا دیتے ہوئے رعونت سے بھرپور انداز میں اپنے چاروں طرف دیکھا۔ اور نہایت ہی لاپرواہی سے بولی۔

چمن میں کھلے ہوئے پھولوں میں کچھ پھول ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں انسان بے پناہ چاہتا ہے۔ مجھے یہ گلاب پسند ہے۔ اگر کوئی بھنورا اسے پتی پتی ہو کر بکھرنے پر مجبور نہ کرے۔

الیاس کے ذہن کو ایک شدید جھٹکے سے دوچار ہونا پڑا۔

چوٹ براہِ راست کی گئی تھی۔ اور وہ محبوب کی سوچوں کے انداز پر پورے وجود کے ساتھ جل اٹھا۔ اس نے تڑپتی ہوئی نظروں کے درمیان تنویر وفا کی طرف دیکھا تھا۔ جس کی پرستش کے لئے وہ سجدہ ریز ہو گیا تھا۔ اور محبت کو خدا جانتے ہوئے دیوانگی کی حد کو چھو گیا تھا۔ اور اس وقت الفت کی سوچ کا انداز دیکھ کر تڑپ کر بولا۔

میری طرف دیکھو ___ لہجے میں بے پناہ سسک تھی۔

پھر جونہی الفت نے شانوں پر بکھرے ہوئے بالوں کو جھٹک کر بہا
ہی کافرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ تو الیاس جذبات حدت میں جا
ہوئے کراہ کر بولا ۔

میرے سپنے میرے اپنے ہیں ۔

میرے خواب مریم کے تقدس کی طرح مقدس اور پاکیزہ ہیں ۔
جن پر کسی کا پہرہ نہیں ۔ جو صرف اور صرف میرے پابند ہیں ۔ جو میری
محبت ، چاہت کے حصار میں ڈوبے ہوئے ہیں ۔

الفت ـــــ وہ پورے سمندر کی اوس نگاہوں میں بھر کر کہا
تم اگر نظریں چرا بھی جاؤ گی تو یہ تمہیں حق ہے ۔ عورت ہونا ۔
مشرقی پن کی آڑ سے جاؤ گی ۔ لیکن میں اپنے خوابوں کے سینکڑوں
محل تعمیر کرنے پر تل چکا ہوں ۔ اور آج تم اس چوہے بلی کے کھیل کو ایک
طرف رکھ کر میرے ارادوں کی گہرائی کو ناپ لو اور یقین کر لو کہ اگر تم نے
وفا پر کبھی شک کیا تو میں کسی کھلونے کی مانند یوں بکھروں گا کہ تم پھر لاکھ کوشش
کے باوجود بھی اسے نہ جوڑ سکو گی ۔

اور اگر تم اس محبت کو جوانی کا کوئی حسین نقاضہ سمجھ کر پورا کر رہی
ہو تو یقین کر لو الفت ـــــ میرا نام عشق ہے ـــــ
ہوس نہیں ـــــ محبت ہے ـــــ کھیل نہیں ـــــ میں

اگر زندگی میں حاصل نہ کر سکا تو مرنے کے بعد صرف اپنا بنا جاؤں گا جذبے
صادق ہوں تو چٹانیں اپنی جگہ چھوڑ کر ہٹ جائیں گی ۔ تم تو لڑکی ہو ، جذبات
کی ایک حسین مورتی ۔ پھر تمہارے عشق جیسے جذبے کے سامنے کیا وقعت
کہ پگھل تک نہ سکو ۔ اتنا کہتے ہی الیاس نے جذبات کی شدت سے
لرزتے ہوئے وجود کے درمیان اس کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اور نہایت ہی آہستگی
سے اسے دباتے ہوئے بولا ۔

نت ـــــ تم تو میرے لئے ایسا مقدس ہیرا ہو جسے کسی مسجد
کے محراب میں جڑ کر پوجا تو جا سکتا ہے لیکن ہمیں کوئی آوارہ حسین پھول
سمجھ کر پتی پتی کر کے بکھیرا نہیں جا سکتا ۔ اپنے خیالات بدل دو الفت
میں اپنی چاہت کے مزار پر عقیدت کے پھولوں کی چادر چاہتا ہوں ۔
دکھوں کی تہیں نہیں ۔

الفت جو کافی دیر سے ضبط کئے ہوئے تھی بے ساختہ اپنا ہاتھ
اس کے ہونٹوں پہ رکھتے ہوئے بولی ۔

خدا کے لئے بس کرو ـــــ مر جاؤں گی ـــــ مجھے کبھی بھی
تمہاری نیت اور محبت پر شک نہیں ہوا ۔ وہ تو بس ـــــ وہ تو میں
یونہی ـــــ بس یونہی ـــــ نجانے کیا بک گئی تھی ـــــ

تمہاری یہ منطق کسی دن ہماری جان لے گی ۔ الیاس کی آواز

شدت جذبات سے کانپ رہی تھی۔

فضا الفت کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے شبنم کے قطروں لیسے آنسوؤں سے نم آلود تھی۔ اور چمن کا پتہ پتہ بوٹا بوٹا یاس کے سمندر میں اتر گیا تھا۔

اللہ نہ کرے۔ الفت سسک کر اس کے سینے سے آلگی۔ اس سے قبل کہ پلکوں سے ستارے لوٹ کر بکھرتے الیاس نے انہیں مقدس جان کر جذب کر لیا۔

یہ محبت ـــــ الیاس کو پاگل کر دینے کے لئے کافی تھی۔ وہ سرشار تھا۔ ستاروں پر کمند ڈال کر اس نے اپنے دامن میں خوش آئند مستقبل کے خوابوں کی افشاں بھر لی تھی۔

وہ شاہدہ کی ہر نصیحت فراموش کر چکی تھی۔ ضبط کرتے کرتے جذبات کو محبت کے شعلوں نے جس انداز سے ہوا دے کر بھڑکا دیا تھا اب وہ اس میں پوری طرح جل کر راکھ ہو جانا چاہتی تھی۔ اس سے اپنے محبوب کے ساتھ دوہرا ڈرامہ نہیں کھیلا جا رہا تھا۔

الیاس کے سینے سے لگی وہ شدت جذبات سے کانپ رہی تھی۔

اور الیاس اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں سے اس کی سیاہ گھٹاؤں میں شانہ کرتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

کچھ بازیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ انسان کی جیت ہار میں مخفی ہوتی ہے۔ شائد وہ مزید کچھ کہتا کہ دور پارک کے کسی حصے سے ریکارڈنگ کی آواز ابھری۔ ساز کی لے کے ساتھ ہی درد میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

ے زندگی میں تو سبھی پیار کیا کرتے ہیں۔
میں تو مر کر بھی میری جان تجھے چاہوں گا۔

سنا تم نے الفت ـــــ الیاس کی سرگوشی میں بے پناہ تڑپ موجود تھی۔ یہ میرے دل کی آواز ہے۔

مم ـــــ میرے دل نے بھی دھڑکنا تمہیں دیکھ کر سیکھا ہے الیاس۔

سچ ـــــ الیاس کی آواز جذبات سے بھرپور تھی۔

تم سے الگ رہ کر جینے کا تصور بھی میری موت ہے۔

ایک بار پھر کہو ـــــ

بس یقین کر لو۔ الفت کی سرگوشی میں ایک عزم نمایاں تھا۔

تو پھر کل امی کو ماموں جان کے ہاں بھیج دوں۔

کیوں ـــــ ؟

تاکہ وہ تمہیں ان سے میرے لئے ہمیشہ کے لئے مانگ لیں۔

الفت نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹوں کو جنبش دینا ہی چاہی تھی۔ قریب آتے ہوئے کسی کے پاؤں کی چاپ سن کر یک بیک الیاس سے الگ

ہوگئی۔ خوفزدہ ہرنی کی مانند اس نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر اسے وہ ہستی نظر آگئی جس کی وجہ سے اسے محبوب کے سینے سے الگ ہونا پڑا تھا۔ سامنے بنچ کے قریب سے ایک لڑکی گزر رہی تھی۔ دونوں کی نگاہیں ملیں۔ اور اجنبی لڑکی مسکرا کر یوں آگے بڑھ گئی جیسے الفت سے کہہ گئی ہو

سب ٹھیک ہے ـــــ محبت کے مزاروں کے لئے پھول چنتی رہو۔

آؤ سامنے پہاڑی کے دامن میں چل کر بیٹھیں ـــــ

الفت نے مخمور نگاہوں سے الیاس کی طرف کچھ اس طرح دیکھا کہ الیاس دل پر ہاتھ رکھ کر رہ گیا۔ یہی تو وہ قاتل انداز تھا جس نے اسے پوری طرح برباد کر رکھا تھا۔

چچ ـــ چلو ـــ وہ تھوک نگل کر یوں بولا۔ جیسے آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی ہو۔

اور وہ شرماتے شرماتے اپنے آپ کو سمیٹے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔ بوجھل بوجھل سے قدم جیسے نشہ کی حالت میں لڑکھڑا رہے ہوں۔

آج وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی شرما رہی تھی۔ شائد اسے اس بات کا بڑی شدت سے احساس ہوا تھا کہ وہ شکست کھا کر اپنے محبوب کے سینے پر سر رکھے کافی دیر کھڑی رہی ہے۔ یہی بات رہی ہوگی۔ ورنہ الفت جیسی لڑکی کا یوں شرمانا اور بار بار جھینپنا کیا معنی رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ تو ایسی لڑکی

تھی۔ جو محبت جیسی بازی کو بھی اپنے جارحانہ انداز میں جیتنا چاہتی تھی۔

الیاس نے جب اسے اس قدر خاموش دیکھا تو آہستہ سے بولا۔

کوئٹہ جانے سے قبل میں اس معاملے کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ الفت نے نہایت خاموشی سے استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور الیاس نے ایک بار پھر جرأت کرتے ہوئے الفت کے تپتے ہوئے رخساروں کو اپنے ہاتھوں کے حصار میں لے لیا۔ پھر اس کی کنول ایسی آنکھوں میں براہ راست جھانکتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں بولا۔

موم کی مونا لیزا ـــــ تم صرف میرے لئے پیدا ہوئی ہے۔ خالق نے تمہارے وجود کو صرف اور صرف میرے لئے تخلیق کیا ہے اور میں نے بھی خالق کی اس تخلیق کا بھرم رکھ لیا ہے۔ کیوں مونا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔

مونا ـــــ الفت کی آنکھوں میں شوخ سی تحریر لہرائی۔

ہاں ـــ مونا ـــ موم کی مونالیزا ـــــ

دیوانے ہو گئے ہو ـــــ

الیاس نے ہلکے سے جھٹکے سے اسے پھر اپنے سینے سے لگا لیا مگر الفت پھسل کر الگ ہٹ گئی۔ اور بولی۔

سائے پھیل رہے ہیں ـــــ

"پھیلنے دو ـــــ" الیاس کی آواز میں تڑپ تھی۔

اندھیرا بڑھ رہا ہے۔ الفت نے اسے وقت کی اہمیت کا احساس دلایا۔

سحر بھی تو ہوگی۔ وہ تپش عشق میں جل کر بولا۔

"سنبھل جاؤ ـــــ" الفت کی آواز میں کھنک تھی۔

"سہارا دیدو ـــــ"

سہاروں پہ جینے والے ڈوب جایا کرتے ہیں۔ الفت مسکرائی۔

ذوق یقین کامل ہو تو ڈوبنے کا خطرہ نہیں رہتا۔

بڑے مضبوط اور خطرناک ارادے ہیں۔

بوڑھا دینو بھی یہی کہتا ہے۔

"کون ـــــ؟ بوڑھا دینو ـــــ"

میرا ملازم ـــــ کوئٹہ میں جو بنگلہ مجھے ملا ہوا ہے وہ وہیں رہتا ہے

اس نے بھی جوانی میں کوئی تیر مارا ہوگا ـــــ

ہر انسان عشق کی مٹی سے تخلیق ہوا ہے ـــــ

بڑا اچھا فلسفہ ہے ـــــ

نظام قدرت کا مذاق اڑا رہی ہو ـــــ

خدا نہ کرے الفت آنکھیں میچ کر مسکرائی۔ اور الیاس اس کی مسکراہٹ کی خوشبو میں لپٹتا چلا گیا۔

بات بگڑی تو کسی کے لئے ذلت اور رسوائی کا باعث بن گئی۔

ایک بیٹے نے ایک ماں کی عظمت اور خودداری کے بھرم کو پاش پاش کر دیا تھا۔

"اور ـــــ

وہی ماں ـــــ اس وقت مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اور شاہ بیگم جو الفت کی والدہ تھیں بھری نفرت بھری نظروں سے اس عورت کی طرف دیکھ رہی تھیں جسے الیاس جیسے بیٹے کی ماں ہونے کا شرف حاصل تھا۔

سنا آپ نے ـــــ شاہ بیگم غصے کی شدت سے تپتے ہوئے

چہرے کے درمیان پھپکار کر اپنے خاوند کی طرف پلٹی۔

بہرہ نہیں ہوں ـــــ سن رہا ہوں۔ لڑکی کا باپ ہونا بھی کس قدر غذاب ہے۔ الفت کے باپ یوسف نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

تو پھر آپ اپنی اس بہن کو خود ہی جواب کیوں نہیں دیتے۔ شاد بیگم جو غصے سے بھری بیٹھی تھیں جھنجھلا کر بولیں۔

یوسف نے سر کو یوں خم دیا جیسے اس بات کے لئے پہلے ہی کافی دیر سے اپنے آپ کو آمادہ کر رہا ہو۔ بالآخر وہ بولا۔

آخر آپ نے ہمیں اس قدر غلیظ گالی کیوں دی ہے باجی۔

گالی ـــــ ہاجرہ بیگم بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑائی۔ اور بولی۔ میں نے تو کوئی گالی نہیں دی۔

یہ گالی نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ آپ نے کھلے الفاظ میں الفت پر الزام لگایا ہے۔

نہیں یوسف ـــــ بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے الزام نہیں لگایا۔ بلکہ ایک حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ یہی کہ الفت اور الیاس ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ پھر کیوں نہ دونوں کی خوشیوں کو خیال کرتے ہوئے ان کے رشتے مستقبل کی ضمانت بن جائیں۔

یعنی پھر ہماری بیٹی بازاری قسم کا عشق کرتی پھر رہی ہے۔

شاد بیگم خاوند کے بولنے سے پہلے ہی بھڑک اٹھی۔

خدا نہ کرے ـــــ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔ ہاجرہ بیگم بوکھلا کر بولی۔

اور کیا اب کوئی کسر باقی ہے۔ یا پوری برادری میں ہمیں ذلیل و خوار کرنا چاہتی ہو۔

تم چپ رہو بیگم ـــــ مجھے بات کرنے دو ـــــ یوسف جھنجھلا کر بولا۔

یہ اپنوں کا حال ہے ـــــ شاد بیگم ماتھے پر دو ہتھڑ مار کر بولی۔

ہاجرہ بیگم کا تو جیسے پورے وجود کا خون ہی خشک ہو گیا ہو۔

وہ بھائی کی طرف بڑی مترحم نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ نہیں سمجھ رہی تھی کہ آخر اس نے کیا ایسی بات کہہ دی ہے جس پر اس قدر ہنگامہ بپا ہو گیا۔ جس پر یہ دونوں اسے ذلیل کرنے پر تل گئے۔

سنو باجی ـــــ! یوسف ہاجرہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے تیکھے لہجے میں بولا۔

ہماری بیٹی کے بارے کبھی اس قسم کا تصور بھی نہ کرنا۔

اور اپنے بیٹے ـــــ اتنا کہہ کر نجانے وہ کیوں خاموش ہو گیا۔

ہاجرہ بیگم کو تو یونہی محسوس ہوا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ اپنے بیٹے

سے کہہ دینا کہ تم اس قابل نہیں ہو۔ اگر ہماری محبت، ہمارے بے پناہ شفق کا بھی اس کے پاس بدل تھا تو ہم ان دونوں چیزوں پر اور رشتہ داری پر لعنت بھیجتے ہیں۔

ہاجرہ بیگم کا وجود خشک پتے کی مانند لرز رہ گیا۔

اس سے کہہ دینا کہ کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرے۔ شاہ بیگم بپھر کر بولی۔

میں نے سنا نہ دیکھا۔ ہاجرہ بیگم کرب ناک انداز میں پہلو بدل کر بولی کہ بہنیں بھائیوں کے گھر سے یوں ذلیل ہو کر نکالی گئی ہوں۔ اور اگر تم لوگ خونی رشتوں کے بندھن نظر انداز بھی کر دو۔ تو تب بھی آپ لوگوں کو کسی گھر آئے ہوئے سوالی کو یوں حقارت اور نفرت سے نہیں دھتکارنا چاہئے بیٹیاں تو ہوتی ہی پرانا دھن ہیں۔ آخر کہیں نہ کہیں تو۔

چپ رہو باجی ___ اس سے قبل اب مجھے یہ بھی کہنا پڑ جائے کہ یہاں سے چلی جاؤ۔ عزت اسی میں ہے کہ خاموشی سے اٹھ جاؤ۔

یوسف ___ ہاجرہ بیگم تلملا کر بولی۔ کیا تم دونوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ جو اس قدر الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔

یوسف ایک تیز جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کر باہر نکل گیا۔

اور ہاجرہ بیگم جیسے منوں مٹی تلے دب کر دفن ہو کر رہ گئی ہو۔

کرنے سے باہر نکلتے وقت وہ یوں محسوس کر رہی تھی جیسے چند لمحوں کے اندر اندر بہت بوڑھی ہو گئی ہو۔

بس ایک ہی جملہ ان کے ذہن کو ہلائے دے رہا تھا۔

کہ وہ اپنے اس دیوانے بیٹے کو کیا جواب دے گی جو اس کی بڑی شدت سے انتظار کرتے ہوئے راہ دیکھ رہا ہوگا۔

کتنے یقین سے اس نے کہا تھا کہ ___ امی ___ جاؤ ___ الفت کو اپنے بیٹے کے لئے مانگ لاؤ۔

جاؤ اس الفت کو آج جا کر اپنے بیٹے کی دلہن بنا لو۔ جس نے مدتوں سے صرف ایک ہی خواب دیکھا ہے۔ اس الفت کا خواب جو اس کے سینے میں دھڑکتے ہوئے دل نے جیسے تخلیق کیا تھا۔

ہاں ___ وہ اس دیوانے کو کیا جواب دے گی۔

حیرت تھی اس عظیم ماں پر۔ جسے اپنے بھائی گھر سے ملی ہوئی ذلت اور رسوائی کا ملال تک نہیں تھا۔

مگر ناکامی کا داغ لے کر بیٹے کے سامنے جانے سے خوفزدہ تھی۔

کیونکہ وہ ماں اپنے بیٹے کی فطرت سے بخوبی واقف تھی۔

شاید وہ جانتی تھی کہ اس کے بیٹے نے دن رات الفت کی چاہت کے پھول چنے ہیں۔

مگر آج ان چاہت سے پھولوں میں زہر بھر دیا گیا تھا۔

ایک بھائی کے گھر سے وہ کس قدر ذلیل ہو کر نکلی تھی۔

وہ اپنی بیٹی کوثر کا سہارا لے کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بھائی
گھر کو بہت دور پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

سنبھل کر چلو امی۔ کوثر ماں کی حالت غیر ہوتے دیکھ کر بولی۔

تو ـــ تو نے اپنے ماموں کی باتیں سنی کوثر۔

سن لیں ـــ مگر زبان ان کی اپنی نہیں تھی۔ کوثر کی آواز درد
میں بٹی پڑی تھی۔

تو کیا کہنا چاہتی ہے ـــ؟ ہاجرہ بیگم اپنے لرزتے ہوئے وجو
سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے ڈوبے ڈوبے لہجے میں بولی۔

وہ ممانی اقبال کی زبان تھی جو ہمارے ماموں کے اندر بول رہی تھی
کوثر نے ایک بھیانک انکشاف کیا۔

کوثر ـــ ہاجرہ بیگم نے ایک دم اس کی طرف عجیب سی نظروں
دیکھا۔

میں سب جانتی ہوں امی۔ کوثر نے شکوک کی ایک اور لکیر کھینچ

کیا جانتی ہو ـــ؟

جیسے آپ نہیں جانتی ـــ کوثر گویا چڑی گئی ہو ـــ

بتاؤ کوثر ـــ میرے ضبط کو مت آزماؤ۔

الفت کا رشتہ مامی اقبال اپنے بیٹے سرفراز کے لئے لینا چاہتی ہے
یہ تو ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر وہ وہاں کرنا چاہتے ہیں تو ایک بہن کو
طریقے سے بھی کہہ سکتے تھے۔ اس قدر بدتمیزی اور ذلیل کرنے کی کیا ضرورت
تھی۔ ہاجرہ بیگم ہونٹ بھینچ کر بولیں۔

کوثر خاموش تھی۔ ماں کی خستہ حالت اور لمحہ بہ لمحہ گرتی ہوئی حالت
وہ بغور دیکھ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے زبان کو مزید حرکت دینے
کی کوشش ترک کر دی تھی۔ حالانکہ اس کا ذہن الاؤ کی طرح جل رہا تھا۔

قریب سے گزرتی ہوئی ٹیکسی روک کر وہ گھر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے مکان کا دروازہ عبور کر رہی تھیں۔

الیاس جوان دونوں کے انتظار میں برآمدے میں ہی بڑے بے تابی
سے ٹہل رہا تھا۔ دیوانہ وار ماں کی طرف بڑھا۔

امی ـــ اس کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا تھا۔

اس ایک لفظ کے اندر کیا کچھ نہیں تھا۔

بیٹے کی تڑپ ـــ اضطراب اور جان لیوا بے چینی ایک ماں کا
ہلا گیا۔ مگر انہوں نے کچھ جواب دینے کے بجائے بڑی مضبوطی سے اپنے
ہونٹوں کو سی لیا۔

امی ــــ الیاس ماں کی سنگین خاموشی پر جیسے پوری جان سے لرز اٹھا ہو۔

ماجرہ بیگم کمرے میں داخل ہو کر مسہری پر یوں گری جیسے جسم سے انکے خون کا آخری قطرہ تک کسی نے نچوڑ لیا ہو۔

کوثر الیاس نے دیوانہ وار بہن کو شانوں سے پکڑ کر پوری قوت سے جھنجھوڑ ڈالا۔

بتاؤ کوثر ــــ امی کو کیا ہوا۔ تم لوگ ماموں یوسف کے ہاں ہی تو گئے تھے۔

ہاں ہم ــــ وہیں گئے تھے۔ کوثر ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔

پھر ــــ اس بھرکے اندر جیسے سارے جہاں کا درد و کرب سمٹ کر رہ گیا ہو۔

انہوں نے ہمیں بہت ذلیل کیا ہے بھیا ــــ ! الفت کا نام لینا ہی ہمارے لئے ایک سنگین جرم اور گناہ عظیم ہو گیا تھا۔

لگ ــــ کوثر ــــ الیاس یوں لڑکھڑایا جیسے زمین نے اس کا بوجھ برداشت کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ پھر اس نے بڑی تیزی سے دروازے کے پٹ کا سہارا لیا تھا۔ پھٹی پھٹی نگاہوں کے دوران اس نے کوثر اور ماں کی طرف دیکھا۔ اور پھر اپنی لرزتی ہوئی آواز پر قابو پانے کی سعی کرتے ہوئے بولا۔

الفت کہاں تھی ــــ ؟

گھر میں ہی تھی ــــ

کیا اس نے کسی قسم کا ایکشن نہیں لیا ــــ

میرے پاگل بھیا ــــ کیوں سایوں کے پیچھے بھاگ رہے ہو۔ اپنی زندگی بھی برباد کر رہے ہو۔ اور ہمیں بھی ذلیل کروا رہے ہو۔ اگر ہمارے پاس تھوڑی سی عزت بھی ہے تو اس ذلت کے بعد ہم سب کو ڈوب مرنا چاہیئے۔

کوثر ــــ الیاس چیخ ہی تو پڑا۔

اس طرح چیخو نہیں بھیا ــــ الفت ہمیں عزیز ہی نہیں بلکہ ہم سب کے لئے مقدم بھی ہے۔ مگر ایسی بے خود اور پاگل لڑکی کا کیا کیا جائے۔ جو محبت کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی نہیں جانتی۔

کوثر نے گو کہ یہ جملہ بڑے مربیانہ انداز میں کہا تھا۔ لیکن الیاس کو یوں محسوس ہوا جیسے ایک بہن نے اس کی محبت کا مذاق اڑا دیا ہو۔ اس کی چاہت ور دن رات کی پرستش کا مذاق اڑایا ہو۔

"یا پھر ــــ

جیسے اس نے بھائی کو بے وقوف کہہ کر ایک گندی گالی دی ہو۔

الیاس نے سنسناتے ہوئے ذہن کے درمیان ماں کی سنگین خاموشی

کو دیکھا ۔ جو بستر پہ دراز آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔
ایسے ہی جیسے کوئی جواری اپنی کل پونجی داؤ پر لگا کر ہار بیٹھا ہو ۔
ایک ماں کے چہرے کے تقدس پر چھائے ہوئے شکست خوردگی کے آثار
دیکھ کر الیاس یک بیک آگے بڑھا ۔ اور ماں کے قدموں پر جھک گیا۔
معاف کرنا امی ـــــ میں تمہارا لٹا ہوا وقار واپس تو نہیں دلا سکتا
اور نہ ہی اس وقت تمہارے مجروح جذبات پر مرہم رکھ سکتا ہوں ـــــ مگر
میں اب تمہیں مزید تکلیف نہ دوں گا ۔ اتنا کہتے ہی الیاس نے ماں کے پاؤں
کو چھوڑ دیا ۔ اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کوثر سے بولا ۔
نجمہ سے کہو کہ اٹیچی کیس تیار کر دے میں آج ہی شام کو کوئٹہ جا رہا
ہوں ۔

پھر وہ بڑی تیزی سے دل میں جذبات کا طوفان لئے باہر
نکلتا چلا گیا ۔

مشن روڈ سے کٹ کر نکلنے والی سڑک پہاڑوں کے دامن میں
بنے ہوئے بنگلوں تک جا کر ختم ہو جاتی تھی ۔
یہ شہر کوئٹہ کا سدا بہار اور سرسبز علاقہ تھا ۔ جا بجا چھوٹے چھوٹے
ٹیلوں کی صورت میں بکھری پہاڑیاں کشمیر کے حسن کو شرما رہی تھیں ۔
" اور ـــــ "
اس وقت الیاس انہی بکھرے ہوئے بنگلوں میں سے ایک میں
اپنی روح کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش کر رہا تھا ۔
وہ آج ہی کوئٹہ پہنچا تھا ۔
ملازم بوڑھا دینو سوچ رہا تھا کہ مالک جب بھی گھر سے ـــــ

کوئی نہ کوئی زخم ضرور لاتے ہیں۔

بنگلے پر چھائے ہوئے سکوت اور ہر سو بکھری ہوئی ویرانی کو اس نے ایک حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور پھر شانوں کو خفیف سا جھٹکا دے کر ایاس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

" پروردگار ـــــ " اس بار اس بنگلے پر چھایا ہوا سکوت کب ٹوٹے گا۔

یہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا گھر ـــــ یہ ویرانی اور در و دیوار سے ٹپکتا ہوا یاس ـــــ کب بکھرے گا۔

کیا میرے مالک کے نصیب میں یہی اندھیرے ہیں۔

کیا ان کے مقدر کے کسی صفحات پر بھی خوشی کی ہلکی سی کرن بھی نہیں

بوڑھا دینو آسمان کے بیکراں سینے پر چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہاں بھی گھپ اندھیرا تھا۔

لیکن بوڑھا دینو جانتا تھا کہ مالک کس جگہ کرسی ڈالے محرومیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن ہو گا۔

مالک یہ آپ نے اندھیرا کیوں کر رکھا ہے۔

جب اپنے سوال کے جواب میں بوڑھے دینو نے اندھیرے میں ایک

ابھرتی ہوئی کراہ سنی تو دل پکڑ کر رہ گیا۔ اس کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا۔

" مالک ـــــ "

بابا گراموفون پر ریکارڈ چڑھا دو۔ ایاس کی آواز اسے کسی اندھے کنویں سے ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

کون سا ریکارڈ ـــــ بوڑھا استفسار کر بیٹھا۔ حالانکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے مالک کو اس وقت کونسے ریکارڈ کی ضرورت ہے۔

کیا تم نہیں جانتے بابا ـــــ؟

مگر اس سے کیا فائدہ مالک۔

ریکارڈ چڑھا دو بابا ـــــ ایاس نے کچھ انداز سے سسکتی تڑپتی آواز میں کہا کہ بوڑھے دینو کے قدم لڑکھڑا گئے۔

وہ مجبوراً گراموفون پر پہنچا۔ اس نے لائٹ جلانے کی زحمت بھی نہیں کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس وقت روشنی مالک کو بڑی ناگوار گزرے گی۔

کچھ لمحوں بعد اس نے گراموفون کو ٹٹولا۔ اور قریب کی الماری میں رکھے ہوئے ایک مخصوص ریکارڈ کو ٹٹول کر اٹھایا۔ اور اسے پلیٹ پر چڑھا دیا۔

پھر سکوت اور اندھیرے کے سینے پر شگاف ڈالتی ہوئی
حسن کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز نے بوڑھے دینو کو رکنے پر مجبور کر
دیا۔ فضا پر یہ آواز صدا بن کر گونج رہی تھی۔

زندگی میں تو سبھی پیار کیا کرتے ہیں
میں تو مر کر بھی میری جان تجھے چاہوں گا

پھر یک بیک ساز ٹوٹ گیا۔ درد میں ڈوبی ہوئی لہر دم توڑ گئی۔ دینو نے ریکارڈ اٹھا لیا تھا۔

بابا —— اپاس تڑپ کر بولا ——

نہیں مالک میں اب اس ریکارڈ کو نہیں لگاؤں گا۔

سناؤ بابا —— سناؤ —— تم نہیں جانتے جب میرے میں شکست خوردگی کا زہر گھلتا ہے۔ تو میں اس آواز کو سن کر پھر سے ارادوں کو مضبوط کرتے ہوئے گرہ لگا دیتا ہوں۔

نہیں مالک —— یہ گانا —— بڑا منحوس ہوتا میں اسے سن کر خوفزدہ ہو جاتا ہوں۔ خدا نہ کرے آپ

بابا —— اپاس نے تڑپ کر بوڑھے دینو کی بات کو درمیان میں کاٹ دیا۔

منع مت کریں آپ مالک اس گانے کو۔ اس بڑھے موت

ہوئی نظر آتی ہے۔

ضرور آتی ہوگی۔ لیکن مجھے کیا خطرہ ہے۔ میں نے تو اپنی زندگی کی سانس بھی صرف اسی کے لئے بچا رکھی ہے۔ میری ہر خوشی اس کے سے لپٹی ہوئی ہے۔ میں نے —— میں نے محبت کی ہے بابا۔ مگر یہ لفظ محبت بڑا عام اور ہلکا ہے۔ اس کا تو بہت ہی اونچا مقدس پاکیزہ سا نام ہونا چاہیئے۔

وہ خود غرض لڑکی ہے مالک —— بوڑھا دینو سسکتے ہوئے انداز بولا۔

نہیں بابا —— ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔

آخر وہ خود غرض نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ کی اس پرستش کا بدل اس پاس کیا یہی کچھ تھا۔ جو آپ لے کر یہاں آ گئے ہیں۔

نہیں بابا —— وہ خود غرض نہیں۔ ہاں البتہ اسے بے وقوف پاگل سکتے ہو۔ وہ نہیں جانتی کہ وہ جس جبلی جذبے کو قدرت جلد سے اسے ن سا سکتا ہے۔

ہاں وہ نہیں جانتی کہ محبت کرنے والا دل کس قدر نازک اور لطیف ہوتے یں —— ہاں بابا —— اس نے کبھی تڑپتے دل کی صدا نہیں سنی۔ ورنہ ہ کبھی بخیل نہ ہوتی —— اور —— اور —— دیکھو بابا —— اب لے سے

خود غرضی کہہ کر گالی مت دینا ـــــ میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوا
اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو مجھے کس قدر چاہتا ہے ۔ مگر میں اپنے محبوب
دامن پر خود غرضی کا داغ برداشت نہیں کر سکتا ۔ اب آئندہ ذرہ محتاط
میری بات سمجھ رہے ہو نا بابا ـــــ الیاس کی یاس کے سمندر میں ڈوبا
آواز دینو کے کانوں میں سسکیاں سی بھر گئی ۔

مالک ـــــ دینو پوری جان سے تڑپ اٹھا ۔

گھبراؤ نہیں بابا ـــــ میں بزدلوں کی طرح خودکشی نہیں کروں گا
بس تم ایکبار پھر سے گراموفون پر ریکارڈ چڑھا دو ۔

نہیں مالک ـــــ مجھے اس گانے سے موت کی بو آتی ہے ۔

ناکام حسرتوں کی بو آتی ہو گی بابا ۔ موت کی نہیں

" کچھ بھی ہو مالک ـــــ میں ـــــ "

بابا ـــــ الیاس کی آواز میں درد کے ساتھ ساتھ بھرپور احتجاج بھی
تھا ۔

ا ـــ چھا ـــ ما ـــ لک ـــ میں لگا رہا ہوں ۔ دینو نے لرزتے
ہوئے ہاتھوں سے پھر ریکارڈ کو ٹٹولا ۔

کچھ لمحوں بعد ایکبار پھر کمرے کی گھٹی گھٹی فضا درد و الم کے سمندر
میں اتر گئی ۔

آہ ـــــ الیاس کے ہونٹوں سے کراہ نکل کر فضا کو مزید پراگندہ
کر گئی ۔ اور وہ بڑبڑا اٹھا ۔

ہاں میں نے بھی تو تجھے قسمت کی لکیروں سے چرایا ہے ۔

مالک ـــــ کھانا لاؤں ـــــ بوڑھا دینو اسے بہکتا دیکھ کر جلدی
سے بولا ۔

" صرف چائے بنا لاؤ ـــــ "

بوڑھا دینو الیاس کی حالت پر کڑھتا ہوا خاموشی سے کمرے سے
نکل گیا ۔

اور الیاس بے دم سا ہو کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا ۔ آنکھیں بند
کرتے ہوئے اس نے ایک سرد سی سانس لی ۔ اور بڑبڑا اٹھا ۔

دیکھ الفت ہم زندگی کی بازی کو تو ہار سکتے ہیں ۔ لیکن محبت کی بازی
نہیں ـــــ ہو سکتا ہے کہ ہماری چاہت کا اندازہ نہیں بہت دیر سے ہو
مگر پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اس وقت تجھ سے بہت دور جا چکے ہوں اتنی
دور کہ ـــــ اگر تم آوازیں دے دے کر تھک بھی جاؤ تو شاید پھر بھی ہم کو تم
نہ پا سکو ۔

مگر اسے بھی ہم اپنی جیت سمجھیں گے ـــــ اور ـــــ اگر کبھی انجانے میں
تمہارا نرگسی پیمانہ چھلک اٹھے ـــــ تو سمجھ لینا کہ وہ جو تیرا عاشق زار تھا آج

تک اسے کسی نے دبا دیا ـــــ اور ـــــ ہاں ـــــ اس وقت نہ کوئی اپنی جیت پر مسکرا رہا ہو گا۔ اور نہ ہی اپنی ہار پر بے بسی سے۔

اچانک اس کے تلخ خیالات کا شیرازہ بکھر گیا ـــــ دور ـــــ بہت دور داخلی پھاٹک پر گھنٹی کی آواز قبرستان ایسے ماحول کے خالی لبادے کو چیخ چیخ کر ہلائے دے رہی تھی۔

الیاس نے بڑے کرب انگیز انداز میں کرسی پر پہلو بدلا۔

شاید وہ اس وقت آنے والی ہستی سے بخوبی واقف تھا۔



اپنے وقت کی شاطر ترین لڑکی کے ہونٹوں پر اس وقت بڑی آویزہ مسکراہٹ رقص کناں تھی۔

یہ شاہدہ تھی۔

جو اس وقت پلک جھپکائے بغیر الفت کی طرف دیکھے جا رہی تھی دیر قبل الفت اسے تفصیل سے بتا چکی تھی کہ کس طرح پھوپھی جان ذلیل ہو ں گھر سے نکالی گئی ہیں۔

پورا واقعہ سن لینے کے بعد شاہدہ نے بڑی تیزی سے دیدوں کو گردش ا۔ اور بولی۔

اور اس تمام ڈرامے کے دوران تو ایک خاموش تماشائی بنی رہی۔

"میں کر بھی کیا سکتی تھی ——" الفت نے بحالت مجبوری شانوں کو جنبش دی۔

"کرنے کو تو خیر تم بہت کچھ کر سکتی تھیں میری بنو —— بہر کیف جو کچھ ہوا —— کیا تمہیں اس کا ملال ہے ——"

"ملال ——" الفت ہونٹ چبا کر بولی۔ پھر وہ شاہدہ کو گھور کر بولی۔

"میری روح تک جل رہی ہے ——"

"پھر خاموش کیوں ہو ——"؟

"کیا کروں ——"؟

"احتجاج —— بھرپور احتجاج ——"

"اپنے والدین سے ——" شاہدہ نے دل پر پتھر رکھ کر اسے ایک ٹھیک مشورہ دے ڈالا۔

"وہ سب ٹھیک ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا ہوا کیوں

کیا مطلب ——"؟

ابو اسے بہت پسند کرتے تھے ——

کیسے پسند کرتے تھے —— شاہدہ تیزی سے بولی۔

تھپڑ مار دونگی۔ اگر زیادہ بننے کی کوشش کی۔ الفت غرا کر بولی۔

اچھا —— اچھا —— خیر —— آگے کہو ——

میں کہہ رہی تھی ابو الیاس کو بہت پسند کرتے تھے۔

کیا اب نہیں کرتے ——؟

اس قسم کی ذلالت کے بعد بھی کیا تم ایسا سوچ سکتی ہو۔

شاہدہ نے ایک سانس لی اور بڑے محتاط انداز میں بولی۔

دراصل حقیقت یہ ہے کہ والدین اولاد کے لئے کبھی بھی برا نہیں سوچتے انہوں نے جو کچھ بھی کیا وہ تمہارے فائدے اور روشن مستقبل کے لئے کیا ہوگا۔

" کیا مطلب ہے کہ ——"

ہاں میرا مطلب یہی ہے کہ انہوں نے الیاس کے اندر یا ان کے گھر والوں کے اندر کوئی ایسی بات دیکھی ضرور ہوگی۔ جس سے وہ اس قدر کورا جواب دینے پر مجبور ہو گئے۔ اور باقی رہا تمہارا معاملہ تو یقین کر لو —— کہ جو کچھ اس وقت تم محسوس کر رہی ہو۔ وہ صرف جوانی کا ابال ہے۔ کچھ وقت گزر جانے دو خود بخود یوں مطمئن ہو جاؤ گی۔ —— کہ

جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو —— اور پھر ایسے کھیل جوانی میں لڑکی ایک تقاضہ سمجھ کر ضرور کھیلتی ہے۔

کیا بکتی ہو ——؟ الفت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

شاید میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔

کوشش کرو کہ سمجھ میں آجائے۔ ورنہ میرے ہاتھوں آج ضرور پٹ

جاؤ گی۔

معلوم ہوتا ہے ضرورت سے زیادہ بھاسلگ گئی ہو۔ شاہدہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

یہ جوانی کے تقاضے والی بات کا مفہوم سمجھاؤ۔ الفت اپنا لہجہ برقرار رکھتے ہوئے بولی۔

ارے میرا مطلب تو صرف اتنا تھا کہ جب جوانی آتی ہے تو اس میں ابال ضرور آتا ہے۔ اور اس ابال کے دوران انسان کو ہر بری شے بھی اچھی لگتی ہے۔

تمہارا مطلب ہے ایاس برا لڑکا ہے۔

میں یہ تو نہیں کہہ رہی۔ مگر تم عقل کیوں نہیں استعمال کرتی۔ ذرہ سوچو تو سہی کہ تم خود ہی کہہ رہی ہو کہ ابو اس کو بہت پسند کرتے ہیں۔ پھر یکلخت انہیں کیا ہوا۔ ایاس کو اپنا داماد تصور کرنے پر ہی اس قدر ہنگامہ برپا کیا کہ ایک بہن کو ذلیل کرکے گھر سے نکال دیا۔ آخر کوئی بات تو ضرور ہو گی۔

تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ الفت شکست خوردہ سی آواز میں بولی۔

صرف اتنی سی بات جو تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ کہ تمہارے ابو تمہیں خوش و خرم دیکھنا چاہتے ہیں۔ تمہارے روشن مستقبل کی ضمانت بننا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ایاس کو پسند کرنے کی وجہ کچھ اور ہو۔ مگر بحیثیت داماد وہ اسے پسند نہ کرتے ہوں ____ اور ____ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی نظروں میں تمہارے لئے ایاس سے بھی زیادہ اچھا لڑکا ہو۔

وہ لڑکا کون ہو سکتا ہے ____! الفت بڑبڑائی۔

جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ وہ تمہارے لئے جو کچھ بھی کریں گے بہتر ہی کریں گے۔ کم از کم اس بات سے تمہیں انکار تو نہیں ہو سکتا۔ یا پھر ____ کوئی مثال دو کہ کسی باپ نے اولاد کی خوشیوں کا گلا گھونٹا ہو۔

عجیب لڑکی ہو ____ تم نے تو مجھے اور پریشان کر دیا۔

الفت انگلی سے تپائی رگڑتے ہوئے بڑبڑائی ____

بحیثیت ایک اچھی دوست تمہیں مشورہ دے رہی ہوں۔ آگے تمہاری مرضی ____!

اور ابھی جو کچھ دیر قبل تم مجھے مشورہ دے رہی تھیں کہ مجھے والدین کے سامنے بھرپور احتجاج کرنا چاہیئے۔

ایک مشرقی لڑکی کے پاس شرم و حیا ہی زیور ہوتا ہے۔ اور اگر تم اسے بالائے طاق رکھ کر بزرگوں کا مذاق اڑانا چاہتی ہو۔ تو ضرور احتجاج کرو۔

کیونکہ جوانی کے ابال کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

تم متضاد باتیں کیوں کر رہی ہو ____!

دونوں پہلو تمہارے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ بزرگوں کی عزت و ناموس کا جنازہ نکالو ____ یا ____ ان کا بھرم رکھ لو۔

اچھی بات ہے اب تم یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔ الفت ذہنی پراگندگی کی حالت میں اس کو گھورتے ہوئے بولی۔

ابھی تمہارے ایال کو میرے سہارے کی ضرورت ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارا ذہن ابھی تک بھٹک رہا ہے۔

دیکھو شاہدہ ——! شاید تمہیں اس بات کا احساس نہیں کہ الیاس کس قدر مجھے چاہتا ہے۔

ہر لڑکا —— ہر خوبصورت لڑکی کو اسی انداز سے چاہتا ہے۔

یہ کوئی نئی بات نہیں —— ویسے اگر تم میری باتوں کی صداقت کے لئے ایک آدھ تجربہ کرنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

کیسا تجربہ ——!

یہی کہ تم کسی لڑکے کو ذرہ نگاہ بھر کر دیکھ لو۔ پھر دیکھنا وہ دن رات تمہارے پیچھے چکر لگاتا ہے یا نہیں۔

الفت نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر بولی۔

تمہارا مطلب ہے الیاس بھی کوئی تقاضہ پورا کر رہا تھا۔

یقیناً —— اسے ہی تو کہتے ہیں زندگی کی بے وقت مٹھاس۔

تم بہت تجربہ کار معلوم ہوتی ہو۔ الفت کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

شاہدہ کھل کھلا کر ہنس پڑی اور بولی۔

اب تم میری ذہنی حالت پر شبہ کر رہی ہو۔

ہوشمند انسان کا یہی فعل ہوگا۔ کیونکہ تم ایک ہی وقت متضاد باتیں کرتی ہو۔ خود ہی کسی بات کی تائید کرتی ہوئی اور خود ہی خود تردید کر دیتی ہو۔

عقلمند انسان کی بھی ایک اہم نشانی ہے۔ شاہدہ مسکرائی۔

نہیں مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم یہاں آتے وقت کسی گدھے کی گھاس خود چر آئی ہو۔

کچھ بھی ہو —— بحیثیت دوست میں نے تمہیں اچھے مشورے دیئے ہیں۔ ویسے ثبوت کے طور پر اگر میرے مشوروں کی قدر و قیمت معلوم کرنا ہے میری ان تمام تر باتوں کو کسی اور کے سامنے دوہرا کر دیکھو۔ پھر تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ عقل سے کون پیدل ہے۔

الفت کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اچانک دروازے پر الفت کی چچی ال نمودار ہوئی۔

میری بیٹی کمرے میں بیٹھی کیا کر رہی ہے —— لہجے میں کوٹ کوٹ کر مٹھاس بھری ہوئی تھی

شاہدہ نے اسے اپنا لکی کارڈ سمجھ کر سلام کر ڈالا۔

سلام چچی جان ——۔

جیتی رہو —— کب سے آئی ہوئی ہو۔

جب سے بھی آئی ہوئی ہوں۔ آپکی بیٹی سے دماغ سوزی کر رہی ہوں

کیوں کیا ہوا میری بیٹی کو ___؟

بیچاری لکیر پیٹ رہی ہے ___

الفت نے اسے گھور کر دیکھا ۔ مگر شاہدہ ایسے نادر موقع کو ہاتھ سے کب جانے دینا چاہتی تھی ۔ مسکرا کر بولی ۔

اپنی کم عقلی کا ماتم کر رہی ہے ۔ اور میں اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں ۔ کہ والدین جو کچھ کرتے ہیں بہتر ہی کرتے ہیں ۔

جیتی رہو ___ اقبال بیگم کے چہرے پر جیسے گلاب کھل گیا ۔ پھر وہ شاہدہ کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی ۔

اچھے باپ کی بیٹی ہو ___ جو ایسے خیالات رکھتی ہو ___ ورنہ آج کل کی لڑکیاں ___ خدا کی پناہ ___ باپ دادا کی عزتوں کا جنازہ نکال کر رکھ دیتی ہیں ۔ جوانی ہم پر بھی آئی تھی ۔ مگر کیا مجال کہ ذرہ سا پر بھی نکالا ہو ۔ اب ہماری بیٹی الفت کو ہی لے لو ۔ اس قدر گھر میں ہنگامہ ہوا ۔ مگر کیا مجال جو بزرگوں کے درمیان میں ذرہ سا بھی بولی ہو ۔ اور پھر اس لڑکے میں رکھا کیا ہے ۔ کہاں ہماری بیٹی ___ اور کہاں وہ ___ توبہ ___ توبہ ___ اچھا ہوا ___ جلد ہی اسے گلے سے اتار دیا گیا ۔ ورنہ وہ تو ہر جگہ ہماری بچی کی ... کرتا پھر رہا تھا ۔

گھر گھر اس کی نیک نامی کی کہانیاں پڑ گئی ہیں ___

کاش یہ کہانیاں میری ذات سے وابستہ ہوتیں ۔ شاہدہ دل ہی دل میں بڑبڑائی ۔

کیسی کہانیاں ۔ شاہدہ جان بوجھ کر کریدنے پر تل گئی ۔ حالانکہ وہ چچی اقبال کا اشارہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی ۔

اے لو ___ جیسے تو تو دودھ پیتی بچی ہے کہ اتنی سی بات بھی نہ سمجھے ۔

ختم کرو کیا لغویات ہے ۔ الفت چڑ کر بولی ۔ اسے چچی اقبال کی باتوں سے بڑی گھن آئی تھی ۔ اور پھر الفت اس بات کو بھی بڑی شدت سے محسوس کر رہی تھی کہ آج چچی کا انداز بڑا ہی مخلصانہ اور محبت سے بھرپور ہے ۔ جبکہ وہ یہ بھی جانتی تھی اچھی طرح سے کہ یہی چچی اٹھتے بیٹھتے بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھنے کی عادی تھیں ۔

اور الیاس کے نام پر تو ناک منہ چڑھانا اس کا ایک اہم فرض تھا ۔

اور الفت ___ اُس وقت بھی اکثر سوچتی تھی کہ چچی اقبال آخر الیاس کے نام سے چڑتی کیوں ہیں ۔ جب بھی گھر کے کسی فرد کے ہونٹوں پر الیاس کا نام آیا ۔ تو چچی صاحبہ چپاتی بن کر رہ جاتی ۔

آخر آج جبکہ الفت کا الیاس سے دنیاوی نظروں میں ہر رشتہ ختم ہو چکا تھا ۔ تو بھی چچی الٹی گنگا کی طرح بہہ رہی تھیں ۔

باتیں کرنے کے لئے ہوتی ہے بیٹی ۔ اور پھر نصیب کا لکھا
مٹا سکتا ہے ۔ اقبال بیگم نے الفت کے احتجاج کرنے پر جلدی سے کہنا شروع
کیا ۔

مگر اس وقت ایاس کا ذکر ہی کیوں ـــــ ؟ الفت تلخ سے لہجے میں
بولی ۔

ارے ایاس کا ذکر کون کافر کر رہا ہے ۔ شاہدہ نے جلدی سے
بات کو سنبھالا ۔ اور مزید بولی ۔

ذکر خیر وہ تمہارے اس ماتم کا ہو رہا ہے ۔ جس کا اظہار تم اٹھتی بیٹھتی
سرد قسم کی سانسوں کے درمیان کر رہی ہو ۔

کیا تمہیں کسی پاگل کتے نے تو نہیں کاٹ کھایا ۔ الفت جھنجلا گئی ۔

ذرہ آئینہ دیکھنا صورت چغلی کھا رہی ہے حضور کی پھر کسی کو الزام د
شاہدہ چہک کر بولی ۔ اس نے ماحول کو مذاحیہ رنگ دینے کی کوشش کی تھی ۔

الفت نے برا سا منہ بنایا ۔ اور آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے
ٹک گئی ۔ اس نے ابھی تک اخلاقاً چچی اقبال کو بیٹھنے کو بھی نہیں کہا تھا ۔

الفت بیٹی برا مان گئی ۔ حالانکہ ہم میں سے کوئی بھی اسکا دشمن نہیں ۔ گھر
کی بچی ہے اور ـــــ ۔

"پلیز چچی جان ـــــ" الفت ایک دم جھنجلا گئی ۔

اچھا بھئی اب کوئی بات ہی نہیں کروں گی ۔

بڑا احسان ہوگا ـــــ اس غریب بندی پر الفت دل ہی دل میں
بڑبڑائی ۔ لیکن اخلاقاً وہ چچی اقبال سے کچھ نہ کہہ سکی ۔ پھر اقبال بیگم اس کی طرف نیم
وا نظروں سے دیکھتے ہوئے کمرے کی دہلیز پار کر گئیں ۔

ماشاءاللہ ـــــ دن بہ دن حضور اخلاق باختہ ہی نہیں مزاج باختہ بھی ہوتی
جا رہی ہیں ۔ شاہدہ اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی ۔

مت بکو ـــــ میں بہت پریشان ہوں ۔

پریشان ہو ۔ شاہدہ نے اسے گھورا ۔

کیا تم سنجیدہ نہیں ہو سکتی ـــــ الفت مر جانے کی حد تک چڑ ہو کر بولی

غیر سنجیدہ ہی کب ہوئی ۔ مگر تم کوئی ڈھنگ سے بات تو کرو ۔ تو کیا ابھی
تک میں جھک مار رہی تھی ۔ الفت غرا کر بولی ۔

آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو ۔

ایک اہم بات جسے تم بار بار نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی ہو ۔

کہو ـــــ کہو ـــــ میں ہمہ تن گوش ہوں ۔

الفت سنبھل کر بیٹھ گئی ۔ اور ہتھیلی کرسی کی سائڈ پر رگڑتے ہوئے
بڑے ہی وزنی لہجے میں بولی ۔

بات رشتہ کی ہوئی تھی ۔ پھوپھی جان نے مجھے بہو بنانے کی خواہش

ظاہر کی تھی۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ اس معمولی بات پر اس قدر ہنگامہ کیوں؟ ایک بہن کو کہ جس کا رشتہ ہی بڑا مقدس اور مقدم ہے۔ کیوں ذلیل کر کے گھر سے نکالا گیا۔ جبکہ بڑی آسانی سے انکار بھی کیا جا سکتا تھا۔ اور فرض کرو کوئی اور میرے رشتے کی بابت ابو سے اپنے خیالات کا اظہار کرے تو کیا میرے گھر والے انہیں بھی اسی طرح ذلیل کریں گے۔ جبکہ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ جس گھر میں بھی گلاب کے پھول کی مہک اٹھی ہوئی ہو اس گھر میں سوالی آیا ہی کرتے ہیں۔

لوگ دامن پھیلایا ہی کرتے ہیں پھر اس قدر شور کیوں۔

کسی کے دامن کو یوں کیوں جھٹکا گیا۔ کسی کی چاہت اور محبت کا کیوں یوں مذاق اڑایا گیا ___ اور ___ اس قدر مقدس رشتے کی اس انداز سے کیوں توہین کی گئی۔ کیا ایک دن اشفاق کے لئے ہم نے کسی کے در پر دامن نہیں پھیلانا۔ لوگ بیٹیاں لیتے آئے دیتے آئے ___ مگر یہ اس قدر ایسی نرالی قسم کی منطق میری سمجھ میں نہیں آتی۔

ہیئر ___ ہیئر ___ شاہدہ نے بڑی ڈھٹائی سے تالی پیٹی۔

بے شرم ہو جو اس انداز سے اتھلا رہی ہو۔ الفت اسے گھورتے ہوئے بولی۔

میں داد دے رہی تھی۔ آج معلوم ہوا کہ تم تو ایک بہت اچھی مقرر بھی ہو

جو کچھ میں نے کہا ہے اسے بھی سمجھ سکی ہو یا بک بک کیے جاؤ گی۔

قدرے پر زور اور ٹھوس لہجہ اور اس قدر مضبوط دلائل ___ خدا کی قسم اسے تو کوئی بڑے سے بڑا رشی بھی کاٹنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ پھر اس بندی کی کیا مجال۔

پھر تم نے بکواس کی۔

آخر تم آج کاٹنے کو کیوں دوڑ رہی ہو۔

میرے سوالوں کا جواب دو ___ الفت تیزی سے بولی۔

یہی سوال اپنے والدین سے کرو۔

کیا مطلب ___؟

اس کا جواب وہی دے سکتے ہیں۔

تم کس مرض کی دوا ہو ___

اس مرض کی نہیں۔ ویسے تم اپنی جگہ حق بجانب ہو جو کچھ تم نے سوچا ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ___ مگر ___ میں براہ راست تمہارے والدین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ کیونکہ میں اس گھر میں بحیثیت فرد نہیں ہوں۔

آخر ذہن پر تھوڑا بہت زور تو دے سکتی ہو۔ کہ آیا ایسا کیوں ہوا۔

کیوں نہیں ___ مگر جو جواب میرے پاس ہے وہی تمہارے پاس بھی ہے مثلاً ___

یہی کہ ___ رشتے کے علاوہ بھی کوئی اہم بات ہے۔ جو غیر معمولی

اہمیت کی حامل ہو۔ جو طوفان کے مانند اٹھی اور دھماکہ کی مانند پھٹ گئی۔

ہاں میں بھی ایسا ہی سوچ رہی ہوں۔ الفت اثبات میں سر ہلا کر بولی۔

تو پھر میری جان چھوڑو کیوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑی ہوئی ہو۔

بس اس گتھی کو سلجھانا چاہتی ہوں۔

ضرور سلجھاؤ مگر میرا دماغ کیوں خراب کر رہی ہو

میری مدد کرو شاہدہ میں سخت پریشان ہوں۔

کر دی مدد ــــ شاہدہ نے دیدوں کو گردش دے کر منہ سے پٹاخہ چھوڑا

ہوں ــــ الفت نے استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

بہت معمولی سی بات ہے۔ جو تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی۔

کیا ــــ؟ الفت قدرے اس کی طرف غیر ارادی طور پر جھک گئی۔

بحیثیت والد الیاس انہیں اسقدر ناگوار گزرے کہ وہ کسی غبارے کی طرح پھٹ گئے۔

بڑی تلوار چلائی تم نے ــــ الفت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

بس اس کے علاوہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی۔

آخر اس میں کیا خرابی تھی۔ شرابی تھا ــــ جواری تھا ــــ یا ــــ

ہاں ــــ ہاں کہہ کر عورت خور تھا ــــ شاہدہ پٹاخ سے بول پڑی۔

شٹ اپ ــــ الفت تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

شانتی ــــ شانتی ــــ مہاراج ــــ میں جانتی ہوں۔

کہ تم بہت پریشان ہو ــــ شعر سنو۔

کیا مطلب ــــ!

یہ کون سا موقع ہے شعر کا الفت کرسی کی سائیڈ پر زور سے ہاتھ
تے ہوئے بولی۔

پلیز شعر سن لو ــــ میرا حافظہ بہت کمزور ہے ذہن سے نکل
یا تو پھر قابو نہیں آئے گا۔

بکو ــــ تمہاری بکواس ذہن چاٹ ڈالتی ہے۔

ہاں تو شعر عرض کیا ہے۔

عین ممکن ہے کہ محراب سے برسی ہو شراب
دامن اشکوں سے ہی تر ہو یہ ضروری تو نہیں

کیوں ــــ کیسا رہا ــــ؟

شعر کی ممی ــــ مطلب سمجھاؤ ــــ ورنہ تمہارے اس شعر سمیت
یں کسی گٹر میں پھینک آؤنگی۔

مطلب ــــ لفظ مطلب کو چباتے ہوئے شاہدہ نے حسب
ل دیدوں کو گردش دی۔ اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

نہیں سمجھی تو ختم کرو مجھے کیا معلوم تھا کہ پیدائش سے لے کر اب تک
گھاس کھودتی آئی ہو۔

شاہدہ ـــــ الفت کے تیور بڑے خطرناک تھے۔

جان شاہدہ ـــــ وہ جھک کر بولی ـــــ

جان سے ماردونگی ـــــ الفت نے تیکھے تیوروں کے درمیان
دھمکی دی۔

سنو ـــــ یک بیک شاہدہ سنجیدہ ہوگئی۔ اور مضبوط لہجے میں بولی۔
کسی شے کو ہار دینا ہی انسان کی جیت ہوتی ہے۔ اور کسی چیز کا کھو دینا ہی اس
کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے اس میں قدرت کا اشارہ بھی
مخفی ہو۔ جونہی شاہدہ کے جملے کی گونج ٹوٹی ـــــ کمرے کے فضا پر ایکدم خاموشی
ہوگئی۔ اور دونوں کے درمیاں موت ایسی خاموشی مسلط ہوکر رہ گئی دونوں
ایک دوسرے کی طرف اجنبی اجنبی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

وہ پھر آج واپس لوٹ رہا تھا۔

وہی راستے، وہی دیکھے بھالے موڑ ـــــ اور ـــــ وہی چہرے
جنہیں دیکھ دیکھ کر وہ کبھی نہیں اکتایا تھا ـــــ

کیونکہ انہیں موڑوں پر ـــــ انہیں راستوں پر الفت کے نرم نرم
قدم بھی تو پڑتے رہتے تھے۔

یہ اس کا اپنا شہر تھا۔

وہی شہر ـــــ جہاں وہ اپنا سب کچھ لٹا کر ایک ہارے ہوئے
جواری کی مانند کوئٹہ چلا گیا تھا۔ اور اپنے ساتھ محرومیوں کا جلتا ہوا احساس
اور سینے پر زخموں کی بہار سجا کر کوئٹے جیسے شہر میں گم ہوگیا تھا۔

مگر اس کے باوجود بھی اس شہر میں اس کے لئے کس قدر کشش تھی۔ کس قدر دلفریب اور پیارا شہر تھا۔ جہاں اس کی الفت رہتی تھی۔

اس کا چھوٹا بھائی عظمت اسٹیشن پر موجود تھا۔

کیسے ہو ــــ الیاس نے پیار سے اس کے رخسار کو تھپ تھپاتے ہوئے استفسار کیا۔

آپ کیسے ہیں ــــ؟

زندہ ہوں ــــ الیاس حسب معمول کھل کھلا کر ہنس دیا۔

عظمت نے قلی کو آواز دے کر سامان اس کے سپرد کر دیا۔ الیاس پلیٹ فارم کو گھورتا ہوا بولا۔

یہ پلیٹ فارم اس قدر سونا سونا کیوں ہے۔ عظمت۔

یہاں تو تل رکھنے کی جگہ نہیں بھیا۔ عظمت کھلا کر بولا۔

مگر مجھے ویران ویران سا لگ رہا ہے ــــ جانتے ہو کیوں ــــ!

عظمت نے استفہامیہ نگاہوں سے جیسے ہی الیاس کی طرف دیکھا تو الیاس ایک حسرت سے بولا۔

اگر تمہارے ساتھ مجھے الفت بھی لینے آئی ہوتی تو اس پلیٹ فارم کی ویرانی ستاروں کی رات میں ڈھل جاتی۔

عظمت یوں خاموش ہو گیا جیسے اس کے پاس بھائی کے سوال کا کوئی

نہ ہو ــــ

عظمت ــــ

جی ــــ

کبھی کوئی الفت کی خبر ملی ــــ

ہمیں اس سے کیا ــــ؟

تمہیں نفرت ہے اس سے ــــ؟

نفرت تو نہیں ــــ

پھر اس قدر بیزار کیوں ہو اس کے نام سے۔

جس شے سے کچھ فائدہ ہی نہ ہو اسے کھو دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔

تو تو بڑا سمجھدار ہو گیا ہے ــــ

ایک عام سی بات ہے بھیا ــــ

الیاس نے برا سا منہ بنایا اور بولا ــــ

امی کیسی ہیں ــــ؟

آپ کو ہر وقت یاد کرتی رہتی ہیں۔

ماں جو ہوئیں ــــ پھر وہ مزید بولا۔

کوثر اور نجمہ کیسی ہیں ــــ؟

سب خوش ہیں کہ ان کے بھیا آج آ رہے ہیں۔

ایاس ہلکے سے مسکرا دیا ۔

کچھ دیر بعد دونوں ایک ٹیکسی میں سوار ہو چکے تھے ۔

ذرہ گنگارام ہوسپٹل کی طرف سے لو بھیا ۔۔۔ ایاس ڈرائیو
مخاطب ہوا ۔

مگر اس لڑکے نے تو ۔۔۔ ڈرائیور نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا ک
جلدی سے بولا ۔

شالا مار ہی چلیں گے ۔۔۔ مگر ادھر سے ہوتے ہوئے ۔

ڈرائیور خاموش ہو گیا ۔۔۔ مگر عظمت حیران حیران سی نظرو
ایاس کی طرف دیکھ کر رہ گیا ۔

بچہ تھا ۔۔۔ اور پھر ادب بھی ملحوظ خاطر تھا ۔ اس لئے خاموش ر
کچھ دیر بعد ٹیکسی جونہی گنگارام ہوسپٹل کے قریب پہنچی ایاس
رکنے کا اشارہ کیا ۔

عظمت تم گاڑی میں بیٹھو میں ابھی آتا ہوں ۔ ایاس اتنا ک
ٹیکسی سے اتر گیا ۔ اور بڑی تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔
کچھ دیر بعد وہ پارک میں یوں چل رہا تھا ۔ جیسے کچھ تلاش کر رہا
کیاریوں کے قریب پہنچ کر اس نے وہاں کھلے ہوئے پھولوں ک
اور بولا

تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو ۔ اس لئے کہ اکیلا ہوں ۔ میرے
تھ الف نہیں ۔۔۔ ہونہہ ۔۔۔ گھبراؤ نہیں ۔۔۔ ایک دن وہ ضرور
ئے گی اور میں پھر ایک بار تمہیں توڑ کر اس کے جوڑے میں سجاؤں گا ۔

پھر اس نے سامنے برآمدے کی طرف دیکھا ۔ اور تیزی سے باہر نکلتا
یا ۔

ٹیکسی میں یوں گرا جیسے میلوں پیدل دوڑتا آیا ہو ۔

ٹیکسی ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی ۔

بھیا ۔۔۔ عظمت ڈرتے ڈرتے بولا ۔

ہوں ۔۔۔ ہنکارا بڑا ہی دل سوز تھا ۔

آپ وہاں کیا لینے گئے تھے ۔

" ماضی کی کچھ یادیں ۔۔۔ "

" لے آئے ۔۔۔ "

" لے آیا ۔۔۔ "

" کیا ۔۔۔ ؟ "

یادوں کی کچھ دھول ۔۔۔ ایاس کراہ کر بولا ۔

آپ کچھ بھی تو نہیں بدلے ۔ عظمت بھائی کی حالت پر کڑھتا ہوا بولا ۔
ں جواب دینے کے بجائے پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں بند کر چکا تھا

ٹیکسی ایک جھٹکے سے منزل پر رک چکی تھی ۔ الیاس نے چونک کرا
پراگندہ ڈالی ۔ اور دروازہ کھولتے ہوئے بڑبڑایا ۔
یہ اور بات ہے کہ میں تجھے حاصل نہ کر سکا ۔
یوں پھر بھی کامیاب تیرے شہر میں تو ہوں ۔
عظمت کرایہ دیکر سامان اتروانے لگا ۔ اور الیاس آہستہ آہستہ
ہوا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا ۔
گھر کے افراد سبھی، الیاس کے چاروں طرف جمع تھے ۔ الیاس ا
کرتے ہوئے والدہ کی طرف بڑھا ۔ جو باہیں پھیلائے اسے اپنے
چھپا لینا چاہتی تھی ۔
سلام امی ـــ الیاس انکی چھاتی پر سر رکھ کر ہلکے سے مسکرا
خون آلود مسکراہٹ جو اس کی زندگی کا ایک حصہ بن چکی تھی
ہزار برس جیو میرے بیٹے ـــ
بددعائیں کیوں دے رہی ہو امی ۔ یہاں تو ہر رات بھاری ہو
اور دن کسی بیوہ کا پھٹا ہوا دوشالہ بن کر پھڑپھڑاتا رہتا ہے ۔
یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے میرے بیٹے ۔ اندر کو دھنسی ہوئی
اور یہ زرد چہرہ ـــ کیا تم اپنے ساتھ دوسروں کی بھی جان لینا چا
"کون کسی کے لئے مرتا ہے امی ـــ" یہ تو وقت بتایا کرتا

اچھا زیادہ باتیں نہیں کرو ـــ اے کوثر ـــ بھائی کیلئے
شربت بنا لا ـــ"
شربت نہیں ـــ چائے ـــ امی ـــ"
یہ ہم نے چائے کپ سے پینا شروع کر دی ۔
الیاس زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر کر ماں کے ... سینے سے
الگ ہو گیا ۔ اور دھیرے سے بولا ۔
آپ کیسی ہیں امی ـــ؟
تمہارے ساتھ ہی کسی دن مر جاؤں گی ۔
نہیں امی ـــ میں آپ کو مرنے نہیں دوں گا ۔ اور نہ ہی فی الحال
خود مرنے کا ارادہ ہے ۔ ایک زندہ لاش کی طرح آپ مجھے ہر وقت سامنے پائیں گی
بدفال منہ سے نہیں نکالا کرتے چلو ادھر بیٹھ جاؤ ۔ ماں محبت کے بھرپور
انداز میں اس کے رخساروں کو چھوتے ہوئے بولی ۔
میرے پردیسی بابا کہاں ہیں ۔ الیاس نے باپ کے بارے استفسار
لیا پھر الیاس نے عظمت پر ایک بھرپور نظر ڈالتے ہوئے اسے مخاطب کیا
عظمت تم تو ماشاءاللہ مجھ سے بھی جوان نکل رہے ہو ۔
عظمت کھل کھلا کر ہنس پڑا اور بولا ۔
مگر میں یہ جوانی کسی الفت کی نذر نہیں کروں گا ۔

عظمت کا جملہ سن کر الیاس تڑپ کر رہ گیا۔ مگر کیا مجال۔ جو پیشانی پر شکن تک بھی آئی ہو۔ وہی ہونٹوں پر یاس میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ، جو عظمت کا جملہ سن کر کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

الیاس ـــــ باہر سے کسی نے اسے آواز دی۔

دیکھو عظمت نذیر کی آواز ہے۔ کمرے میں بٹھاؤ اسے۔ الیاس چائے کا کپ عظمت سے لیتے ہوئے کہا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ نذیر کے سامنے چائے بیٹھا پی رہا تھا۔

کہاں رہتے ہو بھئی۔ نذیر اس کے پچکے ہوئے زرد گالوں کو دیکھتے بولا۔

کھنڈرات میں ـــــ یادوں کے تاریک کھنڈرات۔

یہ کہاں ہیں بھئی۔

یہ ـــــ الیاس مسکرایا ـــــ اور کپ کو میز کی سطح پر رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا۔

یہ وہاں ہیں جہاں زندگی سسکتی ہے۔ جہاں کی ہر رات رونی اور اپاہج کی طرح رینگتی رہتی ہے۔

بہن کی شادی کرنے آئے ہو گے۔ نذیر نے ماحول کو کرب ناک سے بچاتے ہوئے جلدی سے موضوع بدل دیا۔

الیاس اس کی اس حرکت پر مسکرایا اور بولا۔

ہاں کوثر کو الوداع کرنے آیا ہوں۔ گھر کا ایک تنکا بکھر جائے گا۔ پھر دوسرا ـــــ پھر تیسرا ـــــ اور ـــــ اور ـــــ پھر چاروں کے سائے ان دیواروں پر پھیل جائیں گے۔

میں اکیلا رہ جاؤں گا ـــــ

ضرورت سے زیادہ ہی حساس ہو ـــــ نذیر گہری سانس لے کر بولا۔

چائے پیو دوست ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ اور پھر میں ویسے بھی بہت تھک چکا ہوں۔

سفر سے یا اپنی زندگی کی طویل بھاگ دوڑ سے۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں ـــــ زندگی سے تھک جانے کا مقصد ہے۔ اپنے آپ کو موت کے جبڑوں میں دے دو۔ اور گزرے ہوئے کاروان کی گرد چہرے پر ڈال کر ہمیشہ کے لئے دفن ہو جاؤ۔ مگر میں تو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے کے لئے وجود میں آیا ہوں۔ مرنے کے بعد اپنی کہانی چھوڑ جاؤں گا۔ جو مجھے ہمیشہ دنیا والوں کے لئے زندہ رکھے گی ہمیشہ زندہ رکھے گی ـــــ نذیر اس کے چہرے پر پھیل جانے والے قوس و قزح کے رنگوں کو دیکھ رہا تھا جن پر ایک ٹھہراؤ تھا۔ عزم تھا۔ اور ایک تمکنت تھی۔

شاہدہ نے دو چار بار آنکھوں کو تیزی سے جھپکا۔
مگر نہیں اس کی بینائی اس کو دھوکہ تو نہیں دے رہی تھی۔
وہ الیاس ہی تھا۔ سفید قمیص، شلوار اور چیک کی واسکٹ میں۔
شاہدہ کو جیسے یقین نہ آ رہا ہو۔ مگر وہ خواب بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔
اس سے پہلے کہ وہ کسی رکشہ یا ٹیکسی کو روک کر بیٹھ جاتا۔

شاہدہ ہر قسم کے خطرے کو بالائے طاق رکھ کر تیزی سے اس کی
ف بڑھی۔

الیاس نے یوں ایک اجنبی لڑکی کو اپنا راستہ روکتے دیکھا تو ٹھٹھک
رک گیا۔

"فرمایئے ——"

مجھے پہچانئے —— وہ بلبلوں ایسی کھنک لئے بولی۔

اب جو الیاس نے ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈالی تو فوری طور پر سنبھل گیا
اس کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا۔

"آپ ——"

شکر ہے —— آپ نے پہچانا تو —— وہ ہونٹوں کے دونوں
یوں پر گلاب ایسی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے گنگنائی۔

"فرمایئے ——"

"دلکشا تک چلئے ——"

"کیوں ——؟"

آپ سے کچھ باتیں کرنا ہیں ——

چلئے —— الیاس کے دل کی دھڑکن یکلخت تیز ہو گئی تھی وہ یہی سمجھا
تھا کہ شاہدہ الفت کا کوئی پیغام دے گی۔ یا اس کے حالات سے باخبر کرے گی

دلکشا زیادہ دور نہیں تھا ۔ دونوں ایک خوبصورت کیبن میں پہنچ کر آمنے سامنے بیٹھ گئے ۔ شاہدہ نے بیٹھنے سے قبل پردے کو اچھی طرح درست کر لیا تھا ۔ کہ باہر سے کوئی انہیں دیکھ نہ سکے ۔

کیا منگواؤں آپ کے لئے ——

یہ فرض مجھے سونپ دیجئے ۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولا ۔

میزبانی کے فرائض انجام دینا چاہتی ہوں ۔

مرد اپنے لیئے گالی تصور کرتا ہے ۔ اگر اس کی موجودگی میں عورت اپنا پرس کھولے ۔

شاہدہ کھل کھلا کر ہنس پڑی اور بولی ۔

آپ کوئٹہ سے کب آئے ۔

کافی دن ہو گئے ——

کیا کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ ہے ——

کیا ہم اصل گفتگو کی طرف نہیں آسکتے ۔ الیاس کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا ۔

رسمی باتیں بھی تو ایک فرض کی حیثیت رکھتی ہیں ۔

مجھے ایسی باتوں سے ہی نفرت ہے ۔

اور الفت سے —— شاہدہ نے ایک دم سے دھماکہ کیا ۔

الیاس کا دل ایک بار پھر تیزی سے دھڑکا ۔ مگر دوسرے ہی لمحہ وہ ضرورت سے زیادہ محتاط ہو گیا ۔ اور اس کے ہونٹوں پر بڑی ہی دلاویز مسکراہٹ رقص کر اٹھی ۔

آپ کی مسکراہٹ قابل رشک ہے ——

" پسند آئی —— "

" کس سلسلے میں —— ؟

" آپ کے سوال کے جواب میں —— "

لیکن آپ کی مسکراہٹ میرے لئے جواب کی حیثیت نہیں رکھتی ۔

میں آپ کا سوال ہی بھول گیا ۔ الیاس لاپرواہی سے بولا ۔

میں پھر دوہرا رہی ہوں —— شاہدہ غضبناک انداز میں گویا ہوئی ۔

کیا آپ الفت سے اب نفرت کرتے ہیں —— ؟

پہلے کب کرتا تھا ——

موجودہ حالات کی بات کیجئے ——

حالات کی تپش محبت جیسے لافانی جذبے کو نہیں پگھلا سکتی ۔

یعنی کے آپ اب بھی اس سے محبت کرتے ہیں ۔

وہ محبت کیسی جو نفرت میں بدل جائے ۔

مگر تمام تر حالات الفت کے پیدا کردہ ہیں ۔

مجھے معلوم ہیں ـــــ الیاس نے اس کے سرکش کے اہم تیر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

شاہدہ نے بڑی تیزی سے اپنی جگہ پہلو بدلا۔ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ سی کھینچ کر دوبارہ بولی۔

پھر بھی آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔

"وہ صرف بے وقوف ہے ـــــ بے وفا نہیں ـــــ"

کیا بات ہوئی ـــــ؟ شاہدہ نے تیزی سے پلکیں جھپکیں۔

محترمہ میرا جذبہ ابھی تک صادق ہے۔ اور صادق جذبے فنا نہیں ہوا کرتے۔

مگر اسے تو آپ سے محبت تو ایک طرف رہی ہمدردی تک نہیں

آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ـــــ

میں اس کے زیادہ قریب رہتی ہوں۔

اور وہ چوبیس گھنٹے میرے سامنے رہتی ہے۔

"کیا مطلب ـــــ؟"

الیاس دھیرے سے مسکرایا۔ اور اس نے شاہدہ کو بغور پڑھا

پھر کچھ لمحوں بعد بولا۔

ایک بات کہوں برا تو نہیں مانوں گی۔ وہ سرکشی ایسے انداز میں!

وہ تکلف کی ہر دیوار پھلانگ گیا۔

فرمائیے ـــــ شاہدہ نجانے کیوں اس کے اس انداز پر نروس سی ہو گئی۔

جانتی ہو میں کیوں زندہ ہوں ـــــ الیاس اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نہایت ہی جارحانہ انداز میں بولا۔

اور شاہدہ اپنے وقت کی شاطر ترین اور منہ پھٹ لڑکی ہونق سی ہو کر استفہامیہ انداز میں الیاس کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

میں اس لئے زندہ ہوں کہ میرا جذبہ صادق ہے۔ میرا جذبہ اسلئے صادق ہے کہ وہ مجھے اب بھی چاہتی ہے۔ اور جس دن اس کے دل میں سے میری محبت ختم ہو گی۔ میرا جذبہ خود بخود مر جائے گا۔ اور جب جذبے کو نیند آ گئی تو میں مر چکا ہوں گا۔

مایوسی اور نامرادی نے شائد آپ کا ذہن الٹ دیا ہے۔ شاہدہ بے لبی سے کروٹ بدل کر بولی۔

میرے نزدیک دونوں الفاظ ہی گناہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اس دن خود بخود ہی مر جاؤں گا۔ جس دن الفت کے دل سے میری محبت ختم ہو گی ـــــ البتہ ـــــ یہ ضرور ہے کہ جہاں جہاں اس کی زلفوں کی اوس ٹپکی ہے وہاں ـــــ ان راستوں سے اب بھی غبار سا اٹھ رہا ہے

زمین اب بھی پیاسی ہے ۔ دل اب بھی بے کل ہے ۔

شاہدہ بُری طرح بے چین ہو گئی ۔ چہرے پر اضطراب کے گہرے رنگ
اس نے نظریں چراتے ہوئے بڑی بے بسی سے ہونٹوں کو چبایا تھا ۔

اتنے میں ویٹر اندر داخل ہوا ۔

چائے ___ الیاس نے آرڈر پیش کر دیا ۔ ویٹر ادب سے جھک کر باہر چلا گیا ۔

کیبن میں ایک ناگوار سی خاموشی مسلط ہو کر رہ گئی ۔ بالآخر شا
نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا ۔

مجھے ___ آپ سے ہمدردی ہے ___

اور مجھے آپ کی حالت پر رحم آ رہا ہے ۔ وہ برجستہ بولا ۔

کیا مطلب ___ ؟ وہ بے ساختہ چونکی ۔

اب کھل جائیے ___ الیاس اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا

" مم ___ میں سمجھی نہیں ___ "

آپ کیا چاہتی ہیں ___ ؟

دیوانوں سے بات کرنا مصیبت ہے ___

اور کچھ ___ الیاس کی مسکراہٹ جلا دینے والی تھی ۔

اب شاید میرے اس طرح مل بیٹھنے سے غلط رنگ لے بیٹھے ہیں

نہیں میں جانتا ہوں کہ آپ بہت اچھی لڑکی ہیں ۔ الفت کی دوست بھی ہیں ۔ مجھے وہ دن بھی اچھی طرح یاد ہے جب ایک دن پکچر کا پروگرام بنا تھا جس میں الفت پیش پیش تھی ۔ مگر آپ نے نہ جانے اسے کیا کہہ دیا تھا جو وہ پکچر پر نہیں گئی تھی ۔ میں نے اس وقت آپ کی آنکھوں میں کچھ ایسے رنگ دیکھے تھے ۔ جیسے الفت کے انکار پر کوئی دلی طور پر محفوظ ہوا ہو ۔ کیا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ نے اسے کیوں روکا تھا ۔

" میں نے ___ "

" ہاں آپ نے ___ "

آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی ۔

آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے ۔

" مجھے ___ "

" کی ہے نا ___ "

" پھر ___ "

تم نے کیا کھویا ___ اور کیا پایا ___ "

نہ کچھ کھویا ___ اور نہ ہی کچھ پایا ___

مگر میں جانتا ہوں کہ تم نے اپنا سب کچھ کھو دیا ۔

سب کچھ سے کیا مراد ہے آپ کی ___ الفت کا ذہن چیخ
رہ گیا۔

ایاس اپنے مخصوص انداز میں مسکرایا۔ اور اس کی طرف قدرے
جھکتے ہوئے بولا۔

نامراد ہو ___ اور دوسرے کو بھی اپنا جیسا دیکھنا چاہتی ہو
میں نے کسی سے محبت نہیں کی۔ اور آج کل کی محبت سوائے
پرستی کے اور کچھ نہیں۔ شاہدہ جھینپتے ہوئے بولی۔

بڑا گہرا تجربہ ہوا ہے آپ کو۔

مسٹر ایاس ___ شاہدہ کا چہرہ گلنار ہو گیا۔

محترمہ شاہدہ ___ میں جانتا ہوں کہ آپ بہت اچھی
آپ بد اخلاق اور بدتمیز بھی ہیں۔

کچھ اور کہیئے ___ برا نہیں مانوں گا۔ ___

شاہدہ کا سانس پھول گیا۔ وہ ایاس کو مسلسل گھورے
تھی۔

کیا آپ کچھ اور کہنا چاہتی ہیں۔ وہ حسب معمول پرسکون اند
بولا۔

میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ ___ الفت بے وفا ہے۔

آپ کو دھوکہ دیا ہے۔ اور آپ اس قدر بے وقوف ہیں کہ ابھی تک اسے
گلے کا ہار بنائے ہوئے ہیں۔

ان معلومات کا شکریہ محترمہ شاہدہ۔

اگر یہ جھوٹ ہے تو میری باتوں کی صداقت کو آزما دیکھیے۔

طریقہ کار بھی بتا دیجئے۔

اسے بلوایئے ___ دیکھئے وہ آپ سے ملنا بھی پسند کرتی ہے یا
نہیں۔

میں ان لغویات میں پڑنا نہیں چاہتا ___

تو پھر آپ لکیریں کیوں پیٹتے رہتے ہیں۔

ایسی بھی کوئی بات نہیں ___

پھر سمن آباد آنے کا مقصد ___

کیا یہ جرم ہے ___؟

نہیں آپ بتایئے پہلو مت بچایئے۔ شاہدہ تیز ہو کر بولی۔

بتا دوں ___ ایاس نہایت معصومیت سے بولا۔

بتایئے نا ___ شاہدہ اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ چکی تھی۔

اچانک پردہ سرکا اور ویٹر چائے لے کر اندر داخل ہوا۔

میز کی سطح پر برتن چن کر جونہی وہ باہر نکلا۔ ایاس نے شاہدہ کی طرف

اس طرح دیکھا جیسے کہہ رہا ہو ۔ آپ کو ہی تکلیف اٹھانا پڑے گی ۔
شاہدہ نے الیاس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے کرسی پر پہلو بدلا
موجودہ ماحول اب اسے فرغول کا ثبوت دینے سے روک رہا تھا ۔ کیونکہ
بات ہی نازک مرحلے پر پہنچ چکی تھی ۔ کسی لمحے بھی کوئی دھماکہ ہو سکتا ہے ۔
تلخی دونوں کے درمیان پیدا ہو چکی تھی ۔
مگر پھر بھی اسے اپنے آپ پر ضبط کرتے ہوئے اخلاقاً چائے بنانے
مجبور کر لیا ۔
شکریہ ـــــ الیاس چائے کی پیالی پکڑتے ہوئے مسکرایا ۔
اور اپنے سامنے رکھی ہوئی پیالی کی چائے سے اٹھنے والی گرم گرم
پر نظریں جمائے ہوئے تھا ۔ وہ بولا ۔
ان راستوں پر کچھ نقوش چھوڑ گیا تھا ۔ انہیں تلاش کرنا چاہتا تھا ۔
وہ کس لئے ـــــ ؟
کیونکہ کچھ پھول میں نے وہاں ڈال رکھے تھے ۔ اور دیکھنا چاہتا تھا
پتی پتی ہو کر بکھر جانے والے پھولوں میں کچھ خوشبو باقی ہے یا نہیں ۔ یا وہ بھی
معلوم کر لیا ـــــ "
ہوں ـــــ
کیا ـــــ ؟

الفت کیسی ہے ۔ الیاس تپش عشق میں جلتے ہوئے ایک دم بھڑک اٹھا ۔
پہلے سے بہتر ہے ۔
میرا اسے سلام کہنا ـــــ اور کہنا ـــــ کہ گنگارام کے پارک میں کھلنے
کے تمام تر پھول اداس ہیں ۔ وہ مرجھاتے جا رہے ہیں ۔ انہیں کسی کی زلفوں کی
زینت چاہیئے ۔
کہہ دوں گی ـــــ "
یہ بھی کہنا کہ ہم نے اپنی آخری سانس بھی صرف تمہارے لئے رکھ چھوڑی
ہے ۔ اور کبھی ضرورت پڑ جائے تو آواز دے لینا ۔
الیاس جذبات کی لہروں میں بہتا ہوا بہت دور نکل گیا ۔
شاہدہ اس کی طرف پلک جھپکائے بغیر دیکھے جا رہی تھی ۔
اور الیاس چائے سے اٹھنے والی بھاپ پر نظریں جمائے تھرتھراتے ہوئے
ہونٹوں سے کہے جا رہا تھا ۔
اس سے کہنا کہ ہم نے جو چاہت کے پھول اس کیلئے چنے تھے ۔ وہ ابھی
مرجھائے نہیں ۔ ان میں اب بھی وہی دوشیزگی اور خوشبو باقی ہے ۔
شاہدہ اسے یوں بہکتے دیکھ کر جلدی سے اٹھی اور کیبن سے نکلتی چلی گئی ۔
مگر الیاس کو اس بات کی خبر نہ ہوئی ۔ وہ کہے جا رہا تھا ۔
" اور اسے کہنا ـــــ "

کہ وفا کی رسم یوں بھی نبھائی جا سکتی ہے کہ تو اپنے ماحول سے بغاوت کرتے ہوئے اس بربط حیات کی گود میں سمٹ آؤ ـــــ پھر اس سے اٹھنے والے نغمے تمہارے دل کی گہرائیوں میں اتر کر پتھر سے الماس بننے پر مجبور نہ کر دیں تو میری چاہت جھوٹی۔

"اوہاں ـــــ"

اسے یہ بھی کہنا ــــ تیرا دل بن کر زمانے کی رسموں پر مت جاؤ۔

ذرہ دل پر ہونے والی دستک کی آواز تو سنو ـــــ جو ـــــ ہر لمحہ یہی سرگوشی کرتی سنائی دے گی کہ تم دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا ہوئے ہو نجانے تم ان سرگوشیوں کو کیوں نہیں سنتی۔

" اے الفت ـــــ"

اے حوا کی بیٹی ـــــ اے لیشورعا و پیغمبر کی بیٹی ـــــ "وفا کے نام پر مٹنا۔ دیکھ کہیں ایسا نہ ہو تم بھی ان عورتوں میں اپنا شمار کرا لو جو پہلے بھی اس راہ میں اپنی بے وفائی کی ان گنت داستانیں اور بدنما داغ چھوڑ چکی ہیں۔

دنیا والوں کی باتوں میں مت آؤ ـــــ یہ دل والوں کو جینے ہی کب دیتے ہیں ـــــ اور دیکھو شاہدہ تم اسے جا کر کہنا کہ وہ اپنے یاقوتی ہونٹوں کے تبسموں کو ڈھانپ لے۔ ان پر کھیلنے والی مسکراہٹ مجھے جینے نہیں دیتی۔

اسے جا کر کہنا کہ اپنی بکھری ہوئی زلفوں کو اب باندھ لے۔ ان میں پھول ٹانکنے والا اب نہیں آئے گا۔

اور شاہدہ اسے یہ بھی کہنا کہ ـــــ اتنا کہتے ہی الیاس نے نظریں اٹھا کر جب شاہدہ کی طرف دیکھا تو اس کی کرسی خالی پائی۔

اس کے ہونٹوں سے ایک سرد سی سانس نکل کر کیبن کی فضا کو بوجھل کر گئی۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس نے میز کی سطح پر یوں سر ڈال دیا جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر ویرانوں اور ریگستانوں میں چلتے چلتے تھک کر [illegible] گیا ہو۔

لعنت ہو ایسی محبت پر۔ کمبخت نے ذہن کو اتھل پتھل کے رکھ دیا۔ شاہدہ دھماکہ کرنے والی آوازیں اور فرش پر پاؤں مارتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

الفت نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا میگزین گود میں رکھتے ہوئے بولی۔

کیا کسی سے پٹ کر آ رہی ہو۔ شاہدہ قریب کی کرسی پر اپنے آپ کو گراتے ہوئے بولی۔

حلیہ تو تمہارا خود یوں بگڑا ہوا ہے۔ جیسے کسی گھونسلے کے تمام تر تنکے بکھیر دیئے گئے ہوں۔ الفت نے برجستہ چوٹ کی۔

"تمہارے عاشق سے ملاقات ہوئی تھی ۔
"کیا مطلب ۔؟ الفت نے اُسے تیز نظروں سے گھورا
"عاشق کا مطلب نہیں یا ملاقات کا ——
تمہیں ہمیشہ عادت ہے بات کو گھما پھیرا کرنے کی
کچھ کہنا ہے تو سیدھے طریقے سے بھی بات کرسکتی ہو"
تمہارے عاشق صادق سے ملاقات ہوئی تھی
جس کا نام مسٹر الیاس ہے ۔
"پھر ——"
پھر یہ کہ اونٹ اے ورنٹ تیرے کونسی بھی سیدھی
"کیا بات ہوئی ——"
پہلے میرے لئے چائے بناؤ —— دیکھا میں ویسے
چھوڑ آئی ہوں ۔
کیسے چھوڑ آئی ہو ۔
الیاس اور چائے کو ——
شاید تم کوئی اہم بات کہنا چاہتی ہو ۔

"پہلے چائے —— وہ درویشانہ انداز میں
بولی الفت نے اُسے تیز نظروں سے گھورا۔ پھر
اُٹھ کر باہر نکل گئی —— جب کچھ دیر بعد واپس
آئی تو وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہی تھی
"ہاں اب بکو —— کیا کہنا چاہتی ہو"
تمہیں ایک مشورہ دینا چاہتی ہوں، اور
اُسے فوری طور پر قبول کرلو ——
قابل قبول ہوا تو ضرور کرلوں گی ۔
حالات سے بغاوت کردو۔
کیا مطلب ——
بغاوت —— گھر والوں سے بغاوت ورنہ
جہاں وہ کہتے ہیں شادی کرلو —— یہ کوئی
اتنا اہم مشورہ تو نہیں —— الفت نے اُسے
گھورا بغاوت کرنے کی تم میں سکت نہیں،
تو پھر والدین جہاں چاہتے ہیں وہاں شادی کرلو

تم الیاس سے ملاقات کی بات کر رہی تھیں
تمہیں — ہر جگہ بدنام کرتا پھر رہا ہے، ہر ایک سے
اپنے عشق کا رونا روتا پھر رہا ہے —— خود کو
باوفا اور تمہیں بے وفا بزدل بنا کر پیش کر رہا
ہے - یوں کب تک چلے گا مائی ڈیئر اُلفت
کھُل کر بات کرو -

گنگا رام ہوسٹل کے پارک کے پھولوں کی،
باتیں کر رہا تھا - کہہ رہا تھا کہ وہ مرجھا رہے
ہیں انہیں تمہاری زلفوں کی اوس چاہیے تاکہ
سرسبز اور شاداب ہو سکیں۔ بہت دیوانوں جیسی
باتیں کر رہا تھا - کہہ رہا تھا کہ وفا ایسے کہتے
کہ تو والدین سے بغاوت کر دے۔ ورنہ دنیا
والے تمہیں بزدل کہیں گے دراصل وہ چاہتا
تھا کہ تو اپنے ماں باپ اور خاندان کے
سروں پر اونچی ایڑھی کے جوتے مار کر چپکے سے
بھاگ کر اس کے پاس چلی آ— یہی رسمِ الفت
ہے - اس کو محبت کہتے ہیں اور اگر اسے محبت
کہتے ہیں تو سدا الفت ہے ایسی محبت پر جس
کے لئے باپ کی دہلیز چوروں کی مانند عبور
کرنا پڑے۔ ماں کی کوکھ کو جلا کر۔
محبت کے دم بھر جائے — لعنت ہو— ہزار بار

الفت — شاہد— ناک منہ چڑھا کر بولی، پھر
دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی - تمہاری
اس موئی چائے کا کیا ہوا ——

کچھ مزید کہنا چاہتی ہو——

اور کیا سننا چاہتی ہو، الفت نے ایک گہری
سانس لی اور بولی، وہ کوئٹہ سے کب آیا ہے
اگر پھر ملاقات ہوئی تو دن اور تاریخ،
معلوم کر آؤں گی -

الفت نے اُسے گھور کر دیکھا اور بولی میں

مشرقی لڑکی ہوں ــــ اپنے جذبات پر والدین
کو قربان نہیں کر سکتی ــــ

پھر شادی کر لو ــــ جہاں وہ چاہتے ہیں

یہ بھی نہیں کر سکتی ـ

پھر ڈر ــــ مت

حرام موت خدا کو پسند نہیں ـ

محبت کی راہ میں مرنے والے شہید کہلاتے
ہیں بڑے خطرناک موڈ میں معلوم ہوتی ہو۔
مفت مشورے دے رہی ہوں ــــ بہرکیف
تم چاہتی کیا ہو ــــ الیاس سے شادی۔

"اگر نہ ہوئی تو ــــ"

ساری عمر قسمت کو روتی رہوں گی۔ سب
بکواس ہے ۔ جھوٹ ہے ــــ یہ سب جسمانی،
کھیل ہیں ــــ جب تمہیں کوئی شوہر مل جائے گا
تو تم الیاس کو یاد کرنا تو کیا خیال تک نہیں کرو گی

اور اگر اس عاشق کی شادی ہو گئی تو فوراً وہ
اپنی بیوی کو یہی کہے گا کہ دنیا میں تم حسین ترین
عورت ہو ــــ اور اضافہ ختم ہو جائے گا ــــ

یہ سب فراغت کی باتیں ہیں جوانی کے تقاضے
ہیں۔ جب تم دونوں اپنے اپنے گھر آباد کر لو گے
تو سب کچھ بھول جاؤ گے اور اگر سب کچھ یاد
آگیا تو اپنی بیوقوفی کے لمحے یاد کر کے مان جایا کرو گے ـ

معلوم ہوتا ہے بہت تجربے کر رکھے ہیں تم نے

چاہئے نہیں ابھی تک آئی ـ

آجائے گی رسی مت تڑواؤ ــــ

گھبراؤ نہیں میں بھاگنے والی نہیں ــــ ویسے
تمہارا مشرقی پن بڑا صادق ہے اور تمہاری باتیں سن کر
تم پر پیار آتا ہے ـ

اس پر ــــ" الفت مسکرائی ۔

شاہدہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہو اتنے میں اس کا چھوٹا

بھائی چائے کے برتن لے کر آ گیا اور دونوں کچھ دیر
کے لئے خاموش ہوگئیں۔ جب دونوں پھر تنہا،
ہوئیں تو پہل شاہدہ نے کی گھر میں کچھ سناٹا زیادہ
ہی گہرا ہو گیا ہے ـــــ اور یہ آثار کچھ اچھے نہیں،
مجھے شامت اعمال نے گھیرا ہوا ہے۔ اور محبت
بورژیت بد غیبب بنی ہوئی ہے ـــــ الفت
کراہ کر بولی۔

ایک مزید مشورہ دوں۔

"چلو دے ڈالو ـــــ

یہ آخری ـــــ اور نیک مشورہ ہے مان لو تو
ساری عمر خوش و خرم رہو گی ورنہ برباد ہو
جاؤ گی ـــــ

چلو جلد ـــــ بکو۔

ماں باپ کی بات مان کر جہاں وہ کہتے!
شادی کر لو بہت کوشش کروں گی ـــــ الفت

ناگواری سے بولی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ
تم برا مان گی ہو۔

میرا خیال ہے اب تم اپنے مشورے دینا
بند کر دو میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔
اگر یہ مشورہ نہیں مانو گی تو سدا پریشان
رہو گی اس لئے عزت اور خاندان کا بھرم اس
بات میں ہے کہ اپنے مقتول قسم کے جذبات
کچل دو ـــــ

چائے پیو ـــــ الفت پریشان ہو کر بولی
اور شاہدہ نے چائے کا گھونٹ پیتے ہوئے
اسے تیز نظروں سے گھورا، پھر وہ کچھ دیر
بعد اٹھ گئی اور الفت ہمیشہ کی طرح پھر
تنہا رہ گئی لیکن یہ تنہائی زیادہ دیر قائم
نہ رہ سکی گھر میں جو کھچڑی پک رہی تھی اس
کا رزلٹ جلد ـــــ ہی نکل آیا۔ ماں نے

بڑے پیار سے کہا کہ بیٹی اپنے خط الیاس سے منگوالو — جو مجھے یقین ہے کہ تمہیں وہ واپس نہیں دے گا — کیونکہ وہ اُن، خطوں سے تمہیں تمام زندگی بدنام اور بلیک میل کرتا رہے گا وہ ایسا نہیں کرسکتا امیؔ۔ نہیں کرسکتا تو خط منگواؤ —

ماں تو چلی گئی لیکن اپنے پیچھے ایک چنگاڑ چھوڑ گئی۔

"کیا الیاس خط دے دے گا —"

یہ ایک سیاہ لکیر تھی یہ ایک بھیانک خدشہ تھا جو اسے مزید گھر والوں کے سامنے ذلیل کروا سکتا تھا اس کا دل ڈوب ڈوب جا رہا تھا — اُسے کسی طرح چین نہیں تھا اگر الیاس نے خط نہ دیئے تو — ! الفت کا دل بیٹھ سا گیا — شکوک کی

سیاہ لکیر اس کے دل پر کھنچ سی گئی تھی لیکن اس کے باوجود — اس نے اپنے بھائی کو خط لینے بھیج دیا تھا —

"وہ خط نہیں دے گا — پھر سے اقبال بیگم کی دھاڑ سنائی دی —" وہ اتنا بیوقوف نہیں کہ شرافت سے خط واپس کر دے — ارے میں تو کہتی ہوں خطوں کو جہنم میں جھونکو پروا نہیں۔ نہیں دیتا نہ دے کیا بگاڑے گا وہ بیٹی الفت کا — جوانی میں ایسے چونچلے اکثر بچوں سے ہو جاتے ہیں الفت نے بھی اگر بھول کر لی ہے تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے —

ماں نے کچھ کہا تھا — لیکن الفت تک آواز نہ پہنچی وہ اتنی صاف نہیں تھی کہ مفہوم واضح ہوتا —

گھر میں پھر وہی کھچڑی پکنا شروع ہو گئی تھی ۔ اور الفت اپنے کمرے میں چور بنی مجرموں کی مانند بیٹھی رہی جوں جوں وقت گذر رہا تھا اُس کا دل ڈوبتا جا رہا تھا ـــــ لیکن الفت کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا ـــــ باہر پھر شور مچ گیا تھا ـــــ لیکن آوازیں صاف نہیں تھیں اچانک اُسے بہت سارے قدموں کی، آوازیں اپنے کمرے کی طرف بڑھتیں سنائی دیں اور وہ میز پر اٹھ کر بیٹھ گئی اندر داخل ہونے والے اُس کے والد والدہ اور اقبال بیگم تھیں ۔ تینوں بڑی خاموشی سے کمرے میں داخل ہوئے تھے اور الفت سر جھکائے اپنے بستر پر لدی بیٹھی تھی جیسے عنقریب تختہ دار، پر چڑھائی جانے والی ہو،

خاموش نگاہیں ـــــ الفت کی طرف اٹھی ہوئی تھیں ۔

اور کمرے میں ایک لہر فطری سا سناٹا چھایا ہوا تھا ۔ کسی کے مُنہ سے آواز، تک نہیں نکل رہی تھی ۔

اچانک یوسف صاحب بولے ۔

"تمہارے کرتوت نامے ـــــ سب واپس آگئے ہیں ۔ الفت کچھ نہ بولی بس اس کے ہونٹ لرز کر رہ گئے تھے ـــــ چلو یہ تو اچھا ہوا تھا کہ اس کے خط واپس آگئے تھے ۔ اس کا بھرم رہ گیا تھا ـــــ کم از کم گھر والے اور خاص طور پر اقبال بیگم کے دعوے جھوٹے ہو گئے تھے ۔

اُسے کم از کم مذمت اٹھانا پڑی تھی اور الفت کی یہ بہت بڑی جیت تھی

اُس نے لرزتی کانپتی نگاہوں سے اپنی تائی اقبال بیگم کی طرف دیکھا جو ہونٹوں پر مکروہ سی مسکراہٹ لیئے اُسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ الفت کے دل میں اس کیلئے نفرت کی لہر سی اٹھی اوراس نے نظریں جھکالیں۔

اس کے تمام مہرے پٹ گئے تھے۔

اس کے جال کا ہر دھاگا ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔

ہر اندیشہ بے بنیاد ثابت ہوا تھا۔

"اور ——"

یہ دل سے پانی لبلبے کی مانند پھوٹ گیا تھا۔

یوسف صاحب کہہ رہے تھے۔ مخاطب الفت سے ہی تھا۔

دیکھو یہ خطوط تمہارے ہی ہیں۔

جی —— جی —— الفت باپ کی نظروں کی تیز چبھن اپنے چہرے پر محسوس کرتے ہوئے بولی۔

پورے ہیں نا —— اقبال بیگم آخر پٹاخ سے بول ہی پڑیں۔

پھر اس سے قبل کہ الفت کچھ جواب دیتی۔ خود ہی جلدی سے ناک منہ چڑھاتے ہوئے بولی۔

پورے کہاں ہوں گے۔ بیٹی الفت کو یاد تھوڑے ہی ہوں گے کتنے خط تھے اس نے ضرور کچھ کام کے خط رکھ لئے ہوں گے۔

اب وہ اتنا بے وقوف تو نہیں کہ اس قدر فرماں برداری سے خط واپس کردیتا۔

الفت نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے خطوں کا شمار کیا اور

ماں کی صورت دیکھتے ہوئے بولی ۔

پڑھ رہے ہیں ۔

ایک دھماکہ تھا جو اقبال بیگم کو اپنے سینے میں گھولنے کی طرح برداشت کرنا پڑا ۔

مگر وہ ہار ماننے والی کہاں تھی ۔ ہٹ سے بولی ۔

لے لو ـــــ بھلا تمہیں کب یاد ہوں گے کہ کتنے خط تھے ۔

مجھے یاد تھے ۔ الفت ایکدم چیخ سی پڑی ۔ وہ اقبال بیگم کی باتوں سے مسلسل اپنی توہین محسوس کر رہی تھی ۔

کمرے میں ایک دم سے سناٹا چھا گیا ۔

الفت پھر ہونٹ چباتے ہوئے بولی تخاطب اقبال بیگم سے ہی تھا ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے کب اور کس موقع پر کون کون سا خط لکھا تھا ۔ اتنا کہتے ہی وہ تیزی سے اٹھی اور کمرے سے نکلتی چلی گئی ۔

یوسف صاحب نے ایک طویل سانس لی اور کرسی پر یوں گر گئے جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر ٹھنڈی چھاؤں ملتے ہی آرام سے بیٹھ گیا ہو ۔

اس کا چہرہ اب پرسکون تھا ۔

ایک گہرا اطمینان تھا جو اس کے نقوش پر چھایا ہوا تھا ۔

جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑا مسئلہ حل کر لیا ہو ۔

شاد بیگم ایک ماں تھی ۔ ماں کا دل رکھنے والی شاد بیگم اقبال بیگم کی باتوں سے پژمردہ سی گئی تھی ۔ لہٰذا اس کو مخاطب کرتے ہوئے بولی ۔

اگر الفت اسقدر یقین سے کہہ رہی ہے تو خط پورے ہی ہوں گے ۔ گنتی کے چند ایک دو خط ہیں ۔

اللہ کرے پورے ہی ہوں ۔ اقبال بیگم نے پھر پینترا بدلا ۔ اور بولی ۔

گھر کی بیٹی ہے اس گھر میں اس کا دشمن تو کوئی نہیں ۔ لیکن نجانے کیوں یقین نہیں آ رہا کہ اس نے اس قدر خلوص کا ثبوت دیا ہوگا ۔

خطوں کی اہمیت ہی کیا تھی ۔ وہ تو الفت بیٹی ضد میں آ گئی تھی کہ واپس لئے جائیں ۔ ورنہ ہماری جوتی کو بھی پرواہ نہیں تھی ۔

شاد بیگم نے اب خطوں کی اہمیت کو ہی ختم کر دینا چاہا ۔

اقبال بیگم ہلکے سے مسکرا پڑیں ۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ خطوط ہاتھ نہ آنے سے قبل یہ لوگ کتنے سہمے ہوئے تھے ۔ مگر اب کسقدر شیر ہو رہے ہیں ۔

وہ مسکرا کر بولی ۔

چلو ـــــ جان چھوٹی ـــــ کسی بات کا خطرہ تو جاتا رہا ـــــ

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں ـــــ ادھر اپنے کمرے میں الفت ـــــ ہر خط کو کھول کھول کر پڑھ رہی تھی ۔

ماضی کے حسین ورق اس کے سامنے پھڑپھڑا رہے تھے ۔

ماضی کے دریچوں سے جھانکتی ہوئی حسین یادیں اس کے سامنے تھیں۔

اف وہ دن ــــ الفت نے ایک جھرجھری سی لی۔

اور اسی لمحہ اچانک ایک خط اس کے سامنے آگیا۔ اس نے خطوط کے پلندے میں پہلے بھی اسے دیکھا تھا۔ لیکن وہ دوسروں کے سامنے اسے نظرانداز کر گئی تھی۔ اب جو وہ دوسری بار سامنے آیا تو وہ چونک پڑی۔ یہ اس کا اپنا خط نہیں تھا۔ بلکہ اس کے نام لکھا گیا تھا۔ لفافے سے کاغذ نکالتے ہوئے اس کے ہاتھ بری طرح لرز رہے ــــ اس نے چور نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر جیسے ہی کاغذ کی تہہ کو کھول کر اس نے سامنے رکھ کر تحریر پر نظر ڈالی تو اس کی سانس تک رک گئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ کرسی چھوڑ کر اٹھ گئی۔ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے قدم بری طرح لڑکھڑا رہے تھے۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ پھر پلٹ آئی تھی۔

نجانے آج وہ کیوں محسوس کر رہی تھی کہ جیسے کہ وہ کوئی بہت بڑا جرم کرنے والی ہو۔

اس نے بالآخر اپنی لرزتی ہوئی نگاہوں کو خطوط پر پھیلی ہوئی تحریر پر جما دیا ــــ

میری الفت ــــ!

سلام الفت ــــ

تمہارے خطوط جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے تھے۔ جو میرے لئے سرمایۂ حیات تھے۔ آج لوٹا رہا ہوں۔ ماضی کے یہ اوراق جن پر تمہاری محبت اور والہانہ چاہت کے نقش ثبت تھے وہ بھی آج مجھ سے چھین لئے گئے ــــ مگر ــــ دیکھو ــــ میں نے اف بھی نہیں کی۔

جانتی ہو کیوں ــــ؟

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ خط تو نے منگوائے تھے۔ یہ تو خط تھے۔ اگر تو نے میری سانس مانگ لی ہوتی تو اپنی پرستش کی قسم میں تب بھی انکار نہ کرتا۔

میں تجھے کوئی الزام نہیں دینا چاہتا۔ میں تمہاری بے وفائی کی داستان نہیں دہراؤں گا۔ تو اگر میرے بغیر خوش رہنا چاہتی ہے تو میں خود تیرے راستہ کا ہر کانٹا ہر دیوار خود گرا دوں گا۔

مگر الفت ــــ میری الفت ــــ ذرہ سوچو تو ــــ

کہ یہ کیسی رسم الفت ہے

مجھے تمہارے تغافل سے کیوں شکایت ہو۔

میری تمنا میری احساس کا تقاضہ ہے۔

مجھے تمہاری جدائی کا کوئی رنج نہیں

میرے خیال کی دنیا میں میرے پاس ہو تم ۔
مگر مجھے یہ بتادو کہ کیوں اداس ہو تم
تمہیں خبر نہیں کہ میری زندگی کی آس ہو تم

میں نے تمہارے خطوط نہیں ۔ بلکہ میں نے اپنی تمام سرمایہ اور کل پونجی اور اپنی زندگی کا حاصل آج تمہیں لوٹا دیا ہے ۔ جانتی ہو کیوں ؟

میں اپنی روح کی ہر خوشی مٹا لوں گا ۔
مگر تمہاری حسرت مٹا نہیں سکتا ۔
میں خود کو موت کے ہاتھوں میں سونپ سکتا ہوں ۔
مگر تیرے نرگسی میخانے کو چھلکتے دیکھ نہیں سکتا ۔

مگر یہ تو بتا دو الفت یہ کیسی رسم الفت تھی ۔ تو تو میرے بغیر رہ نہیں سکتی تھی ۔ پھر تو نے اتنی مدت کیسے جی لیا ۔

وفا کے نام پر کھائی ہوئی قسمیں کیا ہوئیں ۔ تو نے خدا کو ضامن جان کر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا تھا ۔ وہ تمہارے جوڑے کا پھول تو اب مرجھا گیا ہو گا ۔ میں اکثر رات کی تنہائیوں میں جب تمہیں آوازیں دیتا ہوں ـــــ تو تم میرے تصور میں چلی آتی ہو ۔ مرجھائے ہوئے پھول کی طرح اداس اداس سی لگتی ہو ـــــ نجانے تم کون سے دکھ اٹھا رہی ہو ـــــ شاید تم سمجھتی ہو کہ بہت دور ہو مجھ سے ـــــ نہیں الفت ـــــ میں نے تو تمہاری مورتی بنا کر دل میں چھپا رکھی ہے ـــــ کچھ تجھے جان کر سجدہ ریز رہتا ہوں ـــــ کچھ سمجھ کر ہر لمحہ پرستش کرتا رہتا ـــــ میں تمہاری پرستش سے غافل تو نہیں ۔

مگر ـــــ یہ تمہارے کنول ایسے رسیلے ہونٹ کیوں سکڑے ہوئے ہیں ان پر نفرت کا کھنچاؤ کیوں اجاگر رہتا ہے ـــــ کسی نے بہکا دیا ہے تمہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ تو بے وفا نہیں ـــــ تو تو سراپا محبت ہے ـــــ تو تو تنویر وفا کی دیوی ہے ۔

اے تنویر وفا ـــــ یاد رکھنا ـــــ تو نے جس بزرگ برتر کو ضامن بنایا تھا ۔ وہ اپنا بھرم نہیں کھوئے گا ۔ ایک دن ایسا آجائے گا کہ تو میری ـــــ صرف میری بن کر زندہ رہے گی ۔

آہ ـــــ ! ذرہ دیکھو تو کس حال میں ہوں میں ۔ تمہاری جدائی کا غم کیسے برداشت کر رہا ہوں ۔ روز مرتا ہوں اور روز جیتا ہوں ـــــ دیکھو میرے ہونٹوں پر آج خوشی کی کوئی کرن نہیں ۔ میرے مریل ہونٹوں پر ذردی قدم رکھے ہوئے ہے ۔

میری آنکھوں کی چمک ماند پڑتے پڑتے ختم ہو گئی ۔ انتظار کرتے کرتے یہ آنکھیں تھک گئیں ـــــ لوٹ آؤ الفت ـــــ لوٹ آؤ ـــــ ایسا نہ ہو کر تڑپتے تڑپتے مرجاؤں ـــــ نامراد اور تمہاری بے وفائی کا داغ لے کر مرجاؤں ۔

یہ دن اور راتیں روتی رہتی ہیں۔ اور میں آبلہ پاؤں کی طرح رینگتا رہتا ہوں
خدارا ___ لوٹ آؤ ___ اگر تم سب کچھ بھول گئی ہو۔ تمہارا حافظہ کسی نے
چھین لیا ہے تو چپکے سے چلی آؤ۔ میں تمہیں سب کچھ یاد کرا دوں گا۔

اور اگر ___ معاف کرنا الفت میری جرأت تخاطب پر مری تو ___
اگر تم نے محبت کو ایک کھیل سمجھ کر کھیلا ہے۔ جوانی کا کوئی حسین تقاضہ پورا کیا
ہے۔ تو سمجھ لو کہ تمہارا یہ کھلونا ___ جس سے تم دل بہلاتی رہی ہو ___ وہ
آج ٹوٹ گیا۔

اور اگر کچھ تمہیں اپنی بے وفائی اور میری پرستش کا احساس ہو گیا تو میں
جانتا ہوں کہ تو پاگل ہو جائے گی۔ کیوں کہ تو بڑی احساس ہے ___ بڑی
نازک ہے۔ اور لطیف ہے۔

پھر دیوانوں کی طرح تو مجھے آوازیں دے گی۔ لیکن میں تمہیں نہیں ملوں گا
اور تم تمام زندگی پاگلوں کی طرح رہ کر گزار دو گی۔

ہر طرف ایک ہی شور ہوگا۔ کہ الفت پاگل ہو گئی۔ الفت پاگل ہو گئی۔
کیا تو بزرگ برتر کا مذاق اڑا کر اور اس تڑپتے ہوئے دل کی آہ لے کر پاگل ہی ہونا
چاہتی ہے ___ جواب دو ___ پاگل لڑکی ___

___ (تیرا دیوانہ)

الفت نے تڑپ کر خط کو دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں بھینچ لیا۔ اس
کا دل بڑی تیزی سے دھڑکے جا رہا تھا۔ چہرہ ندامت اور اذیت سے سرخ ہو رہا
تھا۔

اور وجود تو کسی خزاں رسیدہ خشک پتے کی مانند لرزے جا رہا تھا۔

اس نے ایک بار پھر مٹھی میں جکڑے ہوئے کاغذوں کو دیکھا اور کپکپاتے
ہوئے ہونٹوں کے درمیان بولی۔

یہ ___ یہ گھر والے سب پاگل ہیں ___ میں پاگل نہیں ہوں۔
آ رہی ہوں ___ میں آ رہی ہوں۔

الفت نے سسکیاں لیتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا
اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہوں۔
کوئی اس کے کانوں میں سرگوشیاں سی کر رہا تھا۔

تو تو تنویر وفا کی دیوی ہے ___
تو تو سراپا محبت ہے ___
تو تو طور ہے جس کی پرستش کی جا رہی ہے۔
اور تو وہ کچھ ہے۔ جس کے لئے عشق سجدہ ریز ہو گیا۔

الٰہی ___! اس کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا اور اس نے
بڑی بے بسی سے سر مسہری کی سطح پر ڈال دیا۔
جیسے وہ دل میں یک بیک اٹھنے والے طوفان کے سامنے بے بس ہو گئی ہو۔

سرد ہوتی ہوئی رُت کے دھوئیں کے ہمراہ
ہاتھ پھیلائے کھڑے آتے ہیں بوجھل سائے
کون پونچھے مِری آنکھوں کے سلگتے آنسو
کون اُلجھے ہوئے بالوں کی گرہ سلجھائے

میں آ رہی ہوں لے میرے ہم دم
تو مجھے اپنی باہوں کا سہارا دیدے
پاگل پاگل سی اس لڑکی کو
اپنی لافانی محبت کا سہارا دیدے

شاہدہ نے بدلے ہوئے تیور اور چہرے کے نقوش پر جب نظر

ریا تیرتی دیکھیں تو خود لڑکھڑا گئی۔

یہ کیسے ممکن ہے۔ اس نے سوچا ——

ادھر الفت نے جوڑے کو خوبصورت انداز میں ربن سے باندھتے ہوئے اس جوڑے میں آج پھر وہی ہاتھ پھول لگائیں گے۔ اور میں اس پھول کو مرجھانے نہیں دوں گی۔

پاگل ہو گئی ہے شاید یہ لڑکی۔ شاہدہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

کیوں شاہدہ —— کیا خیال ہے۔

نیک کام ہے —— خدا تمہیں جرأت دے —— مگر —— شاہدہ کہتے کہتے رک گئی۔

کہو —— کہو —— رکو نہیں۔ میں آج بڑے خوشگوار موڈ میں ہوں۔

یہ کایا پلٹ کیوں کر ہوئی۔ یہ انقلاب کیسا ——

جل گئیں ——

جلیں دشمن —— میں تو دعا گو ہوں۔

بحیثیت دوست پھر آج کوئی اپنا نیک مشورہ دے ڈالو۔ الفت کا ز بڑا وزنی تھا۔

میرا مشورہ یہی ہے کہ ضرور جاؤ ——

ذرا یہ گرا تو ٹھیک سے لگانا۔ الفت اس کی طرف پشت کرتے ہوئے

بولی۔

شاہدہ نے برا سا منہ بنایا۔ اور الفت کے بالوں کو گرا دیتے ہوئے

کیا تمہاری ملاقات الیاس سے ہو چکی ہے۔

ابھی نہیں ___ آج ملنے جا رہی ہوں۔

کیوں ___؟

دل کی مرضی ___"

میں تفصیل معلوم کرنا چاہتی ہوں ___

اس نے میرے خطوط واپس کر دیئے ___

تمام ___ شاہدہ حیرت سے بولی۔

"تمام ___"

اور اس لئے تم اس سے ملنے جا رہی ہو ___

یقیناً ___"

ضرور جاؤ ___ اور پھر سر پہ ہاتھ رکھ روتی چلی آنا۔

کیا مطلب ___؟ الفت آئینے سے ہٹ کر تیزی سے اس کی

مڑی۔

جانتی ہو خط اس نے واپس کیوں کئے ہیں ___ شاہدہ

کی دیوار حائل کرنا چاہی۔

کہو ___ کیا کہنا چاہتی ہو۔ الفت اضطرابی کیفیت کے

بولی۔ شاہدہ نے اپنے الفاظ کو تولا۔ اور ہر زاویئے سے پرکھا۔

پھر زوردار آواز میں بولی ___

صرف اس لئے کہ اپنا کھویا ہوا اعتماد حاصل کر سکے۔

اور تم جیسے ہی اس کے قریب پہنچو گی اپنے انتقام کی آگ کو سرد کرے

کیا بک رہی ہو ___؟ الفت کا ذہن جھنجھنا اٹھا۔

سنتی رہو ___ شاہدہ دھماکہ خیز آواز میں بولی۔

ہاں تو وہ تمہارا اعتماد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ تم اس کے قریب

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اب وہ تمہیں حاصل نہیں کر سکتا۔ تمہارے

اب اسے کبھی بھی قبول نہیں کریں گے۔ اس نے بہت کچھ سوچا ہو گا۔

___ پھر اس نتیجے پر پہنچا ہو گا۔ کہ کیوں نہ ایک بار پھر سے تمہیں ورغلایا جائے

___ جانتا ہے کہ تم ایک بے وقوف اور حساس لڑکی ہو۔ اس کے پھیلائے

جال میں جلد آ جاؤ گی۔ لہذا اس نے جال پھینک دیا۔ اور تم اس کے

اندازے کے مطابق تیار ہو گئیں ___ اور ___ اب تم جاؤ ___

نہیں روکوں گی۔

پوری بات کرو ___ وہ کیا کرے گا۔ الفت چیختے ہوئے بولی

وہ ___ شاہدہ نے نفرت سے ہونٹ سکوڑے اور بولی۔

وہ تمہیں پھول کی طرح پتی پتی کر کے بکھیر دے گا۔ اور پھر تم اپنے چہرے
پر ذلت کا داغ لے کر واپس چلی آنا۔

تمہارے گھر والے اس کے پاس جا کر گڑگڑائیں گے۔ کہ ہماری بچی
رشتہ لے لو ___ مگر ___ وہ قہقہے لگائے گا۔ کیونکہ مقصد تو انتقام
تھا۔ جو اس نے لے لیا۔ اور تم تمام زندگی کے لئے۔ زندہ درگور ہو کر رہ

بس ___ بس کرو ___ الفت کانوں پر دونوں ہاتھ رکھ
پوری قوت سے چیخ پڑی۔

شاہدہ نے اسے شانوں سے پکڑ کر کرسی پر گرا دیا۔ اور نرم لہجے
بولی۔

مرد کی فطرت کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ ذرا یہ سوچو تو سہی
نے اتنی فراخدلی سے خطوط کیوں واپس کر دیئے۔ اگر وہ نہ دینا چاہتا تو تم
لوگ مل کر بھی اس کا کیا بگاڑ لیتے۔ دنیا کا کوئی قانون اس سے خط واپس نہ
دلا سکتا تھا۔

مگر اس نے خط واپس کر دیئے ___ آخر کیوں ___؟

کیا تم اسقدر بھی کند ذہن ہو کہ ان خطوط کی واپسی کے پس منظر
بھی نہیں دیکھ سکتیں ___ آخری جملہ کہتے ہوئے شاہدہ نے اس پر جھکتے ہوئے
محبت سے بھرپور لہجے میں کہنا شروع کیا۔

اب اگر تم جانا چاہو ___ تو جا سکتی ہو۔
اپنے اس خالی جوڑے میں اس کے ہاتھوں سے پھول سجا سکتی ہو۔

اور ___؟

واپسی پر اپنے خاندان کا وقار اور باپ دادا کی عزت وہیں چھوڑ آنا۔

یا پھر ___؟

خودکشی کے لئے مناسب سی جگہ تلاش کر کے وہیں رہ جانا۔
کیونکہ دنیا کا کوئی مذہب تمہیں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

خاموش رہو ___ الفت لرزتے ہوئے وجود کے درمیان بولی۔
اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔

اور چہرہ یوں زرد ہو کر رہ گیا تھا جیسے کسی مردے کا چہرہ ہو۔
شاہدہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دور پڑی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔
کمرے کی فضا گھٹ کر رہ گئی تھی۔

بوجھل بوجھل سی فضا میں الفت کی چڑھتی ہوئی سانسوں کی آواز عجیب
سا ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

چند لمحے خاموش رہ کر شاہدہ پھر بولی۔

اگر تم اپنے آپ پر قابو پا چکی ہو تو میری بات غور سے سنو۔ اور اس
بات کو مت بھولو ___ کہ میں تمہاری دشمن نہیں دوست ہوں۔

نہیں ___ تم اب ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالو گی۔

الفت بپھرے ہوئے انداز میں بولی۔ اب اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ جنہیں شاہدہ کوئی مفہوم نہ پہنا سکی۔

الفت تیکھے تیوروں کے درمیان پھر بولی۔

میں اسے گولی مار دوں گی ___

مگر گولی کہاں سے لاؤ گی الفت۔ شاہدہ ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

مت بکو ___ وہ تپتے ہوئے لوہے کی مانند سرخ ہوتے ہوئے پھر بولی۔

میں اسے ضرور ملوں گی الفت کے تیور بڑے خطرناک تھے۔

پاگل ہو گئی ہو۔ شاہدہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

پاگل ___ الفت بڑبڑائی۔ اور ساتھ ہی اس کے ذہن میں دھماکہ سا ہوا۔ اور اس دھماکے میں ایک جملے کی گونج نمایاں تھی۔

جواب دو ___ پاگل لڑکی ___

الفت کا ایک بار پھر پورا وجود لرز کر رہ گیا۔ اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور چہرہ کسی لوہار کی بھٹی میں تپتے ہوئے لوہے کی مانند سرخ ہوتا چلا گیا۔

کیا تم ہوش میں ہو ___ شاہدہ اس کی حالت غیر ہوتے ہوئے دیکھ کر بوکھلا سی گئی۔

ہاں میں پاگل ہو گئی ہوں۔ بس ایک بار اس کا سامنا کرا دو۔ پھر تمہیں بتاؤں گی کہ پاگل کیسا ہوتا ہے۔

کیا سوچ رہی ہو تم ___؟ مجھے بتاؤ۔ شاہدہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

میں واقعی بے وقوف لڑکی ہوں۔ الفت ہونٹ بھینچ کر بولی۔

اس میں کیا شک ہے ___ شاہدہ نہایت سنجیدگی سے بولی۔

الفت نے آنکھیں بند کر کے سر کرسی کی پشت پر ڈال دیا۔ جذبات کی شدت تھی جو اس کا سانس ابھی تک پھلائے ہوئے تھی۔

میں اس سے ضرور ملنا چاہتی ہوں شاہدہ۔

ضرور ملو ___ اور تماشہ بن جاؤ ___

کیا تم کچھ اور کہنا چاہتی ہو اب ___ الفت آنکھیں بند کیے کیے بڑبڑائی۔

بس پہلی فرصت میں شادی کر ڈالو۔

شادی ___ الفت بھڑک کر سیدھی ہو گئی۔

ہاں شادی ___!

کس سے ——؟

جہاں تمہارے والدین کرنا چاہیں —— کیونکہ گھر میں کھچڑی پکتی دیکھ رہی ہوں۔

الفت نے بڑی بے بسی سے ہونٹوں کو چبا ڈالا۔

تم نے جواب نہیں دیا —— شاہدہ اسے ذہنی طور پر مفلوج کر دینا چاہتی تھی۔

میں کیا جواب دے سکتی ہوں ——

بس تمہارا جواب یہی ہونا چاہیے کہ والدین کی مرضی کے سامنے سر جھکا دو۔ اسی میں تمہارے خاندان کی عزت اور تمہاری بھلائی ہے۔

مشورے کا شکریہ —— الفت بڑبڑا کر رہ گئی۔

وہ نجانے کیا سوچ رہی تھی ——

کن خیالوں میں کھو گئی تھی۔ اور کس قسم کے طوفانوں سے کھیل رہی تھی۔

لیکن شاہدہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ اس وقت ذہنی طور پر بری طرح مفلوج ہو چکی ہے۔ کچھ عرصہ تک تو وہ ڈھنگ کی بات نہیں سوچ سکے گی۔

الفت اب بھی کرسی سے ٹکی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اور شاہدہ کے ہونٹوں پر تنفر آمیز کھنچاؤ پیدا ہوتا جا رہا تھا۔

بے وقوف لڑکی —— شاہدہ دل ہی دل میں بڑبڑا کر رہ گئی۔

اے آرزو کے دھندلے خوابو جواب دو
یہ پھر کس کی یاد آئی تھی مجھ کو پکارنے
تجھ کو خبر نہیں کہ ایک سادہ لوح کو
برباد کر دیا تیرے دو دن کے پیار نے

آسمان پر بادلوں کے پرے کے پرے جمع ہو رہے تھے۔

ہوائیں یوں ساکن تھیں جیسے وہ کسی آنے والے طوفان کا اعلان کر رہی ہوں۔

الیاس نے نظر بھر کر آسمان کی طرف دیکھا۔ اور کندھوں کو جھٹک کر یوں آگے بڑھ گیا۔ جیسے اس کی نظروں میں اس آنے والے طوفان کی کوئی

وقعت ہی نہ ہو۔

آسمان آہستہ آہستہ سرخی مائل ہوتا جا رہا تھا۔

الیاس کے قدم غیر ارادی طور پر تیز تیز اٹھنے لگے تھے

شاید وہ کسی قریبی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا۔

اچانک ہوا کا ریلا اٹھا۔ اور طوفان نے اپنی آمد کا اعلان کر دیا۔

راہ گیر پناہ گاہوں کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگ نکلے تھے۔

ابھی وہ خود کوئی دو قدم بھی چلنے نہیں پایا تھا کہ اچانک ٹھٹھک کر رک گیا۔

اب کہاں کا طوفان ـــــ کیسی پناہ گاہ ـــــ

اس کی نظریں تو سامنے سڑک کے اس پار جم کر رہ گئیں تھیں۔ جہاں الفت شاہدہ کے ساتھ کھڑی تھی۔

شاید وہ بھی کسی پناہ گاہ کے لئے نظریں دوڑا رہی تھی۔

الیاس کا دل بڑی تیزی سے دھڑکا ـــــ

وہی تو تھی اس کے خوابوں کی قاتل ـــــ

اس کے حسین اور خوش آئند مستقبل کی قاتل۔

مدت سے پیاسی نگاہیں محبوب کو جی بھر کر دیکھ رہی تھیں۔

پھر اس نے تیزی سے قدم اٹھا دیئے تھے۔ وہ بلا سوچے سمجھے ان دونوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جو قریب ہی ایک بند دکان کے سائبان کے طرف بڑھ رہی تھیں۔

ادھر ہوا زور پکڑتی جا رہی تھی۔ پھر اچانک بادل گرج اٹھے۔ اور ساتھ ہی آسمان کا سینہ پھٹ گیا۔ بارش بہت زور سے شروع ہوئی تھی۔

الیاس بھاگتے ہوئے ان کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

دونوں سائبان کے نیچے پناہ لے چکی تھیں۔ گو کہ وہ پناہ گاہ مضبوط نہیں تھی۔ لیکن فی الوقت غنیمت تھی۔ الیاس بھاگتے ہوئے ان سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ وہ خود بارش میں بھیگ رہا تھا۔ اور وہ سائبان کے نیچے کھڑی تھیں کہ اچانک الفت کی نظر اس پر پڑ گئی۔ وہ بے ساختہ چونکی تھی۔ پھر تو ایسے ہی محسوس ہوا جیسے ایک اور طوفان آ گیا ہو۔

جذبات کا تند و زور طوفان ـــــ

پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ شاہدہ کی نظر اس پر نہ پڑتی۔ وہ تو اسے دیکھتے ہی سن ہو گئی تھی۔ جیسے کسی نے اس کے جسم سے جان ہی نکال لی ہو۔

اس نے لڑکھڑاتی ہوئی نظروں سے باری باری دونوں کی جانب دیکھا جو ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

شاہدہ نے اپنی بہتری اسی میں جانی کہ اس نازک موقع پر ایک خاموش سی تماشائی کی حیثیت اختیار کر لے۔

عشق اور حسن آمنے سامنے کھڑے تھے۔

لمحہ بہ لمحہ دونوں کے تاثرات بدلتے جا رہے تھے۔ الیاس پوری طرح بارش سے شرابور ہو چکا تھا۔ لیکن اسے شاید اپنے بھیگنے کا احساس ہی نہ تھا۔

سوائے محبوب کو دل بھر کر دیکھنے کے اس کا ہر احساس فنا ہو چکا تھا۔

ادھر الفت کے چہرے کے تاثرات بدلتے بدلتے کئی رنگ اختیار کر چکے تھے

پھر کب یکلخت اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ شاہدہ کو احساس تک نہ ہوا۔

اس کا چہرہ سینکڑوں طوفانوں کا رنگ لئے ہوئے تھا۔

وہ سائبان سے نکل کر الیاس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

بارش نے اسے بھی اپنے حصار میں لے لیا۔

وہ ہر لمحہ اس کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ نظریں تو پہلے ہی الیاس پر جم کر رہ گئی تھیں۔ جن میں عجیب سی لہریں تڑپ رہی تھیں۔

وہ یوں چل رہی تھی جیسے اسے کسی بات کا احساس ہی نہ ہو۔

نہ طوفان کا ڈر نہ ہی بارش میں بھیگ جانے کا احساس۔

شاید اس کے اندر اٹھا ہوا طوفان دونوں طوفانوں پر غالب آ چکا تھا۔

وہ الیاس کے قریب پہنچ کر ایک لمحے کے لئے رکی۔ پھر اس کا تیزی سے ہاتھ اٹھا۔ اور بارش کے شور میں زناٹے دار تھپڑ کی آواز دے کر رہ گیا۔

اس کا پھر ہاتھ اٹھا۔ مگر الیاس نے دوسرے ہی لمحہ پوری قوت سے اسکے رخسار پر تھپڑ دے مارا۔

الفت الٹ گئی ___ اس سے پہلے کہ وہ گر جاتی۔ الیاس نے آگے بڑھ کر اسے سنبھال لیا۔ اور اسے بالوں سے پکڑ کر بولا۔

تم مجھے کسی بھی لمحے مجبور نہ پاؤ گی۔

الفت کو نجانے پھر کیا ہوا کہ دونوں ہاتھ پھیلا کر الیاس کے سینے سے آلگی۔

اور سسک کر بولی ___

میں نے اتنی زور سے تو نہیں مارا تھا۔

الیاس نے پوری قوت سے اپنے بازوؤں میں لے کر بھینچ ڈالا۔

اف ___ مر جاؤں گی۔ الفت سسک پڑی ___

مجھ سے اسقدر دور رہ کر تجھے مر ہی جانا چاہئے تھا۔

شاہدہ نے بڑی بے بسی سے اپنے ہونٹ چبا ڈالے۔ اور پھر لٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

لوگ آپ دونوں کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں۔ ادھر سائبان میں آ جائیے۔

شاہدہ کی آواز پر دونوں چونکے تھے ___

دونوں ایک جھٹکے سے الگ ہوئے تھے ___

نگاہوں کا تصادم ہوا ۔ ایک سبک پر دراز لمحہ آیا ۔ اور وقت کی رفتار جیسے رک گئی ہو ۔

الیاس نے جونہی اس کا ہاتھ پکڑ کر سائبان کی طرف لے جانا چاہا ۔ الغنت بھڑک اٹھی ۔

چھوڑو مجھے ۔ لہجے میں عجیب سی غراہٹ اور کپکپاہٹ موجود تھی ۔ اس سے پہلے کہ الیاس کچھ کہتا وہ شاہدہ کا ہاتھ پکڑے ایک طرف کو بھاگتی چلی گئی ۔

الیاس اپنی جگہ بری طرح پھڑپھڑایا ۔ اور اس نے بڑی بے بسی کے عالم میں اپنے ہونٹ کاٹ کر زخمی کر لئے تھے ۔

بادل زور سے گرجے ۔ اور آسمان کے سینے پر ایک گہرا شگاف پڑ گیا ۔

کون سے صدمے اٹھا رہی ہو تم ——— جو اس قدر ذہنی طور پر مفلوج ہو ۔

" الیاس بڑبڑایا ——— "

دونوں ایک موڑ پر پہنچ کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھیں ۔

یہ سب کیا تھا ——— !

یہ کس لذت سے مجھے آشنا کر گئی ۔

کیا چاہتی ہے وہ ——— ؟

اور کیا مجبوری ہے اسے جو اسقدر میرے قریب ہو کر دور ہو گئی ۔

کیوں صاحب کیا بات تھی ——— اچانک ایک صاحب جو کافی دیر سے کچھ قدم دور ہٹ کر کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے ۔ آگے بڑھ کر بولے ۔

الیاس کے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا ۔ اس نے چونک کر اس نوجوان کی طرف دیکھا جو سائبان کے نیچے کھڑا ۔ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا ۔

جناب آپ بارش میں کھڑے بھیگ رہے ہیں ۔ ان صاحب نے الیاس کو بارش میں بھیگنے کا احساس دلایا ۔

مجھے معلوم ہے ———

تو پھر آپ ادھر کیوں نہیں آجاتے ۔ وہ تو کب کی چلی گئیں ۔

شٹ اپ ——— !

لڑنے کی بات نہیں صاحب ——— آج کل کی محبوبائیں کچھ ماڈرن ہو گئی ہیں ۔ پہلے ذلیل کرتی ہیں اور پھر کبھی کبھار سینے سے لگ کر جی بہلا لیتی ہیں ۔

کیا آپ خاموش نہیں رہ سکتے ۔ الیاس اس کی بکواس پر جھنجھلا گیا ۔

وہ صاحب مسکرا کر برجستہ بولے ۔

اور آپ کیا ادھر سائبان کے نیچے نہیں آسکتے ۔ وہاں کھڑے خواہ مخواہ بھیگ رہے ہیں ۔

میں ہی بھیگ رہا ہوں ۔ آپ کو رحم کیوں آرہا ہے ۔ الیاس خواہ مخواہ سنک گیا ۔ دراصل اسے اس انسان کی دخل اندازی بری طرح کھل گئی تھی ۔

کمال کرتے ہیں آپ بھی ــــ ارے بابا نمونیہ ہو جائے گا آپ کو۔

بس ــ بے فکر رہیئے میرے پھیپھڑے گرمی پروف ہیں۔

اچھا ــــ مگر وہ کیسے ــــ اس بار اس اجنبی کا انداز چڑانے ایسا تھا

شائد وہ الیاس کو سرپھرا سمجھ بیٹھا تھا۔

کیا آپ خاموش نہیں رہ سکتے ــــ؛ الیاس جھلا گیا۔

اور کیا آپ سائبان کے نیچے نہیں آ سکتے۔

الیاس کا ذہن کئی قلابازیاں کھا گیا۔ بس پھر کیا تھا وہ خود پوری طرح سنک گیا تھا۔ لہٰذا وہ اجنبی کو گھورتے ہوئے بولا۔

نہیں میں نہیں آ سکتا۔

آخر کیوں ــــ؛ اجنبی زیرلب مسکرا کر بولا۔

آپ میری جیب کاٹ لیں گے۔ الیاس نہایت سنجیدگی سے بولا۔

کیا ــــ اجنبی کا منہ حیرت سے کھلا اور پھر بڑی مضبوطی سے بند ہو گیا۔ وہ الیاس کو مسلسل گھورے جا رہا تھا۔

چہرے پر زلزلے کے آثار تھے ــــ

اور الیاس زیرلب مسکرایا۔ اور سرخ سرخ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

کیا کاٹنے کا ارادہ ہے ــــ؟

کیا بکتے ہو ــــ؟ اجنبی کا چہرہ چقندر ہو گیا۔ اور وہ غصے میں
کی طرح پھنکارتا ہوا۔ الیاس کی طرف بڑھا۔

الیاس دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔

ارے ارے ــــ آپ بھیگ جائیں گے ــــ

ایکدم وہ ــــ وہیں رک گیا۔ اور غرا کر بولا۔

برخوردار ادھر ذرہ سائبان کے نیچے آنا۔

مجھے ابھی کسی پاگل کتے نے نہیں کاٹا۔ الیاس اتنا کہتے ہوئے تیزی سے
طرف بڑھتا چلا گیا۔

پاگل ــــ بے وقوف ــــ بدتمیز ــــ اجنبی غصے سے بڑبڑا کر

کہتا ہے کہ میں جیب کاٹ لوں گا ــــ گدھا کہیں کا۔ کیا میں اسے
ت سے جیب کترا معلوم ہوتا تھا۔

"لاحول ولا قوۃ ــــ!"

میرے بازو خود بخود پھیل گئے تھے۔
اور میرا دل اتنی زور سے دھڑکا تھا کہ میں بے
اختیار اس کے سینے سے جا لگی ـــــ ایسے ہی جیسے کسی
ان دیکھی طاقت نے مجھے اس کے بازوؤں میں دھکیل
دیا ہو ـــــ
لیکن کیا تو نہیں جانتی تھی کہ وہ میرا محبوب تھا
میرا پہلا پیار تھا ـــــ

طوفان کا زور ٹوٹ چکا تھا ـــــ
بارش اپنا زور کھو چکی تھی ـــــ
اور وہ دونوں بارش میں شرابور گھر پہنچیں تھیں ـــــ

سردی سے ان کے جسم بری طرح کانپ رہے تھے۔
کپڑے تبدیل کرنے کے بعد دونوں لحاف میں ایک ساتھ گھس گئیں
یں۔
مگر الفت کے دل میں اٹھا ہوا طوفان ابھی تک اس سے زور رہا
ا۔ وہ جذبات کی شدت میں ابھی تک لرز رہی تھی۔ شاہدہ کے خیال میں اسے
ردی لگ گئی تھی۔
کیونکہ بارش میں وہ آدھے گھنٹے تک مسلسل بھیگتی رہی تھیں۔ پھر ایک
یسی والے نے انکی حالت پر ترس کھا کر انہیں گاڑی میں پناہ دیتے ہوئے گھر
ب چھوڑ دیا تھا۔
شاہدہ ـــــ الفت کی اس حرکت پر چراغ پا ہو گئی تھی۔
بات ہی ایسی تھی۔
کیا والہانہ انداز دونوں کے گلے ملنے کا تھا ـــــ کمبختوں کو یہ بھی خیال
رہا کہ یہ دونوں کہاں کھڑے ہیں۔
مگر یہ سب کچھ ہوا کیسے ـــــ؟
شاہدہ اس جان لیوا واقعہ کو سوچ سوچ کر بری طرح تاؤ کھا رہی تھی۔
لاآخر جب وہ نہ رہ سکی تو آہستہ سے بولی۔
آخر یہ کیا پاگل پن اور دیوانگی تھی۔ کیا ہو گیا تھا تمہیں۔

الفت نے نجانے کیوں جواب دینے کی بجائے آنکھیں بند کرلی تھیں

کیا اب گونگی ہوگئی ہو۔

مجھے سردی لگ رہی ہے۔ الفت نے پہلو بچانا چاہا۔

ضرور لگ رہی ہوگی۔ کیوں کہ یہ لحاف ہے محبوب کی آغوش نہیں۔

کیا اب گالیاں دوگی ___ ؟

میں پوچھتی ہوں کہ آخر یہ کیا دیوانگی تھی کہ سر راہ تم اس کے گلے لگ گئی۔

نجانے مجھے کیا ہوگیا تھا۔ الفت دھیرے سے بولی۔

کیا ہوگیا تھا ___ ۔ شاہدہ آپ ہی آپ لفظ چبا کر بولی تھی۔

الفت جو ابھی تک کانپ رہی تھی۔ آہستہ سے بولی۔

ہاں نجانے مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں نے اسے دیکھا۔ تو یوں محسوس ہوا جیسے تمام خون گردش کرنا بھول گیا ہو۔ اپنی بدنامی کا خیال آتے ہی ذہن میں شور اٹھنے لگا۔ اور یہ بلا سوچے سمجھے اس کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ قریب پہنچ کر میرا ہاتھ خود بخود اٹھ گیا تھا۔ یقین کرو شاہدہ۔ اس میں میرے ارادے کو قطعی دخل نہیں تھا۔ لیکن اس نے جیسے ہی مجھے جواب میں تھپڑ مارا میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ پھر نجانے دل کیوں پھڑپھڑانے لگا۔ اور میری باہیں پھیل سی گئیں۔ اور دل اتنی زور سے دھڑکا کہ میں خود بخود اس کے سینے سے لگی تھی۔

جیسے کسی ان دیکھی طاقت نے مجھے اس کے بازوؤں میں دھکیل دیا ہو۔

ہاں ___ مجھے ایسے ہی محسوس ہوا تھا جیسے بیچ سمندر گر پڑی۔ ہوں۔ اور میں نے ڈوبتے ڈوبتے سہارے کے لئے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے ہوں۔

مگر ___ کیا تو نہیں جانتی تھی ___ کہ وہ میرا محبوب تھا۔ میرا پہلا پیار تھا۔

کیا تم اپنے حواس کھو چکی ہو۔

کچھ بھی کہو ___ حواس باختہ کہہ لو ___ اخلاق باختہ کہہ لو۔

مگر ___ مجھ سے جو کچھ بھی کہو ___ اس میں میرے ارادے کو قطعی دخل نہیں تھا۔

چلو میں مانے لیتی ہوں کہ تم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں تھیں۔ مگر پھر بھاگی کیوں تھیں ___ کیا تمہیں اپنی حرکت پر پشیمانی ہوئی تھی ___

شاہدہ جلے کٹے انداز میں بولی۔

الفت نے سسکی سی لی اور آنکھیں بند کئے کئے بولی۔

نجانے کیا ہوا تھا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میں اس کے سینے سے جا لگی تھی۔ اور میرے جلتے ہوئے وجود میں جیسے ٹھنڈ سی پڑ گئی ہو۔

شاہدہ میں نے اس سے پوچھا تھا کہ ___ تم کہاں رہتے ہو۔

اس نے کہا تھا کہ تاریک غاروں میں ۔

" میں نے پوچھا ___ کہ ___ "

وہ کہاں ہیں ___ ؟

وہ بولا ___ "

" جہاں زندگی سسکتی ہے ___ "

پھر میرے دل میں خوف سا پیدا ہوا ۔ اور بغیر سوچے سمجھے بھاگ کھڑی ہوئی ۔

خدا تیری حالت پر رحم کرے ۔

آخر یہ سب کچھ کیا تھا شاہدہ ___ !

دیوانگی ___ پاگل پن ___ شاہدہ نفرت انگیز انداز میں بولی ۔

کسقدر خوبصورت اور پیاری تھی ۔

کیا ___ ؟

یہ دیوانگی ___ الفت آنکھیں بند کیئے کیئے بڑبڑائی ۔

اے واپس لوٹ آؤ ۔ شاہدہ جھلا کر بولی ۔

یہ دل نامراد نہیں مانتا ___

بدنام ہو جاؤ گی ___

ادھر نا داغ دار ہو جائے گی ___

باپ دادا کی عزت کو کیوں داؤ پر لگا رہی ہو ۔

پھر محبت کا بھرم کون رکھے گا ۔

اب ان کی تمہارے گھر والوں سے دشمنی ہے ۔

یہ جذبہ لافانی ہے رکسی دشمن کو نہیں دیکھتا ۔

" باز آجاؤ ___ الفت ___ "

سر سے پاؤں تک ڈوب چکی ہوں ۔

اب بھی کچھ نہیں بگڑا ___

پوری طرح مٹ چکی ہوں ___

شاہدہ نے بڑی بے بسی سے ہونٹ چبائے اور جھنجھلا کر بولی ۔

کیا تم نے سوچا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا ۔

محبت کو بقا مل جائے گی ۔

کیا تم ہوش میں ہو ۔ شاہدہ پیچ و تاب کھا کر بولی ۔

ہر شے سے بیگانہ کر دیا ہے ۔ ظالم نے ۔

کیا میں تمہیں دو چار تھپڑ رسید کر دوں ۔ وہ جھنجھلا کر بولی ۔

ذبح بھی کر ڈالو تو کیا فرق پڑے گا ۔

میرے خیال میں بارش میں بھیگنے کی وجہ سے تمہیں سرسام ہو گیا ہے ۔

اب کچھ دیر آرام کر لو ۔ زیادہ بولو نہیں ۔

جذبات بغاوت پر اتر آئے ہیں شاہدہ ۔

کیا مطلب ـــــ ؟

سر سے پاؤں تک بغاوت بن چکی ہوں ۔

کیا تمہارے گھر والوں کو آواز دوں ۔

غافل ـــــ گر بھی تو زد دے لو ـــــ پروا نہیں ۔

بری طرح بہک چکی ہو ۔

یہ رُت ہی ایسا ہے ـــــ تم کیا جانو ـــــ کبھی اس لذت سے تم آشنا ہوئی ہو تو تب ہے نا ۔

جہنم میں جاؤ ـــــ شاہدہ کروٹ بدلتے ہوئے غرائی ۔

نامراد مرونگی تو ضرور جاؤں گی ـــــ الفت کسی جذبے سے سرشار بولی ـــــ اچانک شاد بیگم اندر داخل ہوئیں ۔ اور بولیں ۔

کیا تم دونوں کو بارش سے بچنے کے لئے جگہ نہیں ملی تھی ۔ شاہدہ کا دل تو چاہا تھا کہ کہہ دے کہ ـــــ پناہ گاہ تو ایسی ملی تھی ۔ جو کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے ۔ مگر یہ بے وقوف لڑکی بھاگ آئی تھی ۔ مگر وہ دل پر جبر کرتے ہوئے بولی

الفت کو شاید نمونیہ ہو گیا تھا ۔

ہائے اللہ ـــــ ! شاد بیگم تڑپ کر آگے بڑھیں ۔

نہیں اماں یہ بکتی ہے ۔ مجھے کچھ نہیں ہوا ۔ الفت جلدی سے بولی ۔

اور جو ابھی بہکی بہکی باتیں کر رہی تھیں ۔ شاہدہ برجستہ بولی ۔

شاد بیگم نے اپنی تسلی کے لئے الفت کی پیشانی کو چھو کر دیکھا اور بولی ۔

حرارت تو ہے ـــــ کسی ڈاکٹر کو ضرور دکھانا چاہئیے ۔ ورنہ بات بڑھ سکتی ہے ۔

ابھی مرونگی نہیں امی زندہ رہوں گی ۔ الفت دھیرے سے بولی ۔

کیسی باتیں کر رہی ہو ۔ شاد بیگم بوکھلا کر بولی ۔

یہ ٹھیک کہہ رہی ہے خالہ جان ۔ یہ آب حیات چکھ آئی ہے ۔

کیا تم دونوں پاگل ہو گئی ہو ۔ جو بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو ۔

محبت اور موسم کا اثر ہے ۔ خالہ جان ۔ آپ گھبرائیں نہیں ۔ کچھ دیر بعد ٹھیک ہو جائیں گی ۔ کبھی کبھی دورہ پڑا کرتا ہے ۔

شاد بیگم نے برا سا منہ بنایا ۔ اور کمرے سے نکل گئیں ۔

آخر اتنی بکواس کی کیا ضرورت تھی ۔ الفت زیر لب مسکرائی ۔

تمہارا نشہ اترا کہ ابھی نہیں ۔

شعر سنو ـــــ الفت مسکرائی ۔

کیا ـــــ ؟ شاہدہ ہونق ہو کر رہ گئی ۔

شعر ـــــ الفت لفظ شعر پر زور دیتی ہوئی بولی ۔

وہ ترش رو ہو کر گالیاں ہمیں ہزار دیں
یاں وہ نشہ ہی نہیں جسے ترشی اتار دے

شاہدہ نے اسے گھور کر دیکھا اور بولی ۔

اب بچے تمہارے پیچھے پتھر لے کر بھاگیں گے ۔ تو اس دن مجھے ضرور خودکشی کرنا پڑ جائے گی ۔

الفت نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا ۔ جس سے کمرے کے در و دیوار تک جھنجھنا کر رہ گئے ۔

شاہدہ کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے اس کے منہ پر بڑے زور سے تھپڑ پڑا ہو ۔ —

اس کی محنت پر جیسے پانی پھر گیا ہو ۔

چلو ——— یا پھر
اور ———
جیسے اس کے دل کے کسی نے ایک ایک دھاگہ کو پھوڑ دیا ہو ۔

وہ ذہنی زلزلوں کے حصار میں گھری الفت کی طرف دیکھے جا رہی تھی ۔

سعید احمد خان ——

عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے ——

مگر اس کے باوجود بھی ملنسار و مخلص اور بے لوث انسان تھے ۔

عمر کوئی چالیس پینتالیس کے لگ بھگ رہی ہوگی ۔ بھاری بھرکم چہرہ تراشی ہوئی خوبصورت سی مونچھیں جو ان کی شخصیت کو اور وجاہت بخش گیئی تھیں رکھ رکھاؤ میں بھی وہ کسی سے کم نہیں تھے ۔

لیکن ان تمام ترخوبیوں میں ایک پہلو ایسا بھی تھا جو اپنی مثال آپ تھا۔

اور وہ پہلو تھا ــــ تجسس ــــ کسی بات کی کھوج ــــ

تہہ در تہہ مخفی بات کو جب تک اجاگر نہ کریں چین سے نہ بیٹھتے

گو کہ تجسس ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ لیکن ہر انسان سایوں کے پیچھے بھی تو نہیں بھاگتا رہتا۔ وہ جس شے کو اپنی پہنچ سے باہر سمجھتا ہے اسے فوری طور پر نظر انداز کر دیتا ہے۔

مگر ادھر معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ سعید احمد خان جس شے کے پیچھے پڑ جاتے جب تک انہیں حل نہ کر لیتے ان کے ذہن میں الجھن موجود رہتی۔

اور پھر خلش بھی ایسی کہ اٹھتے بیٹھتے صرف اس کے بارے سوچتے رہتے

الیاس کے سینئر آفیسر بھی تھے۔ اور دوست بھی۔ گو کہ دونوں کی عمروں میں کافی حد تک تضاد موجود تھا۔ مگر ان کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ ہر انسان ان کی طرف یوں کھنچ جاتا تھا جیسے مقناطیسی قوت کے زیر اثر رہا ہو۔

اس وقت وہ الیاس کے بنگلے میں داخل ہو رہے تھے۔

بوڑھے دینو نے ان کا سواگت کیا تھا۔

کیسے ہو بڑے میاں ــــ؟

خدا کا شکر ہے۔ خان صاحب ــــ

برخوردار کہاں ہیں ــــ؟

اپنے کمرے میں۔

گراموفون کے قریب بیٹھا ہو گا۔ انہوں نے مسکرا کر استفسار کیا۔

جی نہیں ــــ آج وہ خاموش ہے ــــ

یعنی کیا ــــ بالکل خاموش ہے۔ خان صاحب چونکے۔

جی ہاں ــــ!

ہوں ــــ انہوں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں سر کو خفیف سی جنبش دی اور ملازم سے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ چائے لانا مت بھولنا۔

بوڑھے دینو نے خاموشی سے باورچی خانے کا راستہ لیا۔ اور سعید احمد خان بڑے باوقار انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے الیاس کے کمرے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

اندر داخل ہوتے ہی وہ اپنے مخصوص انداز میں بولے۔

کیوں ــــ؟ برخوردار یہ سرگم کا ڈبہ آج کیوں بند ہے۔

الیاس احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مسکرا کر بولا۔

کبھی کبھار انسان کو ایک پتے کی کھڑکھڑاہٹ بھی ناگوار گزرتی ہے۔

بیٹھو ــــ بیٹھو ــــ جان خان ــــ وہ ہاتھ اٹھا کر بولے۔

معلوم ہوتا ہے پھر کوئی نئی کہانی لے کر آئے ہو ــــ

کہانی تو ایک ہی ہے۔ رنگ نئے نئے ہیں۔

کیا کسی چھچھوندر نے رستہ کاٹا ہے ۔ خان صاحب صوفے پر براجمان ہوتے ہوئے بولے ۔

الیاس بے ساختہ چونک پڑا ۔

کیونکہ لفظ چھچھوندر اس کے ذہن پر بری طرح ڈنک مار گیا تھا ۔

چھچھوندر ـــــ نہیں سمجھتے یا ، اس کا راستہ کاٹنا نہیں سمجھتے ۔

میرا خیال ہے کہ آپ کوئی کہانی لے کر آئے ہیں ۔ الیاس محتاط انداز میں بولا ۔

خیر چھوڑو یہ ذاتی مسئلہ ہے ۔ تمہاری سمجھ سے باہر ہے ۔ تم کہو ۔

" زہر الفت پیا ـــــ "

میرے لئے وہ بھی مسرت ہے ۔

اچھے بچے ہو ـــ ویسے چھچھوندر نہیں سمجھتے ۔

الیاس زیر لب مسکرایا اور بولا ۔ گراموفون پر کوئی ریکارڈ چڑھا دوں ۔

میری چھچھوندر ایسی نہیں تھی کہ میں اس میں سرگم کی تانیں تلاش کرنا شروع کر دوں ۔

میں نہیں سمجھا ۔

تمہاری عمر اسے سمجھنے کے لئے ابھی بہت تھوڑی ہے ۔

آپ عام فہم زبان میں گفتگو کیا کریں مجھ سے ۔

وہ کھل کھلا کر ہنس دیئے بولے ۔

اچھا یہ بتاؤ کہ کوثر بٹیا کی الوداع کر آئے ۔

جی ہاں ـــــ !

کوئی مشکلات پیش تو نہیں آئی ۔

ہر کام حسن خوبی سرانجام پا گیا ـــــ

شکر الحمد وللہ ـــــ یہ ایک اہم فرض تھا ۔ خدا تمہیں دوسرے فرضوں سے سبکدوش فرمائے ۔

آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا ۔

الفت کے بارے میں کوئی اہم خبر ـــــ

وہ مجھے ملی تھی

ملی تھی ـــــ خان صاحب مسکرائے ۔

مجھے وہ ملی تھی سرِ راہ ـــــ اور ـــــ اور کسی کٹی ہوئی شاخ کی طرح میرے بازوؤں میں یوں چلی آئی تھی جیسے مدت سے بازو پھیلائے میرے انتظار بن رہی ہو ۔

پھر کیا ہوا ـــــ ؟

پھر ـــــ الیاس کے لہجے میں درد سا سمٹ آیا تھا ۔ اور وہ کرب ناک انداز میں بولا ۔

پھر وہ یوں بھاگی جیسے یکلخت خواب سے بیدار ہوئی ہو۔

عجیب چھچھوندر تھی۔

جی ____ ایاس چونکا۔

لاحول ولا ____ یار کہنے کا مقصد تھا کہ عجیب لڑکی ہے۔

یہ آپ پر آج چھچھوندر کیوں سوار ہے۔

بڑا اہم مسئلہ ہے۔ جس نے اب تک ذہن کی چولیں تک ہلا ڈالی ہیں۔

مجھے بتائیے۔

کیا بتائیں ____ ؟ تم سمجھ ہی نہ سکو گے۔

کچھ پتہ تو چلے۔ ایاس کریدنے پر تل گیا۔ کیونکہ وہ خان صاحب کی فطرت سے بخوبی واقف تھا۔

وہ نہایت سنجیدگی سے بولے ____

چھچھوندر تو سمجھتے ہو نا ____

جی ہاں ____ !

اس کی فطرت اور عادات سے بھی واقف ہو گئے۔

شائد زیادہ نہیں ____ !

ہم بتاتے ہیں۔ خان صاحب بوڑھے دینو کی طرف دیکھ کر بولے جو چائے کے برتن لئے اندر داخل ہوا تھا۔

بڑے اچھے موقع پر آگئے ہو بابا۔ بس ٹھیک ہے ہم خود بنا لیں گے ان صاحب بوڑھے کو ٹالتے ہوئے بولے۔

بوڑھا دینو ان کا مقصد سمجھتے ہوئے ادب سے باہر نکل گیا۔

اور ہاں اسی طرح الفت سے غیر فطری فعل سرزد ہوا۔

خان صاحب چائے بناتے ہوئے زیر لب مسکرائے۔

کیا آپ میرے لئے بھی کوئی مسئلہ کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔

سوچو ____ ذہن پر زور دو۔ آخر اس کا یوں تمہارے سینے سے آنا اور بھاگ اٹھنا آخر کیا معنی رکھتا ہے۔

میں بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ اور اب تک سوچ رہا ہوں۔

پھر ہمیں الزام کیوں دے رہے ہو۔ تمہارے لئے مسئلہ تو خود بخود کھڑا ہو چکا ہے۔

ایاس خاموش رہا۔ جواب بھی کیا دیتا۔

خان صاحب پھر بولے۔

چائے پی لو۔ کرنل صاحب کے ہاں چلنا ہے۔

خیریت ____ !

غلطی سے اس کی بیٹی نے بی اے کر لیا ہے۔ اسی خوشی میں شہر کے بار کو دعوت دے ڈالی۔ شائد اسی طرح روپیہ خرچ کر کے وہ دوسروں کو اپنی

امارت کا احساس دلا سکیں۔

کیا میرا جانا وہاں ضروری ہے ___؟

ضروری یوں ہے کہ ہم تنہا جانا نہیں چاہتے۔

بہتر میں تیار ہوا جاتا ہوں۔

وہاں بے شمار چھچھوندریں ملیں گی تمہیں۔

آپ کا مطلب ہے کہ ___

بالکل ٹھیک سمجھے ہو۔ وہ زیر لب حسب عادت مسکرائے۔ اور چائے کے کپ کو لگا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

لیکن میری ایسی محفلوں سے جان جاتی ہے۔

ضرور جاتی ہوگی۔ جب ہم جوان تھے تو ایسی محفلوں میں جا کر بہت خوش ہوتے تھے۔

اور اب ___ الیاس مسکرایا۔

اب کوئی نہ کوئی چھچھوندر مسئلہ بن کر سامنے آجاتی ہے۔ وہ معنی خیز انداز میں بولے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں کمرے سے نکل کر باہر سڑک پر آگئے۔

تم کرنل توصیف سے مل کر بہت خوش ہوگے۔

آپ کہتے ہیں تو یقیناً خوش ہوں گا۔

اچھے بچے ہو۔ وہ مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

پندرہ بیس منٹ کے بعد وہ کرنل توصیف کے ہاں پہنچ گئے۔

الیاس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہاں اسقدر اہتمام ہوگا۔

پوری کوٹھی رنگین قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔

بڑے ہال میں ہر طرف رنگین آنچل اور نقرئی قہقہے فضا میں گونج رہے تھے۔

یہ سب بی اے پاس کرنے کی خوشی میں ہو رہا ہے۔ الیاس بولا۔

تم کیا سمجھ رہے ہو ___؟

میرا خیال ہے کہ اس اہتمام کے پیچھے کوئی مقصد بھی ہوگا۔

سوائے بیٹی کی نمائش کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ مقصد یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کی بیٹی سے واقف ہو جائیں۔ تاکہ انہیں بیٹی کے لئے لڑکا تلاش کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

اپنا بھی یہی خیال تھا۔ الیاس ہال میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

زہے نصیب ___ امید تو نہیں تھی کہ آپ غریب خانے کو رونق بخشیں گے۔ کرنل توصیف سعید احمد خان کو دیکھ کر دور سے ہی بولے۔

ایک آدھ چھچھوندر اور گلے پڑ جاتی تو شاید اپنے آپ ہی کو بھول جاتے۔

کرنل نے خواہ مخواہ قہقہہ لگایا۔ حالانکہ ان کے پلے کچھ بھی نہیں پڑا تھا۔

الیاس نے تیزی سے دیدوں کو گردش دی۔ شاید وہ کرنل توصیف کو

تو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ان سے ملئے ـــــ میرے برخوردار ـــــ

خان صاحب نے کرنل توصیف کو ایاس سے متعارف کرایا۔

مجھے ایاس کہتے ہیں ـــــ

ضرور کہتے ہوں گے۔ مگر تم بہت خوبصورت لڑکے ہو۔

اتنی دیر کہاں چھپے رہے۔

انجمن الفت میں ـــــ سعید خان جلدی سے بولے ـــــ ایاس مسکرا پڑا ـــــ اور کرنل توصیف جملے کا خوبصورت رنگ دیکھ کر قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ پھر بولے۔

آؤ ـــ آؤ ـــ برخوردار ـــــ مجھے بہت پسند آتے ہو۔

ایاس نے کنکھیوں سے سعید احمد خان کی طرف دیکھا۔ جنہوں نے بڑے خوبصورت انداز میں آنکھ دبائی۔

ایاس ایک طویل سانس لے کر ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گیا۔

وہ چاروں طرف چندھیائی ہوئی نظروں سے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا ہال کو بڑے خوبصورت انداز میں بنایا سنوارا گیا تھا۔

رنگین روشنیوں کا ایک سیلاب تھا۔ جو ہال میں قوس و قزح کی طرح بکھرا ہوا تھا۔

دوسرا سیلاب عورتوں کا تھا۔ جنہیں زیادہ تر نوخیز کلیاں تھیں۔

نوخیز کلیاں یوں کہ۔ جوانی اور بچپن گلے مل چکے تھے ہر طرف سے نقرئی قہقہوں کے شور ابل رہے تھے۔

کہاں آن پھنسا ہوں ـــــ ایاس دل ہی دل میں بڑبڑایا۔ وہ ایک صوفے پر سعید احمد کے پہلو میں بیٹھ چکا تھا۔

کیا رقص موسیقی کی محفل بھی جمے گی۔ ایاس ہال کے دائیں کونے میں پیانو رکھا دیکھ کر سعید احمد خان سے سرگوشیانہ انداز میں مخاطب ہوا۔

کرنل توصیف بہت آزاد خیال ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مغربی تہذیب سے بہت متاثر ہیں۔ خان صاحب مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

کیا آپ کو یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا ہے۔

یہی سوال اگر تم نے جوانی میں کیا ہوتا تو بہتر تھا۔

سوری ـــــ ایاس اس کے خشک لہجے پر محتاط ہو گیا۔

اچانک کرنل توصیف دونوں کے سر پر آ مسلط ہوئے۔ اب کی بار وہ اکیلے نہیں تھے۔ ایک خوبصورت سی گڑیا بھی ان کے ساتھ آئی تھی۔ جو شعلہ جوالہ بنی استفہامیہ انداز میں دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

بھئی سعید احمد خان ـــــ ہماری بے بی سے ملو۔ کرنل اپنی بیٹی کو ان سے متعارف کر رہا تھا۔

لفظ بے بی پہ ــــ ایاس کے حلق میں جیسے کچھ پھنس گیا ہو۔

دونوں اخلاقاً اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلے تھے۔ حالانکہ ایاس کو یہ بات بری لگی تھی۔ وہ خود سعید احمد خان کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

اور آپ ہیں مسٹر ایاس تمہارے انکل سعید احمد خان کے بیٹے۔

تسلیمات ــــ ایاس [illegible]۔

بے بی نے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور صراحی دار گردن کو خوبصورت انداز میں خم دے کر جواب دیا۔

میرا نام عنبرین ہے ــــ پاپا مجھے پیار سے بے بی کہتے ہیں وہ باقاعدہ ہونٹوں کو جنبش دے کر بولی۔

ایاس کے کانوں میں ترنم کی مدھر لہریں اترتی چلی گئیں۔

خان صاحب سر کو خم دے کر رہ گئے ــــ

ارے بھئی بیٹھو ــــ کھڑے کیوں ہو گئے۔ کرنل کو اچانک ایاس کے کھڑے ہونے کا احساس ہوا۔

ایاس مسکرا کر بیٹھ گیا ــــ

پھر کرنل اپنی بے بی کو لئے آگے بڑھ گئے۔

یہ ــــ بے بی تھی ــــ ایاس برا سا منہ بنا کر بولا۔

چلنے دو ــــ وہ مہربانہ انداز میں مسکرائے۔

عجیب چھچھوندر تھی۔ بائیس سال کی عمر میں بھی بے بی کہلاتی ہے۔

محتاط رہو برخوردار۔ مجھے انکل کہتی ہے۔ سعید احمد خان حسب معمول چوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرائے۔

آئی۔ ایم سوری۔ ایاس شرمندہ ہو گیا۔

ارے تم اس قدر سیریز کیوں ہو گئے۔ ہم نے برا نہیں مانا۔ صرف اپنی بڑگی کا احساس دلایا ہے۔

ایاس ہلکے سے مسکرا پڑا۔

جیتے رہو۔ ویسے تمہاری مسکراہٹ بڑی کھلکھلی ہے۔

کیا میں ایک زور سے قہقہہ لگاؤں۔ ایاس معصومیت سے بولا۔

ارے نہیں بھئی۔ سعید احمد خان لوکھلا گئے۔

جی بہت بہتر ــــ ایاس کی سنجیدگی میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔

کیا ہمیں بھی پیٹنے کا ارادہ ہے۔

توبہ ــــ کافر ہونے کا خیال نہیں۔ ایاس کے چہرے پر فرشتوں ایسی معصومیت تھی۔

ہم تمہارے بزرگ بھی ہیں۔ وہ تنبیہہ انداز میں بولے۔

کس کافر کو انکار ہے ــــ

ہوں ــــ ٹھیک ہے ادھر دیکھو بکرنل پھر ادھر آ رہا ہے۔

آپ نے بھی عجیب وغریب جانور پال رکھے ہیں۔

کیا اب ہمارا مذاق اڑاؤ گے ——؟

الیاس بڑی بے بسی سے ہونٹوں کو جنبش دے کر رہ گیا۔

کیونکہ کرنل تصف ان کے سر پر آ پہنچا تھا۔

کیوں برخوردار کچھ گانے بجانے کا بھی شوق ہے۔ وہ الیاس سے استفہام کر رہے تھے۔

الیاس نے گڑبڑا کر خان صاحب کی طرف دیکھا۔

فی الحال کھانے کی کچھ بات کرو کرنل۔ انتڑیاں کچھ مانگ رہی ہیں۔

سعید احمد خان مونچھوں پر تاؤ دے کر بولے۔

بہت بھوکے معلوم ہوتے ہو دوست۔

گھر سے کھا کر ہی نہیں آئے۔

بس بس —— پندرہ منٹ اور —— صبر کیجئے ——

کئے لیتے ہیں —— اور ہاں یہ برخوردار تمہارے فنکشن میں زعفران ضرور بکھیرے گا۔

ویری گڈ —— کرنل اچھل کر بولے ——

سعید خان زیرِ لب مسکرائے ——

کرنل کے جاتے ہی الیاس خان صاحب پر چڑھ دوڑا۔

یہ آپ نے کیا غضب کیا —— ؟

فی الحال سب کچھ بھول جاؤ ——

کیا آپ مجھے ان چھچھوندروں کے درمیان تماشہ بنانا چاہتے ہیں۔

کھانا کھانے کے بعد ایسی باتیں کریں گے۔ کیونکہ اس طرح ہاضمہ درست رہے گا۔ وہ زیرِ لب مسکرا کر بولے۔

کچھ دیر بعد کھانے کا گانگ بجا۔ اور وہ دوسرے مہمانوں کے ساتھ خود بھی اٹھ کر دوسرے ہال میں آ گئے۔ جہاں کرنل تصف نے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔

کھانے میں رکھی جانے والی ہر ڈش مغربی رنگ لئے ہوئے تھی۔

الیاس نے جلدی ہی ہاتھ کھینچ لیا۔ اور یہی حالت سعید احمد خان کی ہوئی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر پھر ہال میں آ گئے۔

کیا میں اب بھاگ جاؤں ——

کرنل قبر تک پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ جتنا کھلنڈرا ہے اس سے زیادہ ضدی بھی ہے۔

پھر میں کیا کروں —— ؟

صبر —— کیونکہ یہ بہت اچھا پھل ہے۔ ویسے برخوردار تم اس کے

ایک لفظ پر بہت قناعت کر رہے ہو۔

اچانک کرنل نے دونوں ہاتھ اٹھا کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ہال میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ وہ پیانوں کے قریب کھڑے تھے۔ اور ان کے ہونٹوں پہ بڑی دل آویز مسکراہٹ رقص کناں تھی۔

ان کی نظریں ہر مہمان کے چہرے کو ٹٹول رہی تھیں۔ بالآخر وہ ایک کے چہرے پر آکر جم گئیں۔

آپ لوگ کچھ سنا پسند کریں گے۔ اچانک وہ اپنی گونج دار آواز میں مہمانوں سے مخاطب ہوئے۔

ہر طرف سے ایک شور سا اٹھ کھڑا ہوا۔

صبر ـــ صبر ـــ کرنل ہاتھ اٹھا کر بولے۔ وہ برابر مسکرا رہے تھے۔ اور الیاس کو ان کی مسکراہٹ سردی کی لہر کی طرح ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

اچانک انہوں نے ہاتھ اٹھا کر الیاس کی طرف اشارہ کیا۔

آؤ ـــ برخوردار ـــ ہمارے مہمان بہت بیتاب ہیں۔

الیاس کی پیشانی پر ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا۔ اور وہ غصے کی حالت میں ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گیا۔

جاؤ ـــ فی امان اللہ ـــ سعید احمد خان بڑبڑائے تھے۔

خدا آپ سے سمجھے ـــ الیاس بڑبڑا کر ایک جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ چکا تھا ـــ جوں جوں وہ پیانوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تالیوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا۔

الیاس تالیوں کے شور کے سیلاب میں بہتا ہوا پیانوں کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور بے بسی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

ایک ساتھ میں دو کام کرنے کا عادی نہیں لہذا پیانو پر بھی کوئی تشریف لے آئے۔

عنبرین تیزی سے آگے بڑھی۔ قیامت تھی جو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے قریب آ پہنچی تھی۔

میں آپ کا ساتھ دوں گی۔ وہ پیانو پہ بیٹھتے ہوئے بڑے شوخ انداز میں بولی۔

شکریہ ـــ الیاس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ اور پیانو سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ایک بھرپور نگاہ اس نے حاضرین پر ڈالی۔

پیانو کی مدھر لہریں فضا میں تڑپ رہی تھیں۔

الیاس نے عنبرین کو پیانو کی لے کو مدھم کرنے کا اشارہ کیا۔ پھر جیسے ہی ساز کی سرگوشی میں مدغم ہوئی۔ الیاس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

تم میرے جذبہ معصوم کو کیا سمجھو گی ۔
تم کو احساس نہیں درد محبت کیا ہے ۔
پیار کہتے ہیں کسے رشتۂ الفت کیا ہے
عارض و چشم و رخ و لب کی حکایت کیا ہے ۔
تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی ۔

آواز کیا تھی درد کی لہریں تھیں ۔ جو فضا میں تڑپ کر رہ گیئں تھیں ۔
ہر کوئی اپنی جگہ پتھر ہو کر رہ گیا تھا ۔

ظالم کی آواز کے ساتھ نظریں کسقدر نکھی ہیں ۔ عنبرین کی ایک سہیلی نے اپنی دوست کی چٹکی لی ۔

چوٹ کھایا ہوا کبوتر ہے ۔ دوسری نے سرگوشیانہ انداز میں اپنی رائے پیش کی ۔

دوسری طرف الیاس پیالو کی لہہ پر کہہ رہا تھا ۔

تم کو معلوم نہیں پھول مہکتے کیوں ہیں
زلف کی چھاؤں میں رخسار دمکتے کیوں ہیں
بے پیئے بزم میں کچھ لوگ بہکتے کیوں ہیں
تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی ۔

ارے ان زلفوں کی چھاؤں تلے آکر تو دیکھو ـــــ زلفی نے سسکی لیتے

ے ساتھی کے پیٹ چٹکی لی ۔

خدا کے لئے میری زلفوں کا ستیاناس مت کرو ۔ زیبو برا سا منہ بنا کر بولی ۔

سنو ـــــ سنو ـــــ کیا کہہ رہا ہے ظالم ـــــ " ؛ زلفی نے پھر سسکاری بھری ۔

تم نے آنکھوں میں کوئی خواب سجایا ہی نہیں
تم نے الفت سے کسی بت کو تراشا ہی نہیں
تم نے سینے میں کوئی راز چھپایا ہی نہیں
تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی ۔

اللہ ـــــ کیا جان لے گا اب زلفی آنکھیں بند کرتے ہوئے منمنائی ۔

اب چٹکی مت بھرنا ـــــ زیبو کھلکھلا کر بولی ۔

لگ ـــــ کون ہے یہ ـــــ ؟ کس دیس سے آیا ہے ۔ کیا نام ہے اس کا ۔

کیا میں ٹھنڈا پانی لاؤں ۔ زیبو مسکرا کر بولی ۔

زلفی نے بڑی ہی محبت بھری نظروں سے الیاس کی طرف دیکھا ۔ جو د کے سمندر میں ڈوبا ـــــ یاس کے پھول برسا رہا تھا ۔

تم کو معلوم نہیں پیت کسے کہتے ہیں

ہار کسے کہتے ہیں جیت کسے کہتے ہیں

اس میں ڈوبا ہوا منّیت کسے کہتے ہیں

تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی

کسی ریگستان میں جا نکلا ہوگا۔ پتھر سے سر ٹکرا بیٹھا ہوگا۔ اللہ کیسے تڑپ رہا ہے۔ یہ عنبرین بھی تو پیانو پہ بیٹھی مری جا رہی ہے۔ چہرہ دیکھو جیسے چقندر ہو کر رہ گیا ہو۔

زلفی نے پھر سسکاری لی۔

بڑی ہی بدنصیب رہی ہوگی۔ جس نے اس کعبۂ صنم کی پرستش نہیں کی ہوگی۔

موقع ہے دل میں بھر لو۔ چوٹ کھایا ہوا ہے جلدی رام ہو جائے گا۔ زیبو نے بڑے خلوص سے اس کو مشورہ دیا۔

ارے دیکھو اب کیا کہہ رہا ہے۔ زلفی نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ادھر عنبرین کے ہاتھ بڑی تیزی سے پیانو سے کھیل رہے تھے۔

اور الیاس یاس کے سمندر میں ڈوبا ہوا لوگوں کی جان نکالے جا رہا تھا۔

ہے صحرائے محبت کی حدیں لامعلوم

تم کو کیا دلِ مضطر کی کتھا معلوم

نیندیں یوں آنکھ سے اڑتی ہے تمہیں کیا معلوم

تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی

کرنل آصف نے بڑی تیزی سے دیدوں کو گردش دی۔

البتہ سعید احمد خان نہایت مطمئن اور پرسکون انداز میں بیٹھے تھے۔

ہال میں عجیب سا سناٹا مسلط تھا۔ اور ہر دل ایک نامعلوم سے درد سے آشنا ہو کر تڑپ رہا تھا۔

الیاس نے ہر دل کو تڑپنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایک گلفشاں اور لالہ زار محفل درد کے سمندر میں اتر چکی تھی۔

الیاس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے تڑپتی ہوئی نگاہوں کو پورے ہال میں دوڑایا۔ اور آواز کو درد و یاس کی تہوں میں لپیٹ کر بولا۔

تم کو وہ غم نہیں جس دل کا بہانہ دل ہے

جس کی تاریخِ وفا جس کا فسانہ دل ہے

جس کے آنسو ہیں ستم جس کا نشانہ دل ہے

تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی۔

محفل کا رنگ بدل گیا ہر دل اپنے زخموں تلے دب کر سسک اٹھا۔

زلفی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی اس نے تڑپ کر چھنو زیبو کے چٹکی لی۔ اور بولی۔

جذبات کو آگ دے کر بھڑکا ہے۔ خود تو جل چکا ہے۔ دوسروں کی

جان پینے پر کیوں تل گیا ہے ۔ وہ سرگوشیانہ انداز میں زبیو کے کانوں میں مکھیوں کی طرح بھنبھناتے جارہی تھی ۔

تم نے دیکھی ہیں کہاں ہجر کی لمبی راتیں ۔

تم نے ــــــ

نجانے کون تھا جو سسک پڑا تھا ۔

ایاس نے گھور کر اس کی طرف دیکھا اور بولا ۔

تم نے کب کیں ہیں ایاس سے کسی کی باتیں

تم سے منسوب رہیں ناز و ادا کی نگاہیں

تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی

ساز ایکدم سے تیز ہو گیا ۔ یوں ہی جیسے ہر سطر بہات میں کوئی لوریاں دے رہا ہو ۔

عنبرین سراپہ نشہ بنی ہوئی ساز کی لہروں کو ہال کی فضا میں بکھیر رہی تھی ۔ ساز کی تیز لہر کے ساتھ ایاس کی آواز بھی کسقدر بلند ہو گئی ۔ جذبات کی شدت سے لرزتی ہوئی آواز

احساسات کے دھوئیں میں پگھلتی ہوئی ، کانپتی ہوئی ، کپکپاتی ہوئی آواز جس نے پورے ماحول کو درد کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پھینکا تھا ۔

تم کو جب تک نہ کسی اور سے الفت ہو گی

تم پہ ظاہر نہ میرے دل کی حقیقت ہو گی

جب سمجھ لو گی تو خود تم کو ندامت ہو گی

تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی ۔

تم میرے جذبۂ معصوم کو کیا سمجھو گی

تم کیا سمجھو گی ـــــ کیا سمجھو گی

ایاس کی آواز بیٹھتی چلی گئی ۔ ساز کی لہر ٹوٹ گئی ۔

سعید احمد خان نے تالی پیٹ کر جیسے ماحول کو گہری نیند سے بیدار دیا ۔

سب نے چونک چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے اپنے آپ کو اور موجودہ سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں ۔ پھر آہستہ آہستہ ایاس پر انکی نظریں جیسے جم کر رہ گئیں ۔ اور ہال کی دیواریں تالیوں کے شور سے گونج اٹھیں ۔

عنبرین اب بھی پیانو پر بیٹھی ہوئی تھی ۔ جیسے وہ وہاں سے اٹھنا بھول گئی ہو ۔

کرنل تصدق لپک کر ایاس کی طرف بڑھے تھے ۔ مگر ایاس بڑی نرمی سے فرشی قالین پر رنگین پھولوں کو لوٹوں سے کچلتے ہوئے دروازے کی رخ بڑھتا چلا گیا ۔

دوسرے ہی لمحے وہ ہال سے باہر جا چکا تھا۔

کرنل نے بڑی بے بسی سے کندھوں کو جھٹکا۔

زلفی بڑی تیزی سے عنبرین کی طرف بڑھی

اب اٹھ جاؤ ۔۔۔ ملکۂ عالیہ ۔۔۔ شہزادہ جا چکا ہے ۔۔۔

کک ۔۔۔ کون تھا یہ ۔۔۔ عنبرین لرزتی ہوئی آواز میں بولی ۔۔۔

خدا معلوم کہاں سے آیا تھا۔ زلفی نے سسکاری لی۔

ظالم تمام محفل کا رنگ بدل گیا ہے۔ زبیدہ نے ان دونوں کی طرف بڑھتے ہوئے سرگوشی کی۔

ماحول پر قبرستان ایسی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کرنل نصف ہاتھ اٹھا کر بولے۔

ہمارے معزز مہمانوں ۔۔۔ ہمیں افسوس ہے کہ یہ لڑکا ضرورت سے زیادہ ہی ہوشیار نکلا۔ ایک اچھی محفل کے رنگ کو بدل گیا جس کا ہمیں دلی افسوس ہے۔ مگر اب کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی جگہ کوئی اور سے لے تاکہ یہ یاس میں بکھرا ہوا جمود ٹوٹ سکے۔

کون تھا یہ لڑکا ۔۔۔ ایک کونے سے آواز ابھری۔

ارے یار ختم کرو ۔۔۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ شدت سے چوٹ کھایا ہوا ہے۔ ویسے ہمیں یہ کہنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں۔ کہ بدنصیب ہوگی۔ لڑکی جس نے اسے یہ درد بخشا ہے۔ بڑا پیارا بچہ ہے۔ کرنل نے بڑی صفائی سے دلی جذبات کا اظہار کیا۔

سعید احمد خان چپکے سے وہاں سے کھسک لئے۔

وہ سمجھ گئے تھے کہ اب شامت اعمال انہیں گھیرلے گی۔ اس سے پہلے کہ کرنل تصنف ان کی طرف متوجہ ہوتے وہ اٹھ کر نہایت خاموشی سے ہال سے باہر آ گئے۔

انہیں بڑی شدت سے اس بات پر افسوس ہو رہا تھا۔ کہ مذاق مذاق میں انہوں نے ایاس کے جذبات کو کیوں بھڑکا دیا۔

کیا وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ وہ بہت احساس ہے۔

معمولی سی آنچ سے بھی پگھل جائے گا۔

جو روزانہ سینکڑوں بار مرتا ہے۔ اور جیتا ہے۔

پھر ان سے اتنی بڑی غلطی کیونکر ہوئی۔

حالانکہ وہ ایاس کے بارے میں بڑے محتاط رہتے تھے۔ اور ہر موڑ پر اچھے مشوروں سے اسے نوازتے رہتے تھے۔ اور اگر دیکھا جائے تو اب تک ایاس اگر اپنی زندگی کی ڈور کو تھامے ہوا تھا۔ تو یہ صرف سعید احمد خان کے بدولت ہی تھا۔ ورنہ وہ کب کا غم الفت میں مر چکا ہوتا۔

سعید احمد خان ندامت کے حصار میں ڈوبے بڑی تیزی سے پہاڑی بنگلے کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں ایاس کی رہائش تھی۔

وہ کوئٹہ کی پرفضا وادی کو بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

ٹرین اسے اپنے شہر کی جانب لئے اڑی جا رہی تھی۔

اور وہ سیٹ سے ٹیک لگائے خاموش خاموش سا بیٹھا تھا۔

آنکھوں میں ماضی کا حسین غبار تھا۔ ایک دھند تھی جو اس کی آنکھوں میں نظر آ رہی تھی۔

ماں کا خط اس نے کئی بار پڑھا تھا۔ لیکن اس میں صرف ایک ہی جملہ ذہن پر بوجھ بن گیا تھا۔ کہ جلدی پہنچو۔

آخر کیا بات ہو سکتی تھی۔

کوثر کی شادی کے بعد وہ واپس نہیں گیا تھا۔

ماں کے ایک ہی جملے نے اس کے ذہن کو بری طرح الجھا کر رکھ دیا تھا۔

کوثر تو خیریت سے ہے۔

کہیں اس کے سسرال والوں نے کوئی گڑبڑ تو نہیں کی۔

الیاس کا دل تمام راستے لرزتا رہا۔

طویل تھکا دینے والا سفر طے کرنے کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو اس ہر ایک کا چہرہ ہشاش بشاش نظر آیا۔

اور وہ کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔

عظمت سے اس نے کوثر کے بارے معلوم کیا۔ مگر وہ خیریت سے تھی۔

ہاجرہ بیگم بیٹے کی بلائیں لے کر بولیں۔

جانتے ہو تمہیں کیوں بلایا ہے۔

جوتشی نہیں ہوں۔ الیاس چڑ سا گیا۔

ہم تمہاری شادی کرنے والے ہیں۔ ہاجرہ بیگم نہایت ہی پرسکون انداز میں بولیں۔ ان کے چہرے پر ممتا کا نور تھا۔

تیکھے نقوش پر اپنے عزم اور ارادے کا گھمبیر ٹھہراؤ تھا۔ جوان کے ارادے کی مضبوطی کا پتہ دے رہا تھا۔

الیاس نے چونک کر ماں کی جانب دیکھا۔ اور پھر نجانے کیوں بے ساختہ

مسکرا پڑا ۔ اور بولا ۔

کون ہے وہ بدنصیب جس کی قسمت پھوٹ گئی ہے ۔

برے فال منہ سے مت نکالو ۔ ہم تمام بات طے کر چکے ہیں ۔ اور پرسوں سات تاریخ کو تمہاری شادی کر دینا چاہتے ہیں ۔

آپ کا مذاق بہت خوبصورت اور سنگین ہے امی جان ۔

الیاس غیر یقینی انداز میں پلکیں جھپک کر بولا ۔

ماجرہ بیگم مسکرا پڑیں ۔ اور شفقت و محبت کی تصویر بنی بڑے مربیانہ انداز میں گویا ہوئیں ۔

میں تمہارے سر پر سہرا دیکھنا چاہتی ہوں ۔ اور اس یقین کے ساتھ کہ تم میرے ہی بیٹے ہو ۔ لڑکی والوں کو زبان دے چکی ہوں ۔

تم کہو گے کہ یہ شادی ــــ کیسی شادی ہے ــــ؟ اور پھر شادی ہے یا گڑیوں کا کھیل ۔ لیکن تم اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتے ۔ قدرت کے راز کو کوئی نہیں پا سکا ۔ نجمہ کوثر اور تمہاری بڑی باجی شمیم نے مجھے منع بھی کیا تھا کہ بھائی جان کی رائے تو لے لی جائے ۔

مگر مجھے اپنے خون پر بڑا گھمنڈ ہے ۔ اپنے دودھ پر ناز ہے ۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ــــ ایک ماں کے فیصلے کو اولاد ٹھکرا دے ۔

ایک ماں کے بھرم ــــ اس کے تقدس کو اولاد پاش پاش کر دے ۔

اس ۔ لئے میں نے ایک اہم فیصلہ کیا اور ــــ اس فیصلہ سے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر چکی ہوں ۔

الیاس پوری جان سے لرز کر رہ گیا ۔ اس نے ماں کی طرف بڑی بے بسی سے دیکھا ۔ اور تڑپ کر بولا ۔

گستاخی معاف امی جان ــــ ! میں بے ادب یا بدتمیز نہیں ہونا چاہتا ۔ اور نہ ہی خدا آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا چاہتا ہوں ۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ مردوں کو کفن پہنانا چاہتی ہیں ۔

آپ اپنے بیٹے کے سر پر سہرا باندھنا چاہتی ہیں ــــ لیکن ــــ میں زندگی بھر شادی نہ کرنے کا عہد کر چکا ہوں ۔

اپنے لئے ۔ ہمارے لئے نہیں ــــ ماجرہ بیگم بڑے ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بولیں ۔ جیسے انہیں یقین ہو کہ وہ آج جو کچھ چاہیں گی بیٹے سے منوا کر چھوڑیں گی ۔

مجھے افسوس ہے امی جان کہ میں آپ کی یہ خواہش پوری نہ کر سکوں گا ۔

ماجرہ بیگم کی تحمل میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا ۔ وہ ویسے ہی نہایت پرسکون انداز میں بیٹھی رہیں ۔ اور پھر اپنے سابقہ لہجے کو برقرار رکھتے ہوئے بڑے باوقار انداز میں بولیں ۔

ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے خون میں کبھی گندے خون کی آمیزش نہیں

ہو گی۔

اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ہمارے دودھ کا کوئی قطرہ بھی گندہ نہیں تھا۔ جو تمہارے حلق سے نیچے اترا ہو ـــــ اور آج بھی ایک ماں کے مقدس رشتے اور اس کے خون کی پاکیزگی کی فرشتے بھی قسم کھا سکتے ہیں۔

پھر کیسے ممکن ہے کہ ہمارے فیصلے کو ـــــ ہماری بزرگی کو ہماری ہی اولاد گالی دے۔

امی جان ـــــ! الیاس تڑپ اٹھا۔ اس کے وجود سے ٹھنڈے ٹھنڈے پسینے کے قطرے پھوٹ نکلے۔ اور اس نے بڑی بے بسی سے اپنے ہونٹوں کو چبا ڈالا۔

احتجاج کی ضرورت نہیں۔ میں نے تمہیں گالی نہیں دی۔ صبر اور سکون سے بیٹھے رہو ـــــ ایسے ہی جس طرح دس پندرہ سال تک ہم نے تمہیں مزاجی کا ثبوت دیا۔ اگر اس بے وقوف لڑکی نے تمہارا ساتھ نہیں دیا۔ تو ہم تو تمہارے دکھ درد میں برابر کے شریک تھے۔

یاد کرو ـــــ وہ دن کہ ہم نے تمہارے لئے اور تمہاری الفت کو بہو بنانے کے لئے کس قدر ذلتوں کا سامنا کیا۔ بھائی ہو کے گھر سے بے عزت ہو کے نکالے گئے۔ اور اپنی نظروں میں گر کر وقعت بھی کھو گئے ـــــ لیکن ایک ماں اپنی اولاد کی خوشیاں پھر بھی تلاش کرتی رہی۔

اتنا کہتے ہی اچانک ہاجرہ بیگم کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش شامل ہو گئی پھر کچھ لمحوں بعد تھرتھراتے ہوئے لہجے میں بولیں۔

خدا کی قسم ـــــ! ہم نے تمہاری خوشی کے لئے۔ تمہارے لئے خوشی حاصل کرنے کے لئے اپنا دامن بھیک کے طور پر بھی پھیلایا تھا۔

ہم نے تمہاری خوشیاں خریدنے کے لئے بھیک بھی مانگ لی۔ ہمارا دامن بڑی حقارت سے جھٹک دیا گیا۔

لیکن تمہاری پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔ تم پھر بھی غم الفت میں غرق رہے۔ مگر ہم نے شکوہ نہ کیا۔ صرف تمہارے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے لیکن اگر تمہارے مقدر میں خوشیاں نہیں تو ہم کہاں سے لاتے۔

اور آج جبکہ ایک ماں اپنی خوشی کے لئے دامن پھیلائے تمہارے سامنے آئی ہے تو تم نے اس دامن کو ابھی تک پہنچانا ہی نہیں جس میں ذلت کے وہ نشان ابھی تک تازہ ہیں۔ جو ہم الفت کے گھر سے لے کر نکلے تھے۔

مم ـــــ میری بات بھی تو سنیے۔ الیاس کا شدت غم سے سینہ پھٹ گیا۔

نہیں ـــــ ہاجرہ بیگم غرا کر بولیں۔

اگر تم احتجاج کے طور پر کچھ کہنا چاہتے ہو تو پھر اس گوشت کے لوتھڑے کو تالو ہی سے لگا لو۔ کیونکہ ہم ایک ایسا فیصلہ کر چکے ہیں۔ جس میں

ترمیم کی قطعی گنجائش نہیں۔

کیا تم چاہتے ہو کہ ہم جن شریف انسانوں کو ان کی بیٹی کو بہو بنانے کا فیصلہ کر کے زبان دے چکے ہیں۔ وہاں سے بھی ذلیل رسوا ہوں۔

اس سے بہتر ہے کہ ہم اپنا گلہ خود ہی گھونٹ لیں۔ خود نہیں جینا چاہتے تو کم از کم ہمیں تو جینے دو۔ ہماری خوشیاں تو مت لوٹو۔

جونہی ماجدہ بیگم کے جملے کی گونج ختم ہوئی۔ الیاس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

اس لمحہ ماجدہ بیگم پھر بولیں۔

آج ہم چھبیس، ستائیس سال کی محبت، شفقت اور تمہاری پرورش کا بدل مانگ رہے ہیں ــــ بولو ــــ دیتے ہو۔

الیاس کا دل جیسے کٹ گیا ہو ــــ ماں کے الفاظ بارود بن کر پھٹے تھے۔ جن کی بازگشت ابھی تک باقی تھی۔

ضمیر یکلخت چیخ اٹھا۔ اور الیاس اس کی آواز میں دب کر رہ گیا۔

ضمیر چیخ رہا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔

الیاس تمہارے سامنے تمہاری ماں بیٹھی ہوئی ہے۔

یہ ایک ماں کی آواز ہے۔ کسی بھکاری کی صدا یا پھیلا ہوا ہاتھ نہیں۔ کہ دھتکار دو ــــ"

اپنی ماں کے رتبے اور اس کی عظمت کو پہچانو ــــ ذرہ تجزیہ کرو۔ تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک اس نے تمہیں کیا کچھ دیا ہے ــــ ماں کا دل تو شبنم کے قطرے سے لطیف اور کسی خزاں رسیدہ پتے سے زیادہ نازک ہوتا ہے ــــ اس دل کو مت توڑنا۔

یہ دل طور ہے ــــ جل کر بکھر جائے گا ــــ

یہ کعبہ ہے گر جائے گا ــــ"

"اور ــــ"

یہ ایک ایسا تر و تازہ پھول ہے کہ پتی پتی ہو کر بکھر گیا تو تمام عمر نہیں سمیٹ سکو گے۔

اور پھر زندگی میں ایک ماں نے بیٹے سے پہلی بار ہی تو کچھ مانگا ہے۔

دیکھو تمہارے لئے پھیلا ہوا دامن لوگوں نے جھٹک دیا تھا ــــ مگر تم اس دامن کو مت جھٹکو۔

یہ تمہاری ماں کا دامن ہے ــــ

اپنی حسرتوں، آرزوؤں اور تمناؤں کا خون کر لو۔

ان کا گلہ گھونٹ کر ــــ انہیں تھپک تھپک کر سلا دو۔

ضروری نہیں کہ تمہارے جذبات کی حدت سے قدرت کے راز بھی پگھل سکیں۔ ضمیر کی آواز نے اسے سر سے پاؤں تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے

پسینے سے شرابور چہرے کو اوپر اٹھا کر ماں کے چہرے کی طرف دیکھا ۔
جہاں اب بھی ایک ٹھہراؤ تھا ۔ ناقابل یقین حد تک پختگی تھی ۔
جیسے انہیں یقین ہو کہ ایک ماں کی بنائی ہوئی دیوار کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت نہ ٹھہر سکے گی ۔

ٹھیک ہے ـــــ میں آپ کے لئے سہرا باندھ لوں گا ـــــ الیاس لرزتی ہوئی آواز میں بولا ۔

ہاجرہ بیگم کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گذر گیا ۔ انہوں نے الماری سے ایک تصویر نکال کر الیاس کی طرف بڑھا دی اور بولیں ۔

دیکھو یہ تمہاری ہونے والی بیوی کی تصویر ہے ۔

آپ کو پسند ہے ـــــ الیاس کراہ کر بولا ۔

پسند نہ ہوتی تو اسے بہو بنانے کا فیصلہ کیوں کرتے ۔

شکریہ ـــــ الیاس نے بڑے اذیت ناک انداز میں پہلو بدلتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر تصویر کو رکھ دیا ۔ اس نے اسے ایک نظر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا ۔

ہاجرہ بیگم اٹھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے بولیں ۔

اب اگر تم چاہو تو کھل کر رو سکتے ہو ۔ ہماری ذیاتی پر ـــــ یا اپنی بے بسی پر ـــــ کیونکہ مقدرات اٹل ہوتے ہیں ۔

ہاجرہ بیگم چلی گئیں ـــــ

" اور ـــــ

ایک تڑپتے ہوئے دل وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئی تھیں ۔

ایک بیٹے کا دل ـــــ ذہن ـــــ وجود ـــــ سب ہی کچھ تو جل گیا ۔ ماں کے اس فیصلے پر ۔

الیاس نے اپنے لرزتے ہوئے وجود پر قابو پانے کی سعی کی ۔ اور سوچا ماں کا یہ حملہ بھی کس قدر اذیت ناک ہے ۔ کس طرح وہ اپنا فیصلہ سنا گئیں ۔

ٹھیک ہے مجھے انکی یہ خوشی پوری ضرور کرنی چاہیئے ۔

اس نے ایک گہری اور سرد سانس لی ـــــ اور بڑبڑایا ۔

ہاں ٹھیک تو ہے ماں ـــــ تم اپنے ان سہرے کے پھولوں کو جب چاہے میری قبر پر ڈال دینا ! شاید یہ تمہارے اسی کام آجائیں ۔

رات دو بجے اس نے کوئٹہ خط لکھا ۔ اور محسن اور اس بے لوث دوست کو جو اسے ہر موڑ پر مشورے دیا کرتے تھے ۔

سعید احمد خان ـــــ جنہیں وہ بہت دور چھوڑ آیا تھا ۔

اس نے ماں کا فیصلہ اور تمام واقعات ۔ جو اچانک سامنے آئے تھے ۔ لکھ کر مشورہ مانگا کہ ـــــ مجھے کیا کرنا چاہیئے ۔

دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اس نے خط بند کیا اور بستر پر یوں لیٹ گیا جیسے کوئی ہارا ہوا جواری اپنا سب کچھ لٹا کر بے بس ہو گیا ہو ۔

رات بھیگ رہی تھی ـــــ اور وہ تڑپ رہا تھا۔
بالآخر اس کے ہونٹوں پر یہ شعر مچل گیا۔

بس اب تو دامن دل چھوڑ دو بے کار امیدو !
بہت دکھ سہہ لئے میں نے بہت دن جی لیا میں نے

بھول جا تو نے بنائے تھے محبت کے نقوش
نقش کی بات ہی کیا بن کے بگڑ جاتے ہیں
زندگی ایک دوراہا ہے کہ جس پر اکثر
راہ رو ملتے ہیں اور مل کے بچھڑ جاتے ہیں

قدرت بھی کم ستم ظریف نہیں ـــــ
کیسے کیسے کھیل کھیلتی ہے یہ انسان سے ـــــ
کون سا دل ہے جو پھولوں کی تمنا نہیں کرتا ـــــ
کون ہے جو ستاروں پر کمند ڈال کر اپنی جھولی مسرتوں سے نہیں بھر
لینا چاہتا ـــــ

کتنے خواب ــــ کیف آگیں خواب ــــ حسین اور دلفریب خواب دیکھ ڈالتا ہے انسان۔

مگر قدرت جس انداز سے ان کا شیرازہ بکھیرتی ہے کہ غریب تمام زندگی اپنی اپاہج زندگی کو لئے رینگتا رہتا ہے۔

اور ــــ

یہ کیسا کھیل تھا ــــ؟

ادھر الیاس کا نکاح ہو رہا تھا ــــ

اور ــــ

اس دن ــــ وہی تاریخ ــــ وہی لمحات ــــ جیسے وہ ٹھہر گئے ہوں ــــ الفت کی برات آئی ہوئی تھی۔

الفت کی برات ــــ

الیاس کی برات ــــ

لیکن دونوں کے راستے الگ الگ تھے ــــ

وہ سہرے کے پھول سجا کر کسی کو دلہن بنانے جا رہا تھا۔

اور اسی دن کوئی الفت کو دلہن بنا کر لینے آ رہا تھا۔

دونوں براتیں ایک ساتھ اٹھیں تھیں۔

شاہدہ الفت کے برابر پہلو میں بیٹھی بڑے مسرور انداز میں کہہ رہی تھی۔

دیکھا قدرت کے فیصلے کتنے ٹھوس اور اٹل ہوتے ہیں کہ انسان بے بس دیکھ کر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ اقبال بیگم تمہیں بہو بنانے کے لیے بہت طویل خواب بن چکی تھیں۔ مگر اس کے بھی تمام مہرے پٹ گئے۔

اور تم ایک انجینئر کی قسمت کا ستارہ بن کر چمکنے جانے والی ہو۔

جبکہ سہرے باندھ کر آنے والے کو تم جانتی تک نہیں۔

مگر تمہاری قسمت کا مالک بن گیا۔ چلو کہانی ختم ہوئی۔

کیا تم کچھ لمحوں تک خاموش نہیں رہ سکتیں۔ الفت جو دلہن بن چکی تھی ورہو کر بولی۔

کیوں خیریت ــــ؟

یہ ریشمی سرخ گوٹے کا جوڑا۔ یہ زیورات اور یہ میرے سرخ سرخ ہونٹ دیکھ دیکھ کر نجانے کیوں بار بار مجھے احساس ہو رہا ہے۔ جیسے میں نے کسی زندہ پرندے کا خون پی لیا ہے۔

الفت کی بات سن کر شاہدہ نے قہقہہ لگایا۔ اور بولی۔

اس وقت بھی تم اوٹ پٹانگ باتیں سوچ رہی ہو۔

الفت اپنے سابقہ لہجے کو برقرار رکھتے ہوئے بولی۔

جب میں اگر ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کرتی ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری نظروں کے سامنے حد نگاہ تک قبرستان پھیلا ہوا ہے۔ ہر قبر

پروبا روشن ہے ___ مگر ___ دور ___ بہت دور ___ ایک قبر ایسی بھی نظر آجاتی ہے۔ جس پر اندھیرا ہے۔

جس کا دیا بجھا ہوا ہے۔ اور میرا دل نجانے کیوں چاہتا ہے کہ اور اس قبر پر جھک کر کہوں۔ کہ یہ کس کی قبر ہے۔ کون بدنصیب ہے جو یہاں سویا ہوا ہے۔ جس کا دیا جلانے والا کوئی نہیں۔

کیا تم پر پھر کسی قسم کا دورہ پڑنے والا ہے۔ شاہدہ گڑبڑا کر بولی۔

یقین جانو شاہدہ جس وقت بھی میں آنکھیں بند کرتی ہوں قبرستان ہی پھیلا ہوا دیکھتی ہوں۔ آخر کیوں ___؟

شاید برات آگئی ہے۔ کیا تم شہنائیوں کی آواز سن رہی ہو۔

شاہدہ اس کی بات اڑا کر جلدی سے بولی۔

سن رہی ہوں۔ اور نجانے کیوں محسوس ہو رہا ہے جیسے اس شہنائی کی آوازیں سینکڑوں بدروحوں کی چیخوں میں بدل گئی ہوں۔

ضرور محسوس کر رہی ہو گی ___ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ برات آگئی ہے۔ البتہ کل کسی پیر فقیر کو ضرور تمہیں دکھا سکتی ہوں۔

میرا دل کیوں ڈوب رہا ہے۔ شاہدہ ___ الفت کراہ کر بولی ___

کیا تم اس شادی سے خوش نہیں۔

میں نے کب انکار کیا ہے لیکن مجھے یہ کیا ہو رہا ہے شاہدہ ___

تمہارا وہم ہے ___ اپنوں کے بچھڑنے کا کسے غم نہیں ہوتا۔

والدین کی محبت، شفقت اور بہن بھائیوں کی تمام عمر کی رفاقت چھننے والی ہے۔ اور یہ وقت ہر لڑکی پر آتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ یہی بات ہو۔ تم صحیح کہہ رہی ہو۔ الفت کربناک انداز میں گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔

شاہدہ کے ہونٹوں پر بڑی شریر سی مسکراہٹ تھی۔

ایک فاتح کی مسکراہٹ۔ اپنی جیت کی مسکراہٹ۔ اس کا دل تو چاہتا تھا کہ خوب قہقہے لگائے ___ مگر ___ وہ وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے تمام قہقہوں کا گلا گھونٹ گئی تھی۔

برات آچکی تھی ___

ہر طرف ایک عجیب سا شور تھا ___

دیکھو برات دیکھنے کی خوشی میں سب تمہارا ساتھ چھوڑ گئیں ہیں لیکن میں نے اس وقت بھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑا۔ شاہدہ یوں بولی جیسے اس پر کوئی احسان کر رہی ہو۔

شکریہ ___ شاہدہ تم میری ایک بہت اچھی دوست ہو۔

ہاں ایسی دوست تمہیں بہت کم ملیں گی۔ شاہدہ معنی خیز انداز میں گنگنائی۔

ہاں ___ بہت ___ کم ___ الفت دھیرے سے بولی ___

پھر کچھ دیر بعد نکاح کی رسم ادا کی گئی۔

الفت سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ایک خاموش تماشائی کی طرح وہ خوش تھی۔ نہ غم زدہ ___ نجانے اس کا احساس کیوں فنا ہو گیا تھا۔

وہ خود بھی اس بات کو نہ سمجھ پا رہی تھی۔

ہر طرف رنگین آنچل لہراتے اڑتے پھر رہے تھے۔ بھانت بھانت کی آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔

مگر وہ بے حس سی بیٹھی رہی ___ وقت گزرتا چلا گیا۔ اور وہ غیر کے پہلو میں بیٹھ کر چلی گئی۔

وہ اپنوں سے رشتہ توڑ کر اجنبی لوگوں میں جا رہی تھی۔

وہ اپنے ہمراہ یادوں کی ایک دھنک لئے جا رہی تھی۔

والدین جن کے لئے وہ ایک بوجھ ناقابل برداشت بوجھ بنی ہوئی تھی انہوں نے اس بوجھ کو آج اتار پھینکا تھا۔

وہ مطمئن تھے ___ ہر چہرہ پرسکون تھا۔ جیسا انہوں نے ایک بہت اہم فرض سرانجام دیا ہو۔

شاہدہ واپس اپنے گھر لوٹ آئی تھی۔

اور اپنے کمرے میں دیوانوں کی طرح قہقہہ زن تھی۔

آج میں نے تم سے اپنا انتقام لے لیا ہے۔ مسٹر الیاس۔ تو نے ہماری
ن کی تھی ___ شاہدہ کی توہین کی تھی۔ اور اب تمام عمر کے لئے تڑپتے رہو
ے بڑا انتقام میرے پاس نہیں تھا۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم صرف الفت
لئے زندہ رہنے پر مجبور ہو۔

اور یہ پاگل بیوقوف لڑکی ___ تمہیں کھو کر تمام زندگی خون کے آنسو
ا رہے گی۔

کیوں تھی نا پاگل ___ جو تمہیں اپنی بے وقوفی سے کھو بیٹھی۔

آج میرا انتقام پورا ہو گیا ___

یاد کرو وہ دن جب تو نے الفت کے ساتھ میرا وجود برداشت نہیں کیا
شاید تم اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتے تھے۔

دل کی باتیں ___ پیار و محبت کی باتیں۔ مگر میری موجودگی تجھے گراں
رہی تھی۔ میرے سامنے تم اسے کچھ کہنے سے قاصر تھے اور پھر تم نے مجھے
نفرت سے دیکھا تھا۔

شاید اس لئے کہ تم مجھے ایک سنگ گراں سمجھ بیٹھے تھے۔

میں نے تمہاری نفرت کو دل میں چھپا لیا تھا۔

ایک ادھار تھا جو میں نے رکھ لیا تھا ___ تا کہ کسی دن اسے اتار سکوں

میں اپنی نیت میں سب کچھ کھو کر ناکام ہو چکی تھی۔

پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ـــــ تم دونوں کامیاب ہو جاتے۔

"اور آج دیکھ لو ـــــ"

کہ ـــــ تمہاری الفت ـــــ وہ الفت جس پر تمہیں بڑا ناز تھا اسے تم سے کسقدر میں نے دور کر دیا۔

اتنی دور کہ اب تم اس کا تصور بھی کرو تو گنہگار بن جاؤ گے۔

دیکھو ـــــ اب دل کی وادیاں سو گئی ہیں ـــــ

کعبے کے صنم ہم نے توڑ ڈالے ـــــ

اب طور جلے گا تو جلے ہماری بلا سے ـــــ

ہم بھی تو جل چکے ہیں ـــــ

دس سال تک ہم انتقام کی آگ میں جلتے رہے ہیں۔ تمہاری نفرت کو سینے میں چھپائے پھرتے رہے ہیں۔

اور آج ہم نے تمام قرضے اتار دیئے۔

ہاں ـــــ! تمام قرضے اتار دیئے۔ شاہدہ نے دیوانوں کی طرح ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ اور آنکھیں بند کر کے بستر پر جالیٹی۔

آہ! دیکھ تو ذرا ہم کس انداز سے لوٹے گئے ہیں۔ تو غیر کی آغوش میں مسرتوں کے پھول چن رہی ہوگی۔ مگر ادھر تو قیامت گذر گئی ہے۔

کیا تجھے اس قیامت کی کوئی خبر ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے ہم نے اپنے سہرے کے پھولوں کی تمام خوشبو اور رعنائی تمہارے سہرے کے پھولوں میں بھر دی ہے۔

"نکاح ہوا ____"

اور وہ خاموشی سے کوئٹہ چلا گیا۔

نکاح کے وقت اس نے پہلو میں بیٹھی ہوئی دلہن کو نظر بھر کر دیکھا بھی تو نہ تھا۔ ہاں البتہ اس نے تصویر کو اسکی جی بھر کر ضرور دیکھا تھا۔

اس نے گھنٹوں تصویر سے باتیں بھی کیں تھیں۔ اور اس کی تصویر کو وہ اپنے ساتھ کوئٹہ لے آیا تھا۔

دلہن کی رخصت دو ماہ بعد ٹھہرائی گئی تھی۔

کتنی جلدی میں اس کی شادی ہوئی تھی۔ جسکا اب وہ جیسے ہی تصور کرتا تھا تو نجانے اسے کیوں اپنے آپ سے ڈر سا آنے لگتا تھا۔

اور اس وقت اپنے کمرے میں بند وہ تصویر سامنے رکھے کہہ رہا تھا۔

دیکھو زرینہ تم میری بیوی بن چکی ہو۔ میں تمہیں دھوکہ نہیں دونگا۔ گو کہ میرے پاس وہ سب کچھ نہیں ہوگا۔ جو ایک بیوی اپنے شوہر سے خواہش رکھتی ہے مگر اس کے باوجود میں تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔

ہاں میں تمہیں سب کچھ دیدوں گا۔ جس کی بھی تم خواہش کروگی لیکن غم الفت ____ میری الفت کا تصور مجھ سے مت چھیننا ____ میں تمہیں وہ نہ دے سکوں گا ____ جس دل کے حصے میں وہ بستی ہے ____ وہاں سے تم بھولے سے بھی مت گزرنا۔

اور ہاں ____ میرے زخموں کو مت چھیڑنا ____ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بھی اس میں جل جاتے۔

تم نہیں جانتی ہو زرینہ ____ کہ میں نے کتنے دکھ جھیلے ہیں۔ کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ ____

ہر قدم ____ اور ____ ہر موڑ پر لوٹا گیا ہوں ____

مگر صرف اس لئے نہیں ____ کہ لوٹنے والی الفت تھی ____ میری روح تھی ____ اس کے دیئے ہوئے زخموں کی بہار میرے سینے پر سجی ہوتی ہے۔

ان کو کبھی بھولے سے بھی مت چھیڑنا ____

ورنہ یہ بت ____ جس نے صرف پجاری کے لئے اپنے اندر حرارت پیدا کی ہے۔ جل جائے گا ____ ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔ اور تم اسے سمیٹ بھی نہ سکو گی۔

الیاس نے زرینہ کی تصویر کو کچھ اور قریب کیا۔

اور بولا ____

میرے پاس جتنے بھی رنگ تھے۔ میں نے انہیں اس بے وفا کی تصویر میں بھر دیا ہے۔ تمہاری تصویر اگر بے رنگ اور پھیکی رہ جائے تو شکایت مت کرنا۔

کوثر، نجمہ کہہ رہی تھیں کہ تم بہت خوبصورت لڑکی ہو۔

مگر وہ کیا جانیں کہ میں کہ میں حسن کا پجاری نہیں ہوں۔

میں تو روح کا پجاری ہوں ____ کیا میری باتیں سن رہی ہو تم۔

چائے لے آؤں مالک ____ بوڑھا دینو کمرے میں داخل ہوتے

ہوئے بولا ۔

بابا ـــــ ایاس چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا ۔

آپ کافی دیر سے کمرے میں بند ہیں ۔ باہر موسم بہت خراب ہے شاید طوفان آنے والا ہے ۔

طوفان آنے والا ہے تو آنے دو بابا ـــــ میرے اندر اٹھے ہوئے طوفان سے زیادہ خطرناک نہیں ہوگا ۔

مالک ـــــ یہ کس کی تصویر ہے ـــــ ؟

یہ ـــــ ایاس کراہ کر بولا ۔

یہ ایک ایسی لڑکی کی تصویر ہے ۔ جو میرے لئے اجنبی ہے ۔ مگر میری بیوی کہلاتی ہے ۔ میں اسے گھنٹوں سے دیکھ رہا ہوں ۔ تاکہ جب آمنا سامنا ہو تو پہچان سکوں ۔

ہاں بابا ـــــ قدرت کی ستم ظریفی ہے یہ اجنبی لڑکی میری زندگی میں گھس آئی ہے ۔ اور میں اس کے لئے خوشیاں تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں ۔ تاکہ ایک شوہر کا بھرم رہ جائے ۔

یہ لڑکی میرے جلتے ہوئے زخموں پر اپنے ہونٹ رکھ کر ان کا زہر تو نہیں پی سکتی ۔ البتہ میرے لئے ایک روگ ضرور بن سکتی ہے ۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اسے کچھ دے سکوں ـــــ خواہ وہ کھوکھلی مسکراہٹیں ہی کیوں نہ ہوں ۔

پھر اس نے ایک طویل سانس لی ۔

ایاس پھر بولا ـــــ

بابا ـــــ تم نے کبھی محبت کی ہے ـــــ

محبت ـــــ بوڑھا ـــــ مسکرا پڑا ـــــ اور بولا ـــــ

مالک آج آپ نے پہلی بار بچوں ایسی بات کی ہے ۔

تم کیا کہنا چاہتے ہو بابا ـــــ ایاس کا لہجہ یاس کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا ۔

مالک کوئی دل محبت کے جذبے سے خالی نہیں ہوتا ۔

اس دور کا ہر انسان زخم خوردہ ہے ـــــ

کیا سچ بابا ـــــ ؟

ہاں مالک ـــــ وہ دل ہی کیا جو محبت کے جذبے سے سرشار نہ ہو ۔

اوہ ـــــ میں سمجھا تھا کہ ـــــ ایک میں ہی دیوانہ تھا جو یہ روگ خرید بیٹھا ہوں ۔

چائے لاؤں ـــــ بوڑھا ایاس کو بہکتے دیکھ کر جلدی سے بولا ۔

چائے کی کیا ضرورت ہے بابا ۔ آج اپنی حسرتوں اور تمناؤں کا خون ہی پی لینے دو ۔

مالک آپ نے خواہ مخواہ اپنے آپ کو محدود کر رکھا ہے ۔ ورنہ زندگی بہت وسیع ہے ـــــ اپنے آپ کو دیکھئے اور پھر دنیا کو ۔ آپ کی نظریں تھک کر واپس پلٹ آئیں گی ۔

ہاں بابا ـــــ میں نے نگاہ دوڑا کر دیکھا ہے۔ مگر سوائے مکر و فریب اور تصنع و بناوٹ کے خوبصورت لباسوں کے اور کچھ نظر نہیں آیا۔

الیاس کراہ کر بولا ـــــ

اور بھی بہت کچھ ہے مالک۔ ذرا اس تصویر کو ہی دیکھ لیجئے آپ کی بیوی کی تصویر ہے۔ یہ اپنا حق آپ سے ضرور مانگے گی۔ اور آپ کو دینا ہوگا اور پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ ایک ایسی وفا شعار بیوی ثابت ہو کہ آپ اپنے تمام دکھ بھول جائیں۔

ہم جسموں کے نہیں بابا ـــــ روحوں کے پجاری ہیں۔ کسی ایسی لڑکی کے لئے یوں اپنے آپ کو برباد کرنا بھی تو عقلمندی نہیں مالک۔

بابا ـــــ تم نہیں جانتے کہ اس لڑکی کو ہم نے دل سے ہی نہیں روح کی گہرائیوں سے چاہا ہے ـــــ اور اب یہی چاہت ـــــ وہی پرستش روح کا ناسور بن چکی ہے۔ قصور ہمارا نہیں ـــــ بابا ـــــ ہم تو بے دوش مٹ گئے ہیں ـــــ

میری الفت بڑی معصوم ہے بابا۔ الفت کہلاتی ہے مگر الفت کے تقاضے نہیں جانتی۔

اب صرف آپ اس لڑکی کے بارے سوچیں مالک۔ بوڑھے دینو نے اپنا فلسفہ پیش کیا۔

جاؤ تم چائے لے آؤ۔ الیاس نے کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

بوڑھا دینو الیاس کی حالت پر کڑھتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

الیاس کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے نیم دراز

اور ذہن کے دریچوں سے ماضی کی یادوں کی برات چل نکلی تھی۔ یں وہ ڈوبتا چلا گیا۔

گیسوئے شب کائنات کے سینے پر مچل رہے تھے۔

آوارہ رات نے سیاہ آنچل پھیلا لیا تھا۔

وہ کافی رات گئے واپس لوٹا تھا۔ لیکن بوڑھے دینو نے اس کا راستہ کاٹتے ہوئے روک لیا تھا۔

مالک 9 بجے سے ایک لڑکی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔

کون ہے وہ ــــــ ؟ الیاس کے چونکنے کے انداز میں بے ساختگی تھی۔

نہیں معلوم مالک ــــــ بہت ضدی معلوم ہوتی ہے کہہ رہی ہے خواہ صبح ہو جائے آپ سے مل کر ہی جائے گی۔

کہاں سے آئی ہے معلوم تو کیا ہوتا ــــــ ؟

یہیں کی رہنے والی ہے۔

کون ہے ــــــ ؟ میری کسی لڑکی سے واقفیت نہیں۔ الیاس الجھ کر بولا

آپ کے کمرے میں موجود ہے۔ بوڑھا آہستہ سے بولا۔

ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں ــــــ اور ہاں کھانا مت نکالنا۔ ایک دوست کے ہاں سے کھا آیا ہوں۔

بوڑھا دینو خاموشی سے لوٹ گیا۔ اور الیاس آنکھوں میں الجھن کا ار لئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پر رک کر وہ ہلکے سے کھانسا تھا۔ اور پھر بڑی آہستگی ے اندر داخل ہو چکا تھا۔

لیکن اسے دو قدم چلنے کے بعد ہی ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔

اس کے سامنے کرنل تصسف کی بیٹی عنبرین موجود تھی۔

وہ اسے دیکھ کر بڑی دل آویز انداز میں ہونٹوں کے گلاب کھلاتی ہوئی مکرائی۔

بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔

نف ــــــ فرمائیے ــــــ الیاس اس کی مسکراہٹ سے یک بیک وس ہو گیا۔

آپ اس دن ہمارے یہاں سے بھاگ کیوں آئے تھے۔

وہ شکایت بھرے انداز میں گنگنائی۔

صرف یہی کہنے آئی تھیں۔ الیاس پاؤں سے کرسی اپنی طرف سرکا کر تے ہوئے بولا۔

جی ــــــ اس کی جی بڑی دلکش اور معنی خیز تھی۔

رات کافی بھیگ چکی ہے ــــــ آپ کو اتنی دیر یہاں پر نہیں رکنا چاہئے

"کیوں ——؟"

میں یہاں تنہا رہتا ہوں۔

پھر کیا ہوا —— ؟ وہ دل کی تمام تر گہرائیوں سے مسکرائی۔

آپ کو یہاں اگر کسی نے دیکھ لیا تو خواہ مخواہ باتیں بن جائینگی۔

پاپا کو بتا کر آئی تھی۔ اور پھر میں آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے لئے دو بار ٹیلیفون استعمال کر چکی ہوں کہ آپ ابھی تک گھر سے غائب ہیں۔

کیسے زحمت فرمائی۔ الیاس زچ ہو کر بولا۔

کیا آپ کو میرا آنا ناگوار گزر رہا ہے۔

جی ہاں —— واقعی ناگوار سا لگا ہے۔ الیاس صاف گوئی سے بولا۔

عنبرین کا چہرہ اتر گیا۔ اور اس کی چمک اور خوبصورت آنکھوں میں دھند سی پھیل گئی۔

وہ چند لمحوں تک خالی خالی نظروں سے الیاس کی طرف دیکھتی رہی۔

پھر ہونٹوں کے قاسوں پر مسکراہٹ بکھیر کر بولی۔

پاپا آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

کیوں ——؟

یہ تو وہی بتا سکتے ہیں ——

بہتر —— کسی دن آنے کی کوشش کروں گا۔ گویا الیاس نے بات ختم کر دی۔

اس دن پارٹی میں آپ اس قدر بد اخلاق تو نظر نہیں آرہے تھے۔

ہ شکایت بھرے لہجے میں متانت سے بولی۔

الیاس فوراً سنبھل گیا۔ اور زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے

لا۔

کیا آپ کو میرے رویے سے کچھ تکلیف پہنچی ہے۔

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ موتی ایسے دانتوں کی چمک الیاس کو بڑی

لی لگی۔ وہ بھی جواباً ہلکے سے مسکرا پڑا۔

جب اس کی ہنسی کا زور ٹوٹا تو پلکیں جھکا کر بولی۔

سچ آپ نے اس دن پوری محفل کو تڑپا دیا تھا۔ کس نے درد

ہے یہ آپ کو۔

آپ پوچھ کر کیا کریں گی ——

بتائیے تو سہی ——

اپنے ہی خریدے ہوتے ہیں ——

کیا وہ بہت خوبصورت لڑکی ہے ——

کون ——؟

وہی جس نے آپ کو احساس ناکامی اور تنہائیوں کا زہر بخشا ہے۔

لڑکی بڑی پیاری لڑکی ہے۔

سچ —— عنبرین کے ہونٹوں پر طفلانہ مسکراہٹ کی کرنیں تڑپ

اٹھیں ۔ اور پھر اس نے بڑی تیزی سے پلکوں کو جھپکایا تھا ۔

الیاس کی مسکراہٹ شکست خوردہ تھی ۔

وہ پھر بولی ۔ شاید اس کے زخم کریدنے پر تل گئی تھی ۔

اب کہاں ہے وہ ——؟

یہاں —— الیاس دل پر ہاتھ رکھ کر مسکرایا ۔

عنبرین الیاس کے جواب پر بے ساختہ مسکرا پڑی ۔ اور بولی ۔

بتایئے —— کیا کوئٹہ میں موجود ہے وہ ۔

نہیں ——

پھر کہاں ہے ——؟

کسی اجنبی کی آغوش میں اپنی حسرتوں کے پھول چن رہی ہو گی ۔

کیا مطلب ——؟ وہ اس بار بے ساختہ چونکی ۔

اس کی شادی ہو چکی ہے ۔

اوہ ——! وہ اداس ہو گئی ۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر دھند چھا گئی ۔ جیسے اسے اس ٹریجڈی پر دلی افسوس ہوا ہو ۔

پھر وہ کچھ توقف بعد بولی ——

اور آپ نے تنہائیوں کو گلے کا ہار بنا لیا ——

اگر ایسی بات ہوتی تو آپ کے ہاں پارٹی میں کیوں نظر آتا

یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی مجبوری کے تحت چلے آئے ہوں ۔

کیونکہ وہاں سے آپ کا یوں چلے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو ایسی محفلوں سے نفرت ہے ——

نفرت تو نہیں البتہ الجھن ضرور ہوتی ہے ——

آپ انکل کے ساتھ آئے تھے نا ——!

سید احمد خان صاحب کے بارے آپ فرما رہی ہیں ۔

میں انہیں انکل کہتی ہوں ——

جی ہاں انہی کے ساتھ آیا تھا ۔ بلکہ لایا گیا تھا ——

پھر بھاگ کیوں آئے تھے ——

دل بھر گیا تھا ——

بد اخلاقی تھی ——

مجھے افسوس ہے —— کیا آپ چائے پئیں گی ——

دو بار پی چکی ہوں —— آپ کا ملازم بہت اچھا ہے ۔

الیاس مسکرا کر رہ گیا ——

عنبرین نے بھرپور نگاہوں سے الیاس کی طرف دیکھا ۔ اور اٹھتے ہوئے بولی ۔

آپکی شخصیت بڑی پیاری ہے ۔ اگر کبھی سہارے کی ضرورت پڑ جائے تو چلے آیئے گا —— میری بانہیں بڑی مضبوط ثابت ہونگی

الیاس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی ——

وہ مسکرائی۔ اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

پاپا سے ملنا مت بھول جائیے گا ——

بب —— بہتر —— ایاس تھوک نگل کر بولا ——

اور وہ اپنی مسکراہٹ کی خوشبو کمرے میں بکھیرتی ہوئی چلی گئی۔

ایاس نے بڑی تیزی سے کرسی پر پہلو بدلا۔ اور بڑبڑا اٹھا۔

کیا اب مجھے کوئٹہ چھوڑنا پڑے گا۔

اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

ایاس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے تپائی کے قریب پہنچا۔ کریڈل سے ریسور اٹھایا۔ اور کان سے لگا لیا۔

"کرنل تصدق اسپیکنگ ——"

ایاس کے ہونٹ سکڑ سے گئے۔ اور وہ آہستہ سے بولا۔

آپ کی بے بی جا چکی ہے۔ اتنا کہتے ہی اس نے ریسور کریڈل پر رکھ دیا

گو کہ یہ بداخلاقی تھی۔ مگر وہ اس کے لئے بھی مجبور تھا۔

پھر نجانے اسے کیا سوجھی کہ کریڈل سے ریسور اٹھا کر تپائی پر رکھ دیا۔

اور خود لباس تبدیل کر کے بستر پر آ لیٹا۔

آج وہ کچھ زیادہ ہی پریشان تھا۔

عجیب و غریب خط آئے تھے جن میں زرینہ کے بارے چھوٹی چھوٹی تحریر ہوتی۔ آج ہم وہاں گئے —— یہ ہوا —— وہ ہوا۔ انہوں نے یہ کہا

ایاس ایسے خطوں سے بے حد پریشان ہو چکا تھا۔

اور وہ سوچ رہا تھا کہ کیا ایسا تو نہیں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں کسی بہت طوفان کا پیش خیمہ ہو۔

اچانک اس کی نظر چھوٹی میز پر جا پڑی۔ وہاں آج کی ڈاک بوڑھے نے رکھ چھوڑی تھی۔

ایاس اٹھ کر میز کے قریب پہنچا۔ دو خط تھے ایک گھر سے آیا تھا اور ایک دوست کا تھا۔

اس نے جلدی سے گھر والے خط کو چاک کیا۔

اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں صفحہ قرطاس پر پھیلی ہوئی تحریر پر پڑیں۔

اس کے ہونٹوں سے ایک عجیب سی غراہٹ نکلی۔ جیسے کوئی زخمی پرندہ پھڑپھڑا اٹھا ہو۔

یا پھر —— جیسے کسی کا انجانے میں اس کے زخموں پر ہاتھ پڑ گیا ہو۔

عظمت کے ہاتھ کی تحریر تھی ——

وہی ہوا جس کے اسے خطرہ تھا ——

جس کے بارے وہ ہر وقت پریشان رہتا تھا۔

اس کی بیوی زرینہ کے بارے عظمت نے لکھا تھا۔

بھیا —— بھابی کے گھر والے طلاق کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ہمیں معلوم

ہوا ہے کہ بھابی کی پہلے بھی شادی ہو چکی تھی۔ اور اس کا خاوند بھی موجود ہے۔
بھائی جان یہ شادی یہ شادی سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا آپ اس جھگڑے کو ہمیشہ
کے لئے ختم کرنے کے لئے آ سکتے ہیں۔

لاحول ولا قوۃ ——— الیاس ذہنی طور پر ناچ کر رہ گیا۔

دیکھی قدرت کی ستم ظریفی ——— زخم پہ ——— زخم ———۔

کیا میں اپنی سانسیں کسی سے مستعار لے کر آیا ہوں۔

کیا سارے زمانے کے دکھ قدرت نے میری جھولی میں ڈالنے کے
لئے بنائے تھے۔

الیاس کا ذہن چکرا سا گیا۔

ماں کی ایک خوشی بھی پوری نہ ہو سکی تھی۔ لیکن اس میں خود اس کا
کیا قصور ——— جلد بازی ماں کی تھی۔ میں نے تو اپنا فرض پورا کر دیا تھا۔

بابا ——— الیاس اچانک پوری قوت سے چیخ اٹھا۔

اس کی اس چیخ نے پورے بنگلہ کو لرزا کر رکھ دیا۔

بوڑھا ملازم ——— ہانپتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

شاید وہ الیاس کی چیخ سن کر بھاگتے ہوئے وہاں پہنچا تھا۔

اس کی سانسیں پھول چکی تھیں۔

مالک ——— وہ پریشان پریشان سا بولا۔

میرا سامان تیار کرو ایک بیس والی گاڑی سے لاہور جاؤں گا۔

کیا بات ہے مالک ——— آپ بہت پریشان ہیں۔ بوڑھا دینو
لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

شاید میں نے کوئی ایسا ناقابل تلافی گناہ کیا ہے جس کی سزا قدرت
مجھے دے رہی ہے۔ کوئی خوشی ایک آنکھ بھی تو نہیں بھاتی اسے۔

کک ——— کیا ہوا مالک۔

جاؤ بابا ——— تم سامان تیار کرو۔ وقت زیادہ نہیں۔

الیاس دونوں ہاتھوں سے سر تھامے ہوئے بولا۔

بوڑھا دینو پریشان پریشان سا باہر نکل گیا۔

پھر تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ گاڑی میں سوار اپنے شہر کی طرف
جا رہا تھا۔

جس شہر نے اسے کوئی خوشی نہیں دی تھی۔

مگر پھر بھی اسے عزیز تھا ———

دل و جان سے زیادہ مقدم تھا ——— کیونکہ وہاں اس کی ماں بہنیں اور
الفت رہتی تھی۔

اس کی اپنی الفت ——— جس کے دیئے ہوئے غم اس نے سوغات سمجھ کر
اپنے دل میں بھر لئے تھے۔

محبت کی سوغات کتنی عظیم تھی یہ سوغات اور کس قدر اذیت
ناک ——— کہ وہ مر مر کر جی رہا تھا۔

گھر پہنچا تو سب کے چہرے زرد پڑے ہوئے تھے۔ ماں سے
تمام حالات سن لینے کے بعد وہ زبردستی مسکرایا اور بولا۔

ٹھیک ہے اسے طلاق دیدی جائے گی۔ اور اس کا جتنا سامان ہے
وہ بھی دیدیا جائے گا۔

مگر بیٹے یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔

یہ سب کچھ ـــ الیاس مسکرایا اور بولا۔

قدرت نے میرے نصیب میں اگر کوئی لڑکی لکھی ہے تو وہ صرف
الفت ہے ـــ"

ارے ہاں ـــ کیا تمہیں علم ہے کہ الفت ہمیشہ کے لئے اپنے
گھر آگئی۔

کک ـــ کیا ـــ! الیاس کے ذہن میں جیسے بارود پھٹ پڑا ہو۔
اس نے غیر یقینی انداز میں ماں کی طرف دیکھا۔ کیا تمہیں یقین نہیں آیا۔

یہ کیسے ممکن ہے ـــ ؟

ہم نے یہی سنا ہے ـــ ہاجرہ بیگم پر زور انداز میں بولی۔

یہ بہت برا ہوا ماں ـــ اگر میرے مقدر میں کوئی خوشی نہیں تو
تو اسے تو غم کی سیل سے قدرت نے محفوظ رکھا ہوتا۔ اگر کاتب تقدیر نے
اسے مجھ سے دور کر دیا تھا تو اب اس کا دامن مسرتوں سے بھر دیا ہوتا۔
کون ہے بدنصیب جس نے اسے ٹھکرا دیا۔ جس نے میری الفت کی قدر نہیں کی۔

تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے بیٹے کہ خدا نے اس کا بھی گھر برباد کر دیا۔
تم آباد نہیں ہو سکے تو وہ بھی کوئی خوشی نہیں خرید سکی۔
تمہاری آہ پڑ گئی ہے بیٹے اس پر۔

نہیں ماں ـــ نہیں ـــ الیاس تڑپ کر بولا۔

میں نے اسے کبھی بددعا نہیں دی ـــ میرے جب بھی ہاتھ دعا کے
تے ہیں۔ میں خدا سے صرف اس کے لئے ہی کچھ مانگا ہے۔ میں نے اس دن
ا خدا سے دعا کی تھی جب اس کی شادی ہوئی تھی۔ کہ پروردگار اگر وہ میرے
یب کا ستارہ نہیں بن سکی تو جہاں بھی تو نے اسے لکھ دیا ہے۔ اب کبھی
لم نہ دینا۔ کوئی دکھ اس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ اور ماں آپ کہہ رہی ہیں کہ
اچھا ہوا۔ میری آہ اور صبر اسے پڑ گیا۔

نہیں ماں ـــ نہیں ـــ میرا دل اس وقت یہ سن کر پھٹ گیا ہے۔
ری الفت کی قدر کرنے والا۔ انسان تو نہیں ہو سکتا۔ کس قدر بدنصیب ہوگا
وہ جس نے اس پھول کی قدر نہیں کی۔

امی خدا کی قسم ـــ میں اسے کبھی بددعا نہیں دی۔
جب بھی ہاتھ اٹھتے ہیں۔ قدرت سے اس کے لئے خوشیاں ہی مانگی
ہیں۔ پھر آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ اس کی بربادی پر خوشی ہوئی ہوگی نہیں
امی ـــ ایسا مت سمجھو ـــ اس قسم کا تصور کرنا بھی میرے نزدیک میری
محبت، میری پرستش کی توہین ہے۔ میرے جذبے کو ایک گالی دینے کے

مصروف ہے ـــــ ہاں ـــــ اگر میرے مقدر میں اب بھی کوئی خوشی کی کرن کاتب تقدیر نے رقم کی ہوئی ہے۔ تو میں وہ بھی اس کی جھولی میں ڈال دینا اپنا فرض سمجھوں گا۔

ہاجرہ بیگم ـــــ ایک لمحے کو بیٹے کی کراہیں سن کر ندامت کے حصار میں ڈوب گئیں۔

نجانے وہ کیوں نظریں چرا رہی تھیں ـــــ؟

الیاس نے ماں کو یوں نظریں چراتے دیکھ کر خود ہی منہ پھیر لیا۔

شاید وہ جانتا تھا کہ ماں اپنی جلد بازی پر پشیمان ہیں۔

ہاجرہ بیگم اٹھ کر چلی گئیں۔

اور الیاس یوں تڑپ کر رہ گیا جیسے کسی ذبح کیے جانے والے انسان نے آخری بار ہچکی لی ہو۔

دوسرے دن الیاس کے سسرال والے شادی کی رسم پر دیا جانے والا سامان لینے آ گئے۔ الیاس نے نہایت خاموشی سے طلاق کے کاغذات ان کے حوالے کر دیئے۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

نہ تو کسی خوشی کی کرن تھی۔ اور نہ ہی کہیں غم کی پرچھائیں تھی۔

کپڑوں کے جوڑے اور دیگر سامان ان کے حوالے کر دیا گیا۔ الیاس جو اندر اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اپنے ہاتھ سے سونے کی انگوٹھی اتار کر عظمت کے ہاتھ باہر بھیج دی۔

دو رومال بھی تو تھے اس انگوٹھی کے ساتھ۔ وہ لوگ ناک منہ چڑھا کر بولے۔

لعنت ہے ـــــ الیاس ان کی آواز سن کر بڑی بے بسی سے تڑپا۔

کس قدر عجیب ہیں یہ لوگ۔ کمبختوں کو اس بات کا ذرہ بھی احساس نہیں کہ اگر ہم لوگ چاہتے تو ان پر دھوکہ دہی اور فریب کے سلسلے میں مقدمہ بھی کر سکتے تھے۔ جس سے تمام زندگی زرینہ کو طلاق نہیں مل سکتی تھی۔ اور پھر لین دین جو اس وقت ہو رہا ہے۔ سب جہنم میں چلا جاتا۔

مگر انہیں ذرہ بھر بھی اس بات کا احساس نہیں کہ وہ دستی رومالوں کا بھی تقاضہ کر رہے ہیں۔

الیاس اندر کمرے میں چیخ کر بولا۔

عظمت ان سوداگروں سے کہو کہ رومال استعمال ہو چکے ہیں۔

ان کی قیمت پانچ سات روپے جو بنتے ہیں ہم سے لے لیں۔

باہر صحن میں مکھیوں ایسی بھنبھناہٹ جو کافی دیر سے گونج رہی تھی یکلخت ختم ہو گئی۔ اور صحن میں موت ایسی خاموشی مسلط ہو گئی۔

الیاس اٹھ کر باہر دروازے میں آ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ ان لوگوں کو اپنی سلگتی ہوئی نظروں سے گھور کر بولا۔

آپ لوگوں کے پاس شرم جیسی کوئی شے بھی ہے کیا اسقدر ہی آپ لوگ احسان فراموش ہیں کہ دوسروں کی قربانی کو نظر انداز کیے جا رہے ہیں۔ کتنے

افسوس کی بات ہے کہ اس کے باوجود بھی آپ لوگ اپنے آپ کو انسان کہتے ہیں۔
اپنی لڑکی کے اس قدر ذلیل کردار کو دیکھتے ہوئے ادھر کا رخ کرنے کی بجائے
ڈوب مرنا چاہیئے تھا۔

مگر آپ لوگوں کی پیشانی پر شکن تک نہیں آئی۔

ندامت کی ایک شکن بھی تو نہیں پڑی۔

ایک لمحے کے لئے اپنا کردار دیکھو ــــ اپنی لڑکی کے کرتوت اور اپنے
گریبان میں پڑی ہوئی گندگی کو دیکھو ــــ اور پھر ــــ ذرہ ذرے
رویے کو تولو ــــ ناپو ــــ اور وزن کرو ــــ پھر بھی اگر تم لوگوں
کو کچھ نظر نہ آئے تو یہ بے غیرتی اور بے شرمی کی انتہا ہے۔

برخوردار اس قدر چراغ پا ہونے کی ضرورت نہیں۔ بات صرف
دو رومالوں کی ہی ہے نا ــــ ہم نہیں لیتے ــــ ایک بزرگ بولے۔

الیاس کا دل چاہا کہ ایک ایک کو چن چن کر گولی مار دے۔

مگر وہ صرف بے بسی سے ہونٹ چبا کر رہ گیا۔ اور عظمت سے یہ کہتا
ہوا پھر اندر آگیا کہ ان شرافت کے ٹھیکیداروں کو رومالوں کی قیمت دیدی جائے

پھر ساری رات اس نے تڑپ تڑپ کر گزار دی۔

دنوں کو جیسے پر لگ گئے ہوں۔

وقت تیزی سے گزرتا گیا۔ وہ لوگ عید کی خوشیوں میں مصروف ہو گئے۔
ہر سال بڑی محبت سے اپنے بزرگوں کی قبروں پر مٹی ڈالنے جاتے تھے۔

یہ رسم نجانے کیوں کر ایجاد ہوئی تھی۔ اور کس نے یہ رسم چلائی تھی کہ مرنے
لوں کو اس دن جاکر ان پر اور مٹی ڈالی جائے۔ جیسے انہیں خطرہ لاحق رہا ہو
ہیں وہ دوبارہ اٹھ کر نہ آجائیں۔

قبروں پر دیئے جلائے جاتے، پانی چھڑکا جاتا، پھولوں کی چادریں نظر
ل جاتیں۔ اور اگربتیوں کا کثیف دھواں ان کی قبروں پر پھیلا دیا جاتا۔

جیسے دنیا کا بھرم ان کے دم سے ہی قائم ہو۔

عجیب دنیا ــــ اور عجیب لوگ ہیں یہ بھی۔

مرنے والوں کو پوجتے ہیں۔ زندگی میں خواہ وہ غریب فاقوں سے
یوں نہ مرکھپ گیا ہو۔ مگر کیا مجال جو ایک دن کا کھانا تک انہیں دیا ہو۔
وہ ان کے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہی کیوں نہ دم توڑ گیا ہو۔

کس قدر عجیب رشتے ہیں یہ بھی کہ مرنے کے بعد اپنوں کی قدر کرتے

اور کس قدر ستم ظریف ہیں یہ لوگ۔ کہ زندگی میں تو اسے اپنے کھانے
لسے ایک نوالہ تک نہ دیا۔ مگر اس کے مرنے کے بعد قبر پر چلے آ رہے ہیں
ہول چڑھاتے ہیں۔ ان کے نام کا کھانا پکوا کر تقسیم کرتے ہیں۔ پھولوں کی چادریں
ڈالی ہیں۔ اگربتیوں کا کثیف اور خوشبودار دھواں۔ ان کی قبروں پر یوں پھیلایا
اتا ہے جیسے مرنے والا بہت ہی نیک خدا ترس اور رحمت خدا تھا۔

خواہ اس نے اپنی تمام زندگی گناہوں کے پالنے میں بیٹھ کر کیوں نہ گزار

دی ہو ۔

دیکھا ـــــ کس قدر عجیب رشتے ہیں یہ ـــــ

زندگی میں اگر ذرہ دور ہو جائیں تو گیلی لکڑی کی مانند سلگ سلگ کر دھواں چھوڑتے رہتے ہیں ۔

اور اگر انہیں مل بیٹھنے کا موقع مل جائے تو ایک دوسرے کی قربت سے جل جاتے ہیں ۔ آتش فشاں کی مانند پھٹ پڑتے ہیں ۔

اور آج اس رسم کو پورا کرنے کے لئے ہاجرہ بیگم بھی تیار بیٹھی تھیں ۔

اپنے بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنا تھی ۔ مٹی ڈالنا تھی اور پھول تیار کئے جا رہے تھے ۔

شاید یہ دستور اور نرالی رسم مدتوں سے چلی آ رہی تھی ۔

تم بھی چلو بیٹے ـــــ وہ الیاس سے کہہ رہی تھیں ۔

میں وہاں جا کر کیا کروں گا ـــــ ؟

دعا مانگنا بیٹے ـــــ کہتے ہیں مرنے والوں کی روحیں آج کے دن اپنی اپنی خلدوں میں آ جاتی ہیں ۔

ضرور آ جاتی ہوں گی ۔ مگر پھر میں کیا کروں ۔

چلو بیٹے ـــــ ضد نہ کرو ـــــ کچھ دل کا بوجھ ہی ہلکا ہو جائے گا ۔

اپنی قبر میں سونے سے ضرور ہو جائے گا ۔ الیاس تڑپ کر بولا ۔

ایسی باتیں کرتے ہو ـــــ کیا ماں کو یوں جواب دیا کرتے ہیں ۔

الیاس نے بڑے مضبوطی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا ۔

پھر کچھ دیر بعد چھوٹا سا قافلہ سمن آباد قبرستان کی طرف رواں دواں تھا ۔

مگر پھر جیسے ہی وہ قبرستان پہنچے ۔ گڑ بڑا کر رہ گئے ۔

کیونکہ وہاں تو الفت کا باپ یوسف اور دیگر رشتہ دار بھی موجود تھے

الیاس نے ماں کی طرف دیکھا ۔ اور بولا ۔

خاموشی سے اپنا کام ختم کرو ۔ اور چلیں ۔

مگر وہاں تو قیامت کا منظر تھا ۔

یوسف میاں قبر پر کھڑے ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے تھے ۔

آنکھوں سے آنسو رواں تھے ۔ نا جانے کن کن نا کردہ گناہوں کی معافی مانگ کر روتے جا رہے تھے ۔ اور آنسوؤں سے دامن تر کئے جا رہے تھے

ہاجرہ بیگم آخر کو بہن تھی ۔ بھائی کو یوں سسکتے دیکھ کر پوری جان سے تڑپ اٹھیں ۔

خون جوش مار گیا ـــــ اپنے سینے پر تمام جلتے ہوئے داغوں کو بھول کر خود بھی رو پڑیں ۔

یوسف نے جو پلٹ کر بہن کو دیکھا تو ان کے قدموں پر آ گرے ۔

الیاس کا لہرا وجود تھرتھرا کر رہ گیا ۔

یوسف صاحب، ماجرہ کے قدموں پر جھکے کہہ رہے تھے۔

باجی ــــ کیا معاف نہیں کرو گی ــــ

اپنے گنہگار بھائی کی غلطیوں کو بھول کر اسے سینے سے لگا لو۔ میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں۔ اور ان زیادتیوں کے بدلے میں میرے تمام خاندان کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔

خدا نے مجھ پر کیا کیا قیامتیں توڑ ڈالی ہیں۔ شاید تمہیں اسکا اندازہ تک نہیں۔

مم ــــ میں ــــ نے ــــ ایک بیٹی کے لئے بہن کو بھلا یا تھا۔ مگر آج اگر میرے پاس اس جیسی دس بیٹیاں بھی ہوں تو آپ کی جھولی میں ڈال دوں۔

خدا کے نام پر ــــ ان اپنے بزرگوں کا واسطہ دے کر کہہ رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دو ــــ

ماجرہ بیگم جیسے سر سے پاؤں تک ہل کر رہ گئیں۔

وہ تنی کھڑی تھیں۔ مگر ان کا پور پور کسی خزاں رسیدہ خشک پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

کلیجہ ہی تو پھٹ گیا تھا اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھ کر۔

تڑپ کر جھکیں اور بھائی کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

اس وقت کون تھا جو اس دلدوز اور روح فرسا منظر کو دیکھ کر بے ساختہ

نہ پڑا ہو۔

البتہ الیاس ایک ایسا انسان تھا جو یہ منظر دیکھ کر پتھر ہو کر رہ گیا تھا۔ اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔ ہر قسم کے جذبات و تاثرات سے یکسر عاری یہ غیر متوقع حالات کو دیکھ کر پتھر کا مجسمہ بن کر رہ گیا۔

دوسری طرف یوسف ابھی تک رو رہا تھا۔ اور ہاتھ جوڑے بہن سامنے کھڑا سسک رہا تھا۔

باجی کیا آپ نے اپنے گنہگار بھائی کو معاف کر دیا ہے۔

صبح کا بھولا اگر شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ اب رے سامنے یوں نہ گڑ گڑاؤ۔ شرمندہ ہوئے جا رہے ہیں۔ یہاں بتاؤ لت پہ کیا بیتی۔ سنا ہے کہ وہ واپس آگئی ہے۔

بدنصیب تھی جو ایک بن کر آپ کے قدموں میں نہ جا سکی۔ مگر یہ سب باتیں یہاں کھڑے ہو کر کرنے والی تو نہیں۔

چلئے گھر۔

گھر ــــ ماجرہ بیگم کے دل سے کراہ نکلی۔ اس نے بیٹے کی طرف یکھا۔ جو ابھی تک بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ جیسے اسے کسی نے زمین میں دفن رکے کھڑا کر دیا ہو۔

میرے بیٹے ــــ میرے الیاس ــــ یوسف تڑپ کر اس کی رف بڑھے اور اسے سینے سے لگاتے پوری قوت سے بھیج لیا۔

مم —— میں نے تجھے کھو کر بڑے دکھ پائے ہیں بیٹا۔ کیا تم اپنے ماموں کو معاف کر دو گے۔

الیاس کے ہونٹ کانپے۔ اور بڑی مدھم سی آواز ابھری۔

بزرگوں کی غلطیوں کو غلطیاں نہیں کہتے۔ انہیں اولاد کی —— بدبختی کہتے ہیں ماموں جان۔

بیٹے —— یوسف بھرپور چوٹ سے تلملا کر رہ گئے۔

مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ اور نہ ہی کبھی قدرت سے میں نے شکوہ کیا ہے۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ اولاد کی بعض اوقات مستقبل برباد کرنے میں والدین اور بزرگوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جوں جوں ان کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ عقل کم ہوتی جاتی ہے۔

خاموش رہو الیاس بیٹے۔ بزرگوں کے سامنے یوں نہیں کہا کرتے۔

ہاجرہ بیگم کے لہجے میں بھرپور احتجاج تھا۔

میں نے تو ایک چھوٹی سی بات کہی ہے امی۔ لیکن کسی کی توہین نہیں کی

ختم کرو اور اپنے ماموں کے ساتھ گھر جاؤ۔

گ گ —— کیا —— ؟ الیاس اس انوکھے حکم پر بری طرح گڑبڑا گیا

چلو بیٹے —— ! دل نہ توڑو۔ پہلے ہی بہت ذلت اٹھا چکے ہیں۔

چلئے —— الیاس اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی

ش کرتے ہوئے بولا۔

کچھ دیر بعد مدت سے بچھڑے ہوئے دلوں کا قافلہ یوسف کے گھر کی رف چل پڑا۔

الیاس کو ابھی تک اپنی قوتِ بینائی اور قوت سماعت پر یقین نہیں رہا تھا —— اس کے قدم بڑی تیزی سے درِ محبوب کی طرف بڑھ رہے تھے شاید اسے خطرہ تھا کہ تقدیر کہیں پھر آنکھیں نہ پھیرے۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ اس نے ابھی اسے دیکھا ہی نہ ہو۔ اور الیاس نہیں چاہتا تھا کہ وہ کچھ سن سکے۔ وہ اپنے مقدر سے بڑا خوف زدہ تھا۔ اس لئے جلد از جلد محبوب کی گھنی زلفوں کی چھاؤں تلے پہنچ جانا چاہتا تھا۔

اب تو لو الفت ـــــ!

اگر تقدیر نے سن لیا۔ تو پھر سے نگاہیں بدل لے گی۔ میں تمہیں کھو کر پانے تک سینکڑوں بار مرا ہوں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر سے تمہیں کسی کی نظر لگ جائے۔

ہونہہ ـــــ نظریں مت چراؤ ۔۔۔ باسی پھول بھی پھول ہی کہلاتا ہے۔ تمہاری فرحت اور خوشبو کو چرا لیا گیا ہے تو پھر کیا ہوا میں نے تو تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے۔ روح کا پجاری ہوں الفت۔ میرے لئے اب بھی تم ایک ایسا ہی پھول ہو جس کی فرحت، خوشبو اور رعنائی قدرت نے صرف میرے لئے ہی پیدا کی ہو ہاں مجھے تم اس حالت میں بھی قبول ہو الفت ـــــ میری الفت،

قدرت نے پھر دو دلوں کو یکجا کر دیا ہے۔

وہ پھر سے ایک بار ساتھ مل کر دھڑکنا چاہ رہے ہیں۔

دیوانہ وار بھاگتے ہوئے وہ الفت کے کمرے تک پہنچ گیا تھا۔

اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں۔

عشق جبیں در حسن پر سجدہ ریز ہونے کو بے تاب تھی۔

ایک مدت بعد پیاسی نگاہوں کو محبوب کا دیدار ہونے والا تھا۔

اس نے دروازے پر پہنچ کر سانسوں کو ہموار کرنے کی زحمت تک ارہ نہیں کی تھی۔ دروازے کا ایک پٹ کافی زور سے دیوار سے ٹکرا کر آواز یدا کر گیا تھا۔ اور وہ ایک دروازے کے پٹ کا مضبوطی سے پکڑ کر سہارا لئے ہیں درمیان میں ایک جھٹکے سے رک گیا۔

سامنے الفت موجود تھی۔

کسی مرجھائے ہوئے پھول کی مانند زرد چہرہ لئے وہ الیاس کو دیکھ رہی ی۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔

اور الیاس نے اسے اپنے سامنے پا کر کچھ کہنے کے لئے ہونٹوں کو جنبش ینا چاہی۔ لیکن وہ صرف کپکپا کر رہ گئے۔ جذبات کی شدت نے قوت گویائی کو لب کر لیا تھا۔ کچھ کہنے کے لئے اس کے ہونٹ بری طرح لرز رہے تھے۔

لرزتی ـــ کپکپاتی ـــــ اور تھرتھراتی ہوئی نظریں ایک دوسرے پر پے جم کر رہ گئی ہوں۔

ا ــــ الفت ــــ وہ بڑی مشکل سے اسے آواز دے سکا ۔

دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا ایک لفظ قیامت بپا کر گیا ۔

اور الفت بے تابانہ انداز میں اس کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گئی ۔

الیاس کو دیکھ کر چہرے پر جو رونق عود آئی تھی ۔ ماند پڑ گئی

آنکھوں کی چمک جو محبوب کو دیکھ کر بڑھ گئی تھی ۔ اب اس پر دھند سی
لپٹ گئی ۔ ایک غبار سا چھا کر رہ گیا ۔

الفت ــــ الیاس نے جذبات کی شدت سے کپکپاتے ہوئے
ہونٹوں کے درمیان اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے ۔

اور الفت ــــ ان پھیلے ہوئے بازوؤں میں آنے کی بجائے یکبیک
لڑکھڑا گئی ۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس نے رخ پھیر لیا ۔

الفت ــــ الیاس کی روح تڑپ کر رہ گئی ۔

لوٹ جاؤ ــــ لوٹ جاؤ ــــ الفت سسک پڑی اور شدت جذبات
سے لرزتے ہوئے وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپاتے ہوئے بولی ۔

لوگ تو گلدان میں سجے ہوئے باسی پھولوں کو اٹھا کر پھینک دیا کرتے ہیں ۔
م کیسے انسان ہو اب ایسے پھولوں کو گلے کا ہار بنانا چاہتے ۔

الیاس تھرتھرا کر رہ گیا ۔ وہ ایکدم آگے بڑھا ۔ الفت کے قریب پہنچ کر
وہ رک گیا ۔ دونوں کے درمیاں فاصلہ ختم ہو چکا تھا ۔

مم ــــ میری طرف دیکھو ۔ وہ تڑپ کر بولا ۔

کک ــــ کس منہ سے دیکھوں ــــ تمام رنگ چوری ہو چکا ہے ۔
سسک کر بولی ۔

مم ــــ میری پاگل الفت ــــ الیاس نے ہاتھ بڑھا کر اسے بالوں
سے پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے ۔ اس کا چہرہ اپنی طرف کیا ۔

اللہ ــــ الفت کے ہونٹوں سے کراہ سی نکل گئی ۔

میرا نام عشق ہے ۔ بھنورا نہیں ۔ کہ پھول کا رنگ اور رس دیکھ کر منڈلاؤں
مر جاؤں گی ــــ وہ سسک پڑی ۔

الیاس نے اس کے بال چھوڑ دیئے ۔ اور وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگی

میری طرف دیکھو ــــ الیاس کی آواز میں بے پناہ تڑپ موجود تھی

نن ــــ نہیں دیکھا جاتا ۔

الیاس چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا ۔ دل میں اٹھنے والے
طوفان پر قابو پانے کی سعی کرتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں بولا ۔

کیوں رو رہی ہو ۔ اگر اپنی بے بسی پر انہیں بہا رہی ہو ۔ تو تب بھی
انہیں روک لو ۔ اور اگر میری کم مائیگی یا بدنصیبی پر ان موتیوں کو ضائع کر رہی
ہو تو تب بھی انہیں روک لو ۔

ا کی حدت تمہارا یا میرا مقدر نہیں بدل سکتی ۔ ہاں البتہ روح کی
گہرائیوں سے ایکبار مجھے پکار لو ــــ تمہارے سامنے موجود ہوں ۔
سب کچھ پا لوں گا ــــ تقدیر اور مقدر پر شکوہ مت کرنا ۔ انہوں نے

ہمیں برباد کر دیا تھا۔ ہمیں جی بھر کر دونوں ہاتھوں سے لوٹا تھا۔

بس اب چپکے سے۔ جیسے گلشن پر بہار آجاتی ہے۔ میری ان کھلی باہوں میں چلی آؤ۔ میرے لئے تم اب بھی وہی الفت ہو۔

وہی الفت —— جس کی میں نے مدارات اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے میں پرستش کی ہے۔

میرے لئے تم اب بھی تنویر وفا کی دیوی ہو۔

کون کہتا ہے کہ تم اپنا سب کچھ کھو چکی ہو۔

تمہاری خوشبو اور رعنائی کو چرا لیا گیا ہے۔

کون کافر کہتا ہے کہ تم کسی گلدستے کا مرجھایا ہوا پھول ہو۔

تمہیں کوئی میری نگاہوں سے تو دیکھے۔ تپش عشق میں سلگتے ہوئی آنکھوں سے تو دیکھے۔

تم اب بھی وہی ہو ——

وہی الفت ہو ——

وہی پھول ہو جو اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ میرے لئے کھلا تھا۔

کیا ہوا —— ؟ اگر تم پتی پتی ہو کر کسی بستر پر بکھری ہو —— مگر —— تمہاری خوشبو اور فرحت پر کون کافر انکار کر سکتا ہے۔

اور پھر مجھے ان چیزوں سے لینا بھی کیا ہے۔ تم تو میری روح ہو۔ جو میرے جسم پر گھل چکی ہو۔

لوٹ آؤ الفت —— نہیں تو یہ جسم مردہ ہو جائے گا۔

دیکھو میں نے مدتوں سے اپنی سانسوں کی ڈور کو ٹوٹنے سے بچا رکھا ہے۔

اپنی آخری سانس بھی صرف تمہارے لئے رکھ چھوڑی ہے۔

آؤ —— ان کھلی باہوں میں چلی آؤ۔ تاکہ ان رستے ہوئے زخموں کو نیند آجائے۔ انہوں نے ہمیں بہت تڑپایا ہے۔ کبھی پوری نیند تک نہیں لینے دی ہے۔

آؤ الفت —— ہمارے جذبے اور ضبط کو مت آزماؤ۔

تھک چکے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں نیند آجائے۔ ابدی نیند۔ اور یہ بازو محبوب کو آغوش میں لینے کے لئے کھلے رہ جائیں۔ پھر تم نے آواز دی تو لوٹ کر نہ آسکوں گا۔

ہاں اگر تم میرے قدموں کے نشان تلاش کرتے کرتے میری تربت تک پہنچ کر تو اس پر حسرتوں کے پھول تو ضرور چڑھا سکو گی۔

بس —— بس کرو —— میرا دم گھٹ جائے گا۔ الفت بے بسی کے عالم میں چیخ سی پڑی۔

میری طرف دیکھو —— ان سنہری جھالروں کو اٹھا کر ذرہ آنکھیں کھول

ابھی طلاق نہیں ہوئی —— وہ سسک کر بولی۔

کک —— کیا —— ؟ وہ بری طرح لڑکھڑا گیا۔

جیسے اس کے دل پر زور سے گھونسہ پڑا ہو۔ یا اس کی روح کو پکڑ کر

کسی نے بڑی بے دردی سے کچل ڈالا ہو۔

اسے اپنے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ذہن میں سنساہٹ گونج اٹھی۔ اور آنکھیں اپنی روشنی کھو کر اندھیرے میں ڈوب گئیں۔

اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ جھول گئے تھے۔

اور آنکھیں ویران ہو کر رہ گئی تھیں۔

مم ——— میں لوٹ آؤں گی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر بری طرح تڑپتے ہوئے سسک کر بولی۔

الیاس اندھوں کی طرح راستہ ٹٹولتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مم ——— میں لوٹ آؤں گی ——— الفت کی آواز اب بھی اس کے کانوں میں گونج چھوڑے ہوئے تھی۔

اس کے ذہن میں ایک ہی جملہ گونج رہا تھا۔

میں لوٹ آؤں گی ——— لوٹ آؤں گی۔

دروازے کی دہلیز پار کرتے ہوئے وہ لڑکھڑایا اور مری مری آواز میں بولا

لوٹ آنا ——— میں اپنی تمناؤں اور امیدوں کے دروازے پر بیٹھا تمہارا انتظام کرتا رہوں گا۔

انتظار کرتا رہوں گا۔ پھر اس کی آواز دم توڑ گئی۔

جیسے آس کا پنچھی دور افق میں ڈوب گیا ہو۔

اور کسی سودائی کی آواز لوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی ہو۔

اعتماد کھو دینا بھی اپنی زندگی کو ہار دینے کے مترادف ہے۔ اور الفت بھی ایک بار پھر الیاس کو کھو چکی تھی۔

بازی شاہدہ کے ہاتھ تھی۔

شکست خوردگی کا زہر پینے والی اس لڑکی نے دو دلوں کو بری طرح شکست دی تھی۔

جیت شاہدہ کی ہوئی تھی۔

اور الیاس اپنا سب کچھ کھو کر ایک بار پھر کوئٹہ پہنچ گیا تھا۔

خان جیسی پیاری اور جہاندیدہ شخصیت بھی اب اس کے زخموں پر مرہم رکھنے سے قاصر رہی تھی۔

دم توڑتے ہوئے اس مسافر نے محبت ہی نہیں اپنی زندگی بھی ہار دی تھی۔ اور اس وقت وہ اپنے بنگلے کی تنہائیوں اور گھمبیر سناٹے سے گھبرا کر وہ باہر نکل آیا تھا۔

بلا مقصد وہ سڑکیں ناپ رہا تھا۔ نہ کسی منزل کا تعین کیا تھا۔ اور نہ ہی ان راستوں کی خبر تھی جن پر وہ اس وقت چلا جا رہا تھا۔

اس وقت وہ مشن روڈ کے کراسنگ پر سے گزر رہا تھا کہ اچانک سامنے فٹ پاتھ پر ایک جانے پہچانے چہرے کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"یہ شاہدہ تھی ——"

شاہدہ ——:

جس نے اس کی زندگی کو اپاہج کر دیا تھا۔

جس نے اس کی خوشیوں اور ارمانوں کو کچل کر اس کی شریانوں میں زہر کی آمیزش کی تھی۔

یہ کہاں —— ؟ وہ بے بسی کے عالم میں ہونٹ کاٹتے ہوئے بڑبڑایا

پھر جیسے بھونچال آگیا ہو۔ کیونکہ اچانک شاہدہ کی نظریں اس سے ٹکرا گئیں تھیں۔

دونوں اپنی اپنی جگہ جم کر رہ گئے تھے۔

بڑا عجیب تصادم تھا ——

جیسے وقت کی رفتار رک گئی ہو ——

الیاس اسے گھورے جا رہا تھا ——

اچانک شاہدہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کرنیں پھوٹیں۔ اور وہ حرکت میں آگئی۔ اب کا رخ الیاس کی طرف ہی تھا۔

الیاس کے ہونٹ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر نیم دائرے کی شکل میں سکڑ کر رہ گئے۔

ہلو —— وہ قریب پہنچتے ہی دھماکہ خیز انداز میں بولی۔

ہلو —— الیاس کے ہونٹوں پر اپنی مخصوص ترین مسکراہٹ تھی۔ وہی مسکراہٹ —— جو خون آلود ہوا کرتی تھی۔

جن میں حسرتوں اور ناکام تمناؤں کا خون رچا ہوا کرتا تھا۔

آپ یہاں —— شاہدہ قیامت بن کر بولی۔

میں یہیں ہوتا ہوں ——

لیکن آج سے چار روز قبل آپ لاہور میں تھے۔

آپ بھی تو وہیں تھیں ——

میں کچھ سامان خریدنے کوئٹہ آئی تھی۔ شاہدہ نے وضاحت کی۔

کیا شادی کرنے کا ارادہ ہے۔

شادی —— شاہدہ چونکی۔

الیاس ہونٹوں کی مریل سی مسکراہٹ کے دوران اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

شاہدہ یکلخت کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ اور مسکراتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

میں آپ کے شہر میں بحیثیت مہمان ہوں۔

پھر ——!

مہمان نوازی تو اخلاقی تقاضہ ہے۔

میں تقاضوں کے خون پینے کا عادی ہوں ۔ ایاس برجستہ بولا۔

شاہدہ نے اپنی جگہ گھما کر دیدوں کو بڑی تیزی سے گردش دی ۔ اور چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی ۔

یہاں کھڑے رہنا کچھ مناسب نہیں ۔

پھر ـــــ ایاس اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا ۔

آپ کی یہ پھر ـــــ بڑی جان لیوا اور صبر آزما ہے ۔ بہرکیف کیا آپ کسی ہوٹل تک چل سکتے ہیں ۔

چلئے ـــــ ایاس نے سلگتے ہوئے ذہن کے ساتھ اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا ۔

پھر وہ تیزی سے گھوما تھا ۔ اور ایک طرف چل پڑا ۔

شاہدہ اس کے پیچھے تھی ـــــ

کچھ دیر بعد دونوں کیفے شیراز کے ایک خوبصورت کیبن میں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے

چائے میری طرف سے رہے گی ۔ وہ اٹھلا کر بولی ۔

شکریہ ـــــ

صرف چائے ـــــ جو امرت بھی ہے ـــــ

میں زہر کو بھی امرت سمجھ کر پی جانے کا عادی ہوں ۔

اچھا ـــــ وہ مسکرائی ۔ اور مزید بولی ۔

اور کس کس بات کے آپ عادی ہیں ۔

ایاس جواب دینے کی بجائے ویٹر کی طرف متوجہ ہوگیا ۔ جو پردہ سرکا یا اندر داخل ہو رہا تھا ۔

صرف چائے ـــــ

ویٹر ادب سے جھک کر واپس چلا گیا ۔

شاید آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں ۔ ایاس اسے کرسی پر پہلو بدلتے دیکھ کر بولا

میں شادی نہیں کر رہی ۔ انداز بڑا زہریلا تھا ۔

سوری ـــــ میں سمجھا تھا کہ شاید آپ نے کہیں کمند پھینک ڈالی ہے ۔

شاہدہ نے ایاس کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے ۔ مسکرا کر کہا ۔

میں کچھ عرض کر سکتی ہوں ۔

فرمائیے ـــــ ایاس سنبھل کر بیٹھ گیا ۔

الفت کے بارے کچھ بتائیے ـــــ

اس کے بارے آپ مجھ سے بہتر جانتی ہیں ۔

اب تو آپ اور اس کے درمیان کوئی دیوار نہیں رہی ۔

پہلے ہی کون سی دیوار تھی ـــــ

میرا مطلب نہیں سمجھے آپ ـــــ

ضرورت بھی کیا ہے ـــــ؟ کیونکہ میں آپ کو پوری طرح پڑھ چکا ہوں

مجھے ـــــ وہ مسکرائی ـــــ!

جی ہاں ——— آپ کو ———

اچھا بتائیے کیا پڑھا ہے آپ نے ——— ؟

آپ کو سر سے پاؤں تک پڑھ چکا ہوں ———

کچھ بتائیے بھی تو ———

فائدہ ———

شاید آپ کی کوئی غلط فہمی دور کر دوں۔ وہ مسکرائی۔ پھر ایکدم بولی۔

میں جانتی ہوں کہ پچھلی بار آپ خواہ مخواہ مجھ سے بدظن ہو گئے تھے۔

خواہ مخواہ ——— الیاس اس کی طرف براہ راست دیکھتے ہوئے بولا۔

اور شاہدہ بھی نظریں چرائے بغیر اس کی طرف دیکھتی رہی۔

الیاس مسکرایا۔ اور بولا۔

میری طرف سے ایک بات اپنی دوست کو کہہ دینا۔

کیا ——— ؟ وہ قدرے آگے جھک آئی۔

اس سے کہنا کہ ——— میں چاہتا ہوں کہ اب تم مر جاؤ۔

کک ——— کیوں ——— ؟ شاہدہ اس کی عجیب سی خواہش سن کر چونک پڑی۔

اب آخری تمنا یہی ہے کہ الفت کی ایک خوبصورت سی تربت بناؤں۔ بہت ہی خوبصورت اور اس کے سرہانے اس کا سنگ مرمر کا ایک حسین ترین مجسمہ بنا کر نصب کرا دوں ——— پھر برشی لے کر اس کے چہرے کے نقوش بگاڑ دوں

دیوانہ ——— اس کی چاہت کا شکار ہو کر میری طرح نہ مٹ جائے۔

باقی رہا میں ——— الیاس بڑی عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ اور شاہدہ
ں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

ہاں تو میں اپنی بقایا تمام عمر اس تربت کے سرہانے بیٹھ کر گزار دوں۔
کی تربت پر جلتے ہوئے دیئے کو لوگ کوئی مزار جان کر اس کے قریب
س کے سرہانے نصب شدہ مجسمہ کو دیکھ کر بے ساختہ چیخ اٹھیں۔ تو پھر
ب الفت کی کہانی سناؤں۔

اور اس میں شاہدہ کو بھی شامل کر لوں۔

مجھے کیوں ——— ؟ وہ تیکھے تیوروں کے درمیان بولی۔

گھبراؤ نہیں شاہدہ۔ جس طرح تمہارا کردار بھیانک ہے اسی طرح تمہارا
ی بھیانک ہوگا۔

میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے ——— ؟

بہت کچھ ——— دل تو یہی چاہتا ہے کہ تیزاب لے کر تمہارا یہ حسین چہرہ
دوں۔ مگر پھر خیال آتا ہے کہ جب تم خود ہی اپنے انجام تک پہنچو گی تو پھر میں
ت کیوں اٹھاؤں۔

تو سمجھتی ہے کہ میں بے وقوف ہوں۔ کچھ نہیں جانتا۔ آنکھیں بند کر رکھی
ہیں نے۔ نہیں شاہدہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔

میں جانتا ہوں کہ تم میرے ہر بار آڑے آئی ہو ———

میں جانتا ہوں کہ میری محبت کو زہر دینے والی واحد ہستی تیری ہے۔
ہر موڑ پر ـــ میرا راستہ کاٹا ہے۔ اور تجھے یہ ناز ہے کہ بازی جیت چکی ہے
ہونہہ ـــ وہم ہے تمہارا ـــ ہاں البتہ بازی اس وقت جیت سکتی ہو
میرے دل سے الفت کو نکال سکو۔

یا پھر ـــ الفت کے دل سے مجھے۔

ہاں کوئی ایسا کام کرو کہ الفت سے مجھے نفرت شدید نفرت ہو
میں جانتا ہوں کہ وہ بے وقوف لڑکی ہے۔ بہت جلد تمہارے پھ
جال میں آجاتی ہے۔ اور اس کے میری طرف بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے ہیں۔

مگر میں تمہیں مزید خوش ہونے کا موقع نہیں دونگا ـــ اور
یہ بھی مت بھولو کہ میں اسے اپنا نہیں سکتا۔ خدا کی قسم جب چاہوں اسے اپنا
میرے بازوؤں میں اتنی سکت ہے کہ بیک وقت دس الفتوں کو اٹھا کر لے آؤ

مگر میں اپنی محبت اور پرستش پر کسی قسم کا داغ پسند نہیں کرتا۔
سے تو بہتر ہے کہ خود موت کو گلے لگا لوں۔ موت کی وادیوں میں جا اتروں
شاہدہ نہ تو مجھے اب الفت کے ملنے کی خواہش ہے اور نہ ہی اپنی زندگی کی
ہے۔ جو پیار کے قابل تھی وہ اب مجھ سے بہت دور ہے ـــ اور
میں جانتا ہوں کہ تم بہت خوش ہو رہی ہوگی۔ میری بے بسی دیکھ کر تمہارے
میں خوشی کے سوتے پھوٹ رہے ہوں گے۔

جاؤ خوش رہو ـــ خدا تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ دل دل

اس کہتے ہیں۔ مجھ سے برائی کی توقع مت رکھو۔
آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ شاہدہ آہستہ سے بولی۔
شٹ اپ ـــ الیاس زور سے چیخ پڑا۔ لیکن یہ چیخنا اسے بڑا
ا۔ بڑی زور سے کھانسی اٹھی تھی۔

پھر وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر کھانستا ہی چلا گیا۔
سینے میں جلن بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ اور وہ کھانستے ہوئے بری طرح تڑپ

الیاس صاحب ـــ شاہدہ نے اسے سنبھالنا چاہا۔
مجھے مت چھونا ـــ الیاس اسے روکتا ہوا بولا۔
دیر بعد کھانسی کا دور ٹوٹ گیا۔ مگر دل تو اب بھی کٹ رہا تھا۔
وئی اندر ہی اندر کھرچ رہا ہو۔
نے بڑی مضبوطی سے میز کی سطح پر اپنے ہاتھ جما رکھے تھے۔ اور آنکھیں
ریز تھیں۔

پ ـــ بیمار ہیں کیا ـــ؟
نہیں تو ـــ یہ ـــ تو ـــ الفت کی سوغات ہے۔
ہوا درد ہے۔ جو میرے لئے سرمایۂ حیات ہے۔
اہدہ نے بڑی مضبوطی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے وہ اس دیوانے
رت سے دیکھ رہی تھی جو دیکھنے میں تو اچھا بھلا اور تندرست نظر

آتا تھا۔ لیکن اندر سے پوری طرح کھوکھلا ہو چکا ہوا تھا۔ ایک ایسے تناور د
کی مانند جس کو اندر ہی اندر سے دیمک چاٹ جائے۔

الیاس نے میز کی سطح سے ہاتھ اٹھا کر دل کی جگہ سینے پر رکھ لئے

یہاں درد اٹھتا ہے ـــــ مگر ـــــ تم ـــــ کیا محسوس کرو

بے وقوف لڑکی ہو غلط راستے پر نکل گئی ہو۔ الیاس گہری گہری
کے درمیان کراہتے ہوئے بولا۔

آپ علاج کیوں نہیں کراتے ـــــ"

علاج ـــــ وہ د ۔ د کے سمندر میں غوطے کھاتے ہوئے مریل سی
میں بولا ـــــ اور بولا۔

یہ درد بڑا پیارا ہے۔ میرا اپنا ہے۔ بڑی لذت ہے اس میں۔
کیا جانے اس درد کی لذت اور چاشنی کو۔

یہ تو بڑا ہی پیارا اور انمول درد ہے۔ الیاس سینے کو ہاتھ سے
ہوئے بولا۔

کوئی پیغام دے دیجئے ـــــ کس کے لئے۔ الیاس بولا۔

الفت کے لئے ـــــ!

وہ تو یہاں ـــــ الیاس سینے کو مسلتے ہوئے بولا۔ یہاں اٹھنے والی
ٹیسوں کے درمیان رہتی ہے۔

خدا کی قسم میں نے آج تک آپ جیسا انسان نہیں دیکھا۔

کیا شکست کا احساس ہو گیا۔ الیاس درد کے جھٹکوں کے درمیان پھر مسکرایا
شکست اور وہ بھی شاہدہ کو ـــــ شاہدہ ایکدم کھول گئی اور اس کے ہونٹوں
ذرا سا پیدا ہو گیا۔ کچھ توقف کے بعد وہ سرسراتے ہوئے انداز میں بولی
اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے تو یونہی سہی۔ اور اب
ہے یہ کہنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں کہ آپ پوری طرح بازی ہار چکے ہیں۔ صرف دوسروں
دھوکہ دیتے ہیں۔ خود فریبی کا شکار ہو کر زندگی کو فریب دے رہے ہیں۔ آپ
مل کر تسلیم کیوں نہیں کر لیتے کہ آپ اپنا سب کچھ ہار چکے ہیں۔
شکست خوردگی کا زہر آپ کو کئی بار پینا پڑا۔ اور اب زندگی اور سانسوں
کی ضمانت بھی آپ نہیں دے سکتے۔ اور ـــــ"

کہو ـــــ کہو ـــــ رکو نہیں ـــــ کہتی جاؤ ـــــ اگر کھل ہی گئی ہو تو
بھڑاس نکال لو۔

شاہدہ نے الیاس کی طرف کینہ توز نظروں سے دیکھا۔ اور بولی۔ میں نے
آپ کو ہر قدم اور ہر موڑ پر شکست دی ہے۔

میں جانتا ہوں ـــــ الیاس مسکرایا۔

اور اب ـــــ آپ پوری طرح بازی ہار چکے ہیں۔

جیت ہار کا کھیل کو وقت کرے گا۔ محترمہ شاہدہ۔

اپنے آپ کو دھوکہ دینے کا کیا فائدہ مسٹر الیاس۔

طفلانہ خیالات کی مالک ہو۔ ـــــ

ضروری نہیں کہ تمہاری ان طفلانہ حرکتوں میں قدرت کا اشارہ بھی مخفی ہو۔

ہاں اگر تم کبھی کسی پاگل لڑکی کو بازاروں اور گلیوں میں گھومتے دیکھو اور بچے اس کے پیچھے تالیاں بجاتے ہوئے نظر آجائیں

اور ہاں۔ اس کھلے کھلے بالوں والی لڑکی کے خوبصورت چہرے پر وحشت برس رہی ہو تو سمجھ لینا کہ وہ الفت ہوگی۔ تمہاری مہربانیوں اور عنایتوں کا شکار الفت۔

تو کیا وہ پاگل ہو جائے گی۔ شاہدہ ہنسی۔

یقیناً ہو جائے گی۔ قدرت بے انصاف تو نہیں۔ جذبے صادق ہوں۔ تو انسانوں سے زیادہ قدرت ان کی قدر کرتی ہے۔

یہ سائنسی دور ہے مسٹر الیاس ــــ

وہاں بھی دل دھڑکتے ہیں۔ اور جب دل کی دھڑکن دم توڑ دیتی ہے۔ تو سائنس کا ہر فارمولہ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتا ہے۔

عجیب اور نرالی منطق ہے ــــ

فلسفۂ کائنات کہو بے وقوف لڑکی۔ تو نہیں جانتی کہ قدرت تم سے کس قدر بھیانک انتقام لے گی۔

میری فکر مت کرو۔ میرا اس سے بہت پرانا جھگڑا ہے۔

صرف آپ بتائیں کہ بازی میرے ہاتھ ہے کہ نہیں۔

نہیں ــــ الیاس مسکرایا ــــ

وہ بھی جواباً مسکرائی ــــ اور بولی ــــ

تو پھر یقین کر لو مسٹر الیاس ــــ میں شکست تسلیم نہیں کروں گی۔ اگر الفت نے پھر تمہاری طرف کوئی قدم بڑھایا۔ تو اس کے ہوائی قلعوں اور تصوراتی تاج محلوں کو اتنی تیزی سے اور ہوشیاری سے تباہ کر دوں گی کہ تمہیں ان کے کھنڈرات پر آنسو بہانے تک کا موقع نہیں ملے گا۔ اور میں یہ بھی اچھی طرح جانتی ہوں کہ۔

بہت خوب ــــ کیبن کے دروازے سے ایک وجاہت سے بھرپور آواز نے دونوں کو چونکا دیا۔

وہاں سعید احمد خان کھڑے شاہدہ کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ آگے بڑھتے ہوئے بولے۔

ہاں تو محترمہ شاہدہ بقایا جملہ آپ کا ہم پورا کئے دیتے ہیں۔ کہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ عورت کو محض قانونی بندشوں اور معاشرتی قیود سے اپنا پابند نہیں بنایا جا سکتا۔ وہ اس لئے باہر آوارہ کتوں کی طرح بھٹکتی پھرتی ہے۔ اور ــــ

جب اسے گھر میں مرد سے وہ چیز میسر نہیں ہوتی جس کی وہ ازل سے بھوکی ہے۔ وہ بالکل آپ کی طرح جیسے آپ لاہور سے بہت دور کوئٹہ میں بھٹکتی پھر رہی ہیں۔

آپ کی تعریف ــــ شاہدہ غرا کر بولی۔ اس کی پیشانی پر نفرت کا جال سا بچھ گیا تھا۔

آج تک کسی چھچھوندر نے ہماری تعریف نہیں معلوم کی۔ ویسے آپ لوگوں کو ڈسٹرب کرنے پر معذرت چاہتے ہیں۔ سعید احمد خان بڑے باوقار انداز میں چلتے ہوئے

ایاس کے سامنے بیٹھ گئے۔

شاہدہ انہیں برابر گھورے جا رہی تھی۔ پھر جیسے ہی خان صاحب کی نظریں اس کی طرف اٹھیں۔ وہ نظریں چرا گئی۔

مجھے سید احمد خان کہتے ہیں۔ اور یہ لڑکا ہمارا سب کچھ ہے۔ اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دیں کہ بازی تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ ہمارے برخوردار کے ہاتھ میں ہے۔ تم دیکھ نہیں رہیں کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی اس کی پرستش میں کمی نہیں آئی۔ یہ ایک زندہ کہانی ہے۔ محترمہ شاہدہ۔ جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی تم خواہ مخواہ اپنا وقت اور زندگی برباد کر رہی ہو۔ خود فریبی کا خود شکار ہو اور کہتی دوسروں کو ہو۔

شائد تم اس حقیقت سے بے خبر ہو کہ دنیا کی ہر عورت کو کسی کسی مرد کی آغوش اور اس کی خواہشات کی چتا میں راکھ ہو جانے کے لئے قدرت نے تخلیل کیا ہے اور تمہارا شمار بھی تو انہی چھچھوندروں میں ہوتا ہے۔ جنکی ذرہ بھر بھی اہمیت نہیں۔ جاؤ اپنا راستہ لو۔ یا کسی ہوس پرست انسان کی آغوش میں اپنے آپ کو فنا کر دو۔

آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ شاہدہ جھلا کر کھڑی ہو گئی۔

شٹ اپ ——— سعید احمد خان حلق کے بل غرائے۔

پھر مزید تیکھے تیوروں کے درمیان بولے ———

تم جیسی لڑکی کی اہمیت صرف اتنی ہے کہ منڈیوں میں بکنے والی ارزاں

جنس کی طرح جب چاہا خرید کر مسل ڈالا۔

آپ بڑے ——— شاہدہ نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ سعید احمد خان غرا اٹھے۔

گٹ آؤٹ ——— !

شاہدہ بری طرح لڑکھڑائی۔ لیکن پھر وہ رکی نہیں۔ بڑی تیزی سے باہر نکل گئی۔

کیفے شیراز کے خوبصورت کیبن کا ماحول گھٹ کر رہ گیا تھا۔

سعید احمد خان الیاس کو گھورے جا رہے تھے۔

اور الیاس اپنے مخصوص انداز میں مسکرائے جا رہا تھا۔ دھیمی دھیمی سی مسکراہٹ زہر آلود اور درد کے سمندر میں لتھڑی ہوئی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

کیوں برخوردار ـــــ اس چھچھوندر سے کیوں آ ٹکرائے تھے۔

خود ہی آ ٹکرائی تھی۔

مشن روڈ سے تم دونوں نظر آ گئے تھے۔ بڑی اچھی باتیں کر رہے تھے۔ تم دونوں۔

وہ مجھ سے چوہے بلی والا کھیل کھیل رہی تھی۔

اور تم برداشت کئے جا رہے تھے ـــــ

عادت سی پڑ گئی ہے برداشت کی ـــــ

ہم نے تمام باتیں سن لی ہیں ـــــ

ضرور سن لی ہوں گی۔ الیاس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

سعید احمد خان نے الیاس کو گھور کر دیکھا۔ اور پھر یکلخت اپنے رویے

ں تبدیلی پیدا کرتے ہوئے بولے۔

کیا تمہیں اس وقت پھر دل کا دورہ پڑا تھا ـــــ

روز ہی پڑتے ہیں۔ انہیں اب عادت سی پڑ گئی ہے۔

کب تک یونہی زندہ رہو گے ـــــ

جب تک سانسیں ساتھ دیں گی ـــــ

سعید احمد خان نے ایک طویل سانس لی اور بولے۔

کاش ہم تمہارے لئے کچھ کر سکتے زندگی میں تمہیں دیکھ کر جس قدر ہم مایوس ہوئے ہیں کبھی کسی موڑ پر نہیں ہوئے۔ اس بار تمہیں لاہور بھیج کر ہم سے سخت غلطی ہوئی۔

الیاس مسکرایا ـــــ

وہ پھر بولے ـــــ

اب دل میں اٹھنے والے درد کا کیا حال ہے ـــــ

بڑا میٹھا میٹھا درد اٹھ رہا ہے ـــــ

اور اگر یہ بڑھ گیا تو ـــــ

زیادہ سے زیادہ جان لے لے گا ـــــ

شٹ اپ ـــــ زندگی اس قدر سستی اور ارزاں جنس نہیں کہ جسے تم یوں مٹا دو۔

اور میرے نزدیک اب اتنی اہم اور خوبصورت بھی نہیں کہ میں اس کی

دوشیزگی برقرار رکھنے کے لئے جدوجہد کروں۔

ہمیں بڑا دکھ دے رہے ہو برخوردار ـــــ چلو اٹھو یہاں سے۔

ابھی نہیں اٹھ سکتا ـــــ اتنی سکت ہی نہیں کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکوں۔

سعید احمد خان بڑی بے بسی سے ہونٹ چبا کر رہ گئے۔ اور الیاس نے مسکرا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگالی۔

برخوردار ـــــ !

درد اٹھ رہا ہے ـــــ آواز مت دیجئے ـــــ

ہمارا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کرو۔ ڈاکٹر توفیق کے پاس تمہیں لے چلوں گا۔

نہیں اٹھا جائے گا ـــــ

کوشش تو کرو۔ سعید احمد خان نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کر سہارا دیا۔ اور الیاس اٹھتے اٹھتے بری طرح لڑکھڑا گیا۔ پھر جونہی وہ سیدھا ہوا۔ دل پر ہاتھ رکھ کر دوہرا ہوتا چلا گیا۔

الیاس ـــــ وہ گھبرا گئے ـــــ

بس ـــــ بڑی شدت سے درد اٹھا ہے۔ الیاس کے ہونٹوں سے کراہیں سی نکل گئیں۔

سنبھلو بیٹے سنبھلو ـــــ سعید احمد خان اسے پوری طرح اپنے بازوؤں کے حصار میں لئے ہوئے بولے۔

اللہ ـــــ ! الیاس بڑی طرح تڑپا۔ اور میز کی سطح پر جھکتے جھکتے دوہرا ہو گیا۔

سعید احمد خان نے اسے بڑی پھرتی سے کندھے پر ڈالا۔ اور تیزی سے کیبن سے نکل آئے۔

کچھ دیر بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھے ڈاکٹر توفیق کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ اور الیاس ان کی آغوش میں بری طرح تڑپ رہا تھا۔

تقریباً دس منٹ بعد ٹیکسی ڈاکٹر توفیق کے ہاں جا کر رکی۔

الیاس کو اندر بیڈ پر لٹا دیا گیا۔ ڈاکٹر توفیق نے سعید احمد خان کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

اس کے دل کے دورے شدت اختیار کر گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں انہیں لاہور والدین کے پہنچا دینا چاہیئے۔

ہم یہی سوچ رہے ہیں۔ سعید احمد خان بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

ڈاکٹر توفیق نے پندرہ منٹ کی جدوجہد کے بعد الیاس کے درد پر قابو پالیا۔ اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے یوں بہہ رہے تھے۔ جیسے الیاس کو پانی میں غسل دیا گیا ہو۔

ڈاکٹر ـــــ الیاس نے ڈاکٹر توفیق کو لرزتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ کر مخاطب کیا۔

جونہی ڈاکٹر توفیق نے اس کی جانب استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا تو

الیاس کراہتے ہوئے بولا۔

میں پھر بچ گیا ——

آپ زندہ رہیں گے مسٹر الیاس ——!

کب تک —— جی بھر گیا ہے ڈاکٹر ——

آپ ایسی باتیں نہیں کریں۔ مسٹر الیاس۔

آہ ڈاکٹر —— آپ نہیں سمجھتے۔ ابھی ابھی کچھ دیر قبل ایک لڑکی کہہ رہی تھی کہ میں خود فریبی کا شکار ہوں۔

بیوقوف ہوگی —— تمہارے جذبے کی تو فرشتے بھی قدر کریں گے مسٹر الیاس۔

لیکن وہ کہہ رہی تھی کہ ——

وہ بکواس کر رہی تھی۔ سید احمد خان غرا کر بولے۔

شکریہ —— میرے دوست —— الیاس نے بیڈ پر لیٹے لیٹے مسکرانے کی کوشش کی۔

وہ پھر مزید بولا ——

اب میں ٹھیک ہوں —— کیا گھر جا سکتا ہوں ——

لیٹے ہی رہو تو بہتر ہے۔ ڈاکٹر توفیق محبت بھری آواز اور عزائم سے بھرپور نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

شکریہ —— ڈاکٹر —— آپ بہت اچھے انسان ہیں۔

لیکن آپ بہت بڑے لڑکے ہیں ——

ہاں ڈاکٹر دل سے شکست کھا گیا ہوں۔ اس لئے دوسروں کے لئے بھی بن چکا ہوں۔ الیاس اٹھتے ہوئے بولا۔

کچھ دیر بعد سید احمد خان اسے لئے ہوئے ڈسپنسری سے باہر آ گئے۔

الیاس کی حالت ابھی قابو میں نہیں آئی تھی۔ اس نے صبح ہوتے ہی بوڑ سے کہا۔

بابا میں جا رہا ہوں۔ اگر مجھ سے کچھ آپکی شان میں گستاخی ہو گ تو معاف کر دینا۔ شاید اس بار واپس نہ آسکوں۔

اس دل کا اب کوئی اعتبار نہیں نجانے کب پھٹ کر ریزہ ریزہ بکھر جائے۔

کیسی باتیں کر رہے ہو بیٹے۔

دو چار جوڑے بریف کیس میں ہی رکھ دو۔ میں اپنے دوست پاس جا رہا ہوں۔ بڑا سنگدل کہانی کار ہے۔ اس سے اپنی الفت کی کہانی چاہتا ہوں۔ تاکہ وہ ایک زندہ جاوید ہو جائے۔

بوڑھے دینو کی آنکھوں میں آنسو تیر گئے۔

رو رہے ہو بابا ___ ہونہہ ___ ان آنسوؤں سے بڑی ہے مجھے بابا۔ کیونکہ ان کی حدت مقدر نہیں بدل سکتی۔

بوڑھا دینو آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر وہاں سے ہٹ گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد الیاس گاڑی میں سوار سہارن پور کی طرف اڑا جا تھا۔

گاڑی بڑی تیز رفتاری کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔

اس کی سامنے والی سیٹ پر ایک بوڑھا اپنی بیٹی کو لئے بیٹھا نجانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

سہارن پور کس وقت آئے گا بابا۔ الیاس نے بوڑھے کو مخاطب کیا۔

بوڑھے نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

کیا تم پہلی بار جا رہے ہو وہاں۔

ہاں بابا ___ پہلی بار ___ میرا وہاں ایک دوست رہتا ہے کہانیاں لکھتا ہے۔ سنا ہے بڑی پر فضا جگہ ہے۔

وہاں کے لوگ بھی بہت مخلص اور اچھے ہیں۔ بناوٹ ان میں ذرہ بھر بھی نہیں ملتی ___

کیا آپ بھی وہیں رہتے ہیں۔

ہاں بیٹے ___ وہیں جا رہا ہوں۔ اپنی بدنصیبیوں کی لاش لئے۔ بوڑھا جوان بیٹی کی طرف دیکھ کر کراہ کر بولا۔

الیاس نے اس کی بیٹی کی طرف دیکھا اور پھر بوڑھے کے درد کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔

یہ آپ کی بیٹی ہے بابا ___

زندہ کفن میں لپٹے ایک جنازہ لئے جا رہا ہوں بیٹے۔

میں سمجھا نہیں بابا ___

یہ میری بیٹی شہر میں بیاہی ہوئی تھی۔ اس کا خاوند ایک حادثے کا شکار ہو کر مر گیا۔

او ___ مجھے بڑا افسوس ہوا الیاس دل پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

اس کے دل میں پھر بڑی شدت سے درد اٹھا تھا۔

اور وہ دل پہ ہاتھ رکھ کر دوہرا ہوتا چلا گیا۔

بوڑھے نے جو اسے یوں تڑپتے اور اس کے چہرے پر کرب کے تاثرات دیکھے تو تیزی سے اٹھ کر آگے بڑھا۔

کیا بات ہے بیٹے ___

درد اٹھا ہے بابا ___ دل کا درد ___ محبت کی سوغات ہے بابا

الیاس کراہتے ہوئے بولا۔

لڑکی بھی اس عجیب و غریب سچویشن پر بوکھلا کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی

بابا ___ الیاس بری طرح تڑپا ___ مم ___ میں سہارنپور جانا چاہتا ہوں۔ وہاں ایک بابو رہتا ہے۔ بابو ناز ___ مم ___ مجھے وہاں ___ پہنچنا ہے ___ ذرہ خیال رکھنا۔

تت ___ تم بابو ناز کے گھر جانا چاہتے ہو۔

کیا جانتے ہو اسے بابا ___

اسے کون نہیں جانتا بیٹے۔ وہ تو بہت اچھا انسان ہے ہر ایک سے محبت کرنے والا ___ چھوٹا سا تو قصبہ ہے ___ چار پانچ سو کی آبادی ہی ہو گی۔

شکریہ بابا ___ مجھے وہیں جانا ہے۔ الیاس تڑپتے ہوئے بولا۔

پانی دوں بیٹے ___

دیدیجئے ___ الیاس کراہا۔

بوڑھے نے بڑی تیزی سے صراحی سے پانی گلاس میں بھرا اور الیاس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

بمشکل سے ایک آدھ گھونٹ اس نے پیا۔ اور بوڑھے کی طرف تشکر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

شکریہ بابا ___ خدا تمہارے دکھ دور کرے۔

بوڑھا اس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور اسے اپنے بازوؤں کا سہارا دیتے ہوئے بولا۔

اب کیسی طبیعت ہے ___؟

آپ فکر نہ کریں سنبھل جائے گی۔ یہ درد تو اپنا ساتھی ہے۔

کہاں سے خرید لیا ہے یہ درد تم نے بیٹے۔

الیاس نے جواب دینے کی بجائے کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

لڑکی جو سہم کر کھڑی ہو گئی تھی پر اضطرابی کیفیت کے دوران اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

الیاس آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں لینے لگا

اور گاڑی اسے لئے ہوئے بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف بھاگتی رہی۔

سفر کٹ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد سہارنپور آنے والا تھا۔

لڑکی اور بوڑھا اب بھی الیاس کو بڑی متحیر نظروں سے دیکھتے رہے

سہارنپور آنیوالا ہے۔ بوڑھے نے الیاس کو خبردار کیا۔

اپنا بھی سفر کٹ گیا بابا۔ الیاس آنکھیں بند کئے ہوئے بولا۔

لیکن آبادی اسٹیشن سے بہت دور ہے بیٹے۔ اور تم بیمار ہو پیدل کیسے سفر کرو گے ——؟

کیا کوئی بیل گاڑی نہیں ملے گی ——؟

کوشش کی جائے تو ضرور ملے گی۔ اور اگر اسے ڈبل کرایہ ادا کر دیا جائے تو

کرایہ کی فکر مت کرو بابا —— تم انتظام کر لو۔ الیاس آہستگی سے بولا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر لڑکی کی طرف دیکھا تو پلک جھپکائے بغیر اسکی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ پھر جیسے ہی اس نے الیاس کو اپنی طرف دیکھتے پایا۔ تو جلدی سے نظریں جھکا لیں۔

سہارنپور کا اسٹیشن آ گیا تھا۔ ان تین مسافروں کے علاوہ پلیٹ فارم پر کوئی بھی نہیں اترا تھا۔ چھوٹا سا اسٹیشن تھا۔ اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا سا۔ الیاس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ سامنے حد نگاہ تک چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

بوڑھا اسے یوں چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

شہر سے آبادی کم از کم اسی میل کے فاصلے پر ہے۔

اور یہاں سے آبادی کتنی دور ہے ——؟

چھ سات میل تو ضرور ہوگی۔ اگر سہارنپور کی چھوٹی سڑک رام نگر سے ے تو سہارنپور والے شہر آنے جانے میں تکلیف محسوس نہیں کریں گے۔ مگر اس طرف توجہ نہیں دیتی۔

الیاس صرف مسکرا کر رہ گیا ——

بوڑھے نے الیاس کو پھر مخاطب کیا۔

آپ لوگ یہاں بیٹھیں میں جا کر کسی بیل گاڑی کا بندوبست کرتا ہوں۔

شکریہ بابا —— میں آپ کو بڑی تکلیف دے رہا ہوں۔

کوئی بات نہیں بیٹے تم ہمارے مہمان ہو۔ اور پھر بابو کوئی غیر نہیں۔

آپ بہت تعریف کر رہے ہیں بابا۔ مگر وہ تو بہت سرپھرا انسان ہے مسکرا کر آگے بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

میرا نام رانی ہے۔ اچانک لڑکی یوں بولی۔ جیسے الیاس کو اپنی موجودگی کا دلانا چاہتی ہو۔

الیاس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

خوبصورت نام ہے۔

لیکن مقدر اتنا خوبصورت نہیں بابو۔

مجھے تمہاری کہانی کا تو علم نہیں اور نہ ہی میں سننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں

خود اپنی کہانی کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہوں۔ لیکن مجھے تمہارے دکھ کا احساس ہو رہا ہے۔ خدا تمہیں اتنی خوشیاں دے کہ تو ہر غم بھول جائے۔

ایاس نے جو رانی کو دعا دی تو اس کے ہونٹوں سے کراہ نکل گئی۔ اور بولی

معلوم ہوتا ہے بابو تم نے کسی سے پیار کیا ہے۔ کیوں بابو۔ میں نے صحیح اندازہ لگایا ہے نا۔

ہوں ـــــ ایاس ہنکارا بھر کر خاموش ہو گیا۔ وہ دور سبزے اور چھوٹی پہاڑیوں کو دیکھے جا رہا تھا۔

کون تھی وہ ـــ ؟ رانی پھر بولی ـــــ

ایک لڑکی تھی ـــ

بہت خوبصورت ہو گی ـــــ

ایاس ہلکے سے مسکرا دیا ـــــ

رانی پھر بولی ـــــ

کیا اس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے بابو ـــــ

نہیں ـــــ مجھے دھوکہ نہیں دیا۔ بلکہ اس نے اپنے آپ کو دھوکہ دیا

میں سمجھی نہیں بابو ـــــ

کیا کرو گی سمجھ کر ـــــ

بتاؤ بابو ـــــ میں تمہارے چہرے پر مایوسیوں کے بادل دیکھ رہی جیسے تم تمام زندگی جلتے تڑپتے رہے ہو۔

کیا تم نجومی ہو ـــــ ایاس پھر مسکرایا۔ اور اس کی مسکراہٹ بڑی ن آلود تھی ـــــ

تیرا چہرہ بتا رہا ہے بابو ـــــ

اور کیا کیا بتا رہا ہے ـــــ

بہت کچھ ـــــ

وہ بھی بتا دو ـــــ

تو کچھ نہیں بتائے گا۔ کیوں بابو ـــــ ؟

میں تمہیں اپنی کہانی نہیں سنانا چاہتا۔

کیوں ـــــ ؟

کیونکہ اس میں کہیں بھی خوشی کی کوئی کرن نہیں۔ میری ناکام حسرتوں اور تمناؤں کی لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی ہیں۔

بہت دکھی ہو بابو ـــــ

بہت زیادہ ـــــ ایاس ایک دم کراہ پڑا۔

رانی خاموش ہو گئی ـــــ وہ ایاس کو دیکھے جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد بوڑھا آ گیا ـــــ

پچیس روپے مانگ رہا ہے۔ بہت لالچی ہے۔

کوئی بات نہیں بابا۔ پچیس روپے زیادہ نہیں ہیں۔

چلو پھر آؤ بیٹے۔ کچھ چلنا پڑے گا ـــــ

ابھی بہت سکت ہے بابا چل لوں گا۔ اتنا کہہ کر الیاس اٹھ کھڑا ہوا۔
لڑکی نے اسکا بریف کیس خود اٹھانا چاہا۔ لیکن الیاس نے اسے روک دیا۔

کچھ دیر بعد دونوں بیل گاڑی پر بیٹھے آبادی کی طرف جا رہے تھے۔
بیل کے گلے میں بندھی ہوئی پیتل کی گھنٹی عجیب انداز سے شور مچا رہی تھی۔
الیاس پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد اس کے سینے میں درد اٹھا۔ اور اس نے سینے کو دونوں ہاتھوں سے دبا لیا۔

رانی نے کچھ کہنا چاہا لیکن الیاس کی حالت بگڑتے دیکھ کر خاموش رہ گئی

چھ سات میل کا سفر الیاس کے لئے کسی موت سے کم نہیں تھا۔ درد مسلسل ہوتا رہا۔ اور سفر آہستہ آہستہ کٹتا رہا تھا۔ دور بوڑھے کو آبادی نظر آ رہی تھی۔ الیاس بھی کنکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد بیل گاڑی پہاڑوں کے درمیان چلتے ہوئے ایک جگہ رک گئی۔ الیاس نے چونک کر بوڑھے کی طرف دیکھا۔

وہ سامنے پیلے رنگ کا جو مکان نظر آ رہا ہے وہ ناز بالو کا ہے۔
شش ــــ شکریہ بابا ــــ میری منزل آسان کر دی آپ نے۔
الیاس سینے میں اٹھنے والے طوفانی درد کو سنبھالتے ہوئے کراہا۔

پھر جیسے ہی وہ نیچے اترا۔ درد کی ایک شدید لہر اسے بری طرح لرزا گئی
اللہ ــــ اس کے ہونٹوں سے بامشکل نکلا۔

بابا ــــ مجھے ــــ ذرہ سہارا دینا۔ الیاس سینے پر ہاتھ رکھ کر دوہرا ہوتا گیا ــــ
بوڑھے نے جلدی سے لتے سہارا دیا۔ اور الیاس سینے کو ملتے ہوئے بولا۔

کمبخت دیکھ تو سہی۔ منزل کے قریب آ پہنچا ہوں۔ کچھ دم تو لے سے کیا جان لے گا۔

بوڑھا اسے سہارا دیتے ہوئے چلتا رہا۔ رانی فکرمند سی ان کے پیچھے الیاس کا بریف کیس لئے چلتی رہی۔

الیاس کے سینے میں درد بڑھتا جا رہا تھا۔ لیکن وہ کمال ضبط سے اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے منزل کی طرف بڑھتے جا رہا تھا۔

مکان تک پہنچتے پہنچتے وہ پوری طرح پسینے میں شرابور ہو گیا۔ درد تھا کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس وقت اس کی جان لے کر ہی رہے گا۔

مگر وہ ابھی مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور وہ اپنی کہانی لے کر اپنے دوست کے پاس آیا تھا۔

الفت کی کہانی جس کو وہ اپنے خون سے تحریر کرانا چاہتا تھا۔ اگر وہ یونہی مر گیا تو اس کی کہانی بھی مر جائے گی۔ مگر وہ چاہتا تھا کہ لے دنیا چاہے بھول جائے لیکن جس کو اس نے جنون کی حد تک چاہا۔ پرستش کی۔ اسے دنیا والے ضرور

یاد رکھیں۔ وہ الفت کی کہانی کو زندہ کر جانا چاہتا تھا۔

بس بابا ــــ چھوڑ دو ــــ مم ــــ میں اب چلا جاؤں گا۔

الیاس ہانپتے ہوئے بولا۔

اس وقت وہ چھوٹے سے باغیچے میں کھڑے تھے۔ یہ ناز کے مکان کا باغیچہ تھا۔ ایک خوبصورت اور چھوٹا سا باغیچہ۔

بوڑھا اور رانی اسے بڑی عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

جاؤ بابا ــــ شش ــــ شکریہ ــــ ر ــــ رانی ــــ تت ــــ تم ــــ بہت اچھی لڑکی ہو۔ الیاس لڑکھڑا کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کراہا۔

آؤ بیٹی ــــ یہ تو اپنی منزل تک پہنچ چکا ہے۔ بوڑھا رانی کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

رانی جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ بوڑھے کے ساتھ چلتے ہوئے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتی رہی حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

الیاس نے ڈوبتی ہوئی نگاہوں سے انہیں نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس نے دروازے کے پٹ کا سہارا لے رکھا تھا۔

اچانک وہ لڑکھڑایا۔ کھلے دروازے کے پٹ پر جو دباؤ پڑا تو وہ کھل گیا۔ اور الیاس بے سہارا ہو کر اندر جا پڑا۔ وہ گرتے گرتے سنبھل گیا۔

اس کے ہونٹوں سے پھر اللہ کا نام بڑے کربناک انداز سے نکلا تھا۔ اس نے دیوار

ے ساتھ کھڑی چھوٹی سی لکڑی کی الماری کا سہارا لے لیا۔

سامنے ناز بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ جیسے ہی دروازے کو دھماکے کی صورت میں اچانک کھلتے دیکھا۔ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ الیاس کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔

تم ــــ وہ بڑی مشکل سے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

الیاس نے اسے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ چہرے پر درد کے اور کرب کے انتہائی تاثرات تھے۔ جیسے وہ اپنی سانسوں کو بڑی مشکل سے روکے ہوئے ہو۔

ارے ــــ سنگدل ــــ ناول نگار ــــ ہم ــــ مجھے سہارا کیوں نہیں دیتے ــــ الیاس کراہا۔ اور پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر قدرے سیدھا ہو گیا۔

ناز تیزی سے آگے بڑھا اور اسے سینے سے لپٹا کر بولا۔

یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے۔

کہانی لکھو گے یا اب بھی نہیں۔ الیاس تڑپ کر بولا۔

ادھر آؤ ــــ بے وقوف دیوانے۔ آخر تو نے موت کو گلے لگا ہی لیا نا۔ ناز اسے سہارا دیتے ہوئے چارپائی کی طرف لے گیا۔ پھر اس نے اسے آرام سے لٹا دیا۔

آخر یہ سب کیا ہے ــــ؟

سوالات نہیں ــــ الیاس لرزتا ہوا ہاتھ اٹھا کر بولا۔

صرف میرے سوالوں کے جوابات ۔ صرف سنتے رہو ۔ بولو نہیں سانسوں کا اب کوئی بھروسہ کوئی اعتبار نہیں ۔ یوں سمجھ لو کہ انہیں مستعار لئے چلا آ رہا ہوں

ناز نے پیار سے اسکے دونوں ہاتھوں سے رخساروں کو حصار میں لے لیا

الیاس تڑپتی ہوئی ، لرزتی اور ٹوٹتی ہوئی آواز میں بولا ۔

پہلے میں تمہارے پاس کراچی آیا تھا ۔ اور ــــــ تو نے میری الفت کی کہانی لکھنے سے انکار کر دیا تھا ۔ مگر اب دیکھو ۔ دوسری بار تمہارے پاس اتنی دور سہارنپور آیا ہوں ۔ لیکن خدا کی قسم تیسری بار اب زندگی مہلت نہیں دے گی ــــــ ہاں اب لکھ ڈالو ۔ باہر میرا بریف کیس پڑا ہوا ۔ اس میں میری ڈائری ہے اسے پڑھ لینا ۔ اور دیکھو الفت کو بے وفا مت لکھنا ۔

تت ــــــ تم تو جانتے ہو کہ وہ پاگل لڑکی کس قدر بے وقوف ہے ۔ اور اسی پاگل پن اور بے وقوفی میں وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے گئی ۔

" اور تمہاری جان لے گئی ــــــ ناز ــــــ ہونٹ سکوڑ کر بولا ۔

" ہونہہ ــــــ جان تو تھی اس کی ــــــ اگر دو چار سال پہلے لے لیتی تو کیا فرق پڑتا ــــــ مگر دیکھ لو ۔ میرے سنگدل کہانی کار میں نے بزدلوں کی مانند خودکشی نہیں کی ــــــ

یہ خودکشی نہیں تو اور کیا ہے ۔ ناز تڑپ کر بولا ــــــ !

پپ ــــــ پیارے دوست ــــــ تت ــــــ تم اچھے کہانی کار ہو ــــــ مجھے تم پر بڑا فخر ہے ــــــ اب دیکھنا ۔

مجھے دھوکہ مت دینا ۔ عشقیہ کہانی سمجھ کر لکھنے سے انکار مت کر دینا ۔

دیکھو یہ تمہاری آنکھوں میں آنسو آ رہے ہیں ــــــ اف ــــــ تت ــــــ تم ان آنسوؤں میں اپنے قلم کو ڈبو لینا ۔ اور لکھنا کہ الفت بہت اچھی لڑکی تھی ۔ اس نے مجھ سے بہت پیار کیا ــــــ بب ــــــ بہت پیار ــــــ اور ہاں اگر وہ کبھی ادھر آئے ۔ اس کا ادھر سے گزر ہو تو ۔ اسے میری تربت ضرور دکھا دینا ۔ اسے کہنا کہ ۔ یہ اندھی قبر پہ آج تک کسی نے دیا نہیں جلایا ۔ اپنے ہاتھوں سے اس دیوانے کی تربت پر شمع تو جلاتی جاؤ ــــــ کک ــــــ کہنا ــــــ کہ ــــــ یہ اس کی آخری تمنا تھی ۔

میں سب کچھ لکھ دوں گا ۔ مگر خدا کے لئے اس وقت خاموش ہو جاؤ ۔ ناز تڑپ کر بولا ۔

سنتے رہو ۔ الیاس نے درد کے سمندر میں غوطے کھاتے ہوئے پھر اٹک اٹک کر کہنا شروع کیا ۔

الفت کو بتا دینا ــــــ کہ اس قبر میں سونے والے کی بہنیں بھی تھیں جو اسے بہت چاہتی تھیں ۔ نجمہ ، کوثر ، نسیم اور شمیم ــــــ ہاں اس سے کہنا وہ بڑی پیاری ــــــ دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے والی بہنیں تھیں ۔ لیکن میں نے ان سے بھی تیرے پیار کی خاطر منہ موڑ لیا ۔

تو تو جانتا ہے نا ناز ــــــ کوثر اور نجمہ مجھے کتنا پیار کرتی ہیں ۔

پگلی ہر وقت یہی کہتی رہتی تھیں کہ بھیا ۔ کب سہرا باندھو گے ۔ ہم نے ڈھولک پر تمہارے لئے بہت سے گیت جمع کر رکھے ہیں ـــــ اور ـــــ ناز ـــــ وہ ـــــ گیت اب بکھر جائیں گے ۔ بہنوں کے وہ آنسو جو وہ میری موت اور اپنی چاہت پر بہا دیں گی ۔ ان کی قیمت کسی شہنشاہ کے پاس بھی نہیں ہوگی ۔ وہ خلوص اور پیار کے انمول موتی ہوں گے ۔ جو وہ بڑی بے دردی سے میری بے مروتی پر بہا دیں گی ـــــ لل ـــــ لیکن ـــــ شاید الفت کی آنکھ میں ایک آنسو بھی نہ تڑپے ـــــ تم اس سے کہنا ـــــ یہ اس دیوانے کی تربت ہے جو صرف تمہاری الفت میں مارا گیا ۔

تمہاری بے رخی نے اس کی جان لے لی ـــــ اور ـــــ تو ہے کہ ایک آنسو بھی نہیں بہا سکتی ۔

کہہ دوں گا ـــــ خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ ـــــ تمہاری سانس اکھڑ رہی ہے ۔

انہیں اکھڑ جانے دو ۔ الفت کی کہانی سناتے سناتے اگر یہ دم توڑ دیں تو میں کس قدر خوش نصیب ہوں گا ۔

بہت زیادہ ـــــ ناز ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا ۔

تو ـــــ تم ـــــ میری کہانی لکھو گے نا ۔

لکھوں گا ـــــ

الفت کی کہانی لکھو گے نا ـــــ

ہوں ـــــ

بہت اچھے دوست ہو ـــــ ہم ـــــ مجھے یہیں دفن کرنا ۔

ـــــ میں بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں ۔

کیا تم خاموش نہیں رہ سکتے ـــــ

وقت بہت کم ہے ـــــ

بے وقوفی کی باتیں مت کرو ۔ اپنے ذہن کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرو

الفت یہاں آئے تو اس سے کہنا ۔

پلیز الیاس ـــــ خدا کے لئے خاموش رہو ۔ ناز تڑپ کر بولا ۔

کک ـــــ کہنے دو ـــــ یار ـــــ کیوں راستہ کھوٹا کر رہے ہو ۔ دیکھنا فت کی بچی نے مجھے کتنے دکھ دیئے ہیں ۔ لیکن تم اس کے باوجود اسے بے وفا ت لکھنا ۔ اگر کسی نے میری کہانی پڑھ کر اسے بے وفا سمجھا یا میلی آنکھ سے دیکھا تو میری روح تڑپ جائے گی ۔ اور تو بھی سن لے ۔ الفت سے کبھی بھی سخت لہجے میں بات مت کرنا سمجھ گئے نا

سمجھ گیا ـــــ ناز بڑی بے بسی کے عالم میں ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا ۔

اور ـــــ اور ـــــ لاہور کبھی جاؤ تو ـــــ کوثر اور نجمہ کو میرا پیار دینا ۔ امی سے مت کچھ کہنا ۔ کہ تمہارے بیٹے نے کس طرح دم توڑا ۔ سن رہے ہو نا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الیاس نے سینے کو ملتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں ۔

ناز اس کے اوپر جھکا اسے گھورے جا رہا تھا ۔ اس کی آنکھوں میں خون کی سرخی تھی ۔ اور ہونٹ بری طرح لرز رہے تھے ۔

جیسے ہی درد کی لہر نے دم توڑا۔ الیاس پھر بولا۔

جھوٹی کہانیاں لکھتے لکھتے تھک بھی چکے ہو گے۔ میری کہانی لکھو گے تو تمہیں بہت سکون ملے گا۔ جھوٹے کہانی کار۔

دیکھو ـــــ یہ روح کے زخموں کی کہانی ہے ـــــ مم ـــــ میں دیکھ رہا ہوں کہ ـــــ احساسات کا دھواں میرے چاروں طرف پھیلتا چلا جا رہا ہے تت ـــــ تم ـــــ قلم اٹھا لو ـــــ اور یوں شروع کرو کہ ـــــ کہانی یوں بھی لکھی جا سکتی ہے ـــــ کہ ـــــ الفت کو میں نے الماس سمجھ کر چاٹ لیا۔ اور میرے تمام وجود میں ایک ایسا زہر پھیل گیا۔ جسے میں نے محبت کی سوغات سمجھ کر اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا۔

ہاں کہانی یوں بھی لکھی جا سکتی ہے کہ ـــــ

بادل گھر گھر کر آئیں۔ کالی کالی گھٹائیں کھل کر برس پڑیں۔ اور الفت کے زانوں پر سر رکھے میں گہری نیند سو جاؤں۔ اور جب کوئی مجھے بیدار کرنے آئے تو وہ پاگل لڑکی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہے۔ ہونہہ۔

ابھی نہیں۔ اسے سونے دو۔ بڑی مدت بعد آج سویا ہے۔ میرا یہ مسافر بڑا تھکا ہوا ہے۔ اور میں چاہتی ہوں کہ یہ سوتا رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بے وفائیوں کی داستان مجھے ہی سنانا شروع کر دے۔

اور ـــــ اور ـــــ الیاس گہری گہری سانسوں کے درمیان ایک دم خاموش ہو گیا۔ کچھ لمحوں کے لئے درد کی لہروں میں کمی آ گئی تھی۔

ناز اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اور بڑی محبت سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

مم ـــــ میں سب کچھ لکھ دوں گا۔ اپنے سینے پر جو زخموں کی بہار سجا کر آئے ہو میرے لئے وہ بڑی مقدم ہیں۔ تمہارے ایک ایک زخم پر ایک ایک الفت قربان کی جا سکتی ہے۔ تم بہت عظیم ہو۔ میرے دوست تمہاری عظمت کا میرے پاس کوئی بدل نہیں۔

بھابی اور بچے کہاں ہیں۔ الیاس نے آہستہ سے پوچھا۔

کچھ دیر پہلے لاہور جا چکے ہیں۔ امی جان بیمار تھیں۔

اوہ ـــــ کس قدر بدنصیب ہوں کہ انہیں بھی نہ دیکھ سکا۔

تم اپنی کہانی تو سنا چکے نا ـــــ ناز جلدی سے بولا ـــــ

ابھی کہاں ـــــ الیاس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

بس ختم کرو۔ اگر تم نے ایک لفظ بھی کہا تو تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔

ناز محبت بھری نظروں سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

ارے ـــــ ارے ـــــ کچھ لمحوں کے مہمان کا گلا گھونٹتے تمہیں لذ آئے گی۔

تم زندہ رہو گے۔ سمجھے ـــــ

کیوں بددعا دے رہو۔ الیاس مسکرایا۔

ناز نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔ اور رومال سے اس کے چہرے

پر پھیلے ہوئے پسینے کو صاف کیا۔

ایک آخری خواہش اور تھی۔

وہ بھی کہو —— ناز غرایا۔ کیوں کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ الیاس زیادہ باتیں کرے۔

الفت یہاں ہوتی —— اور میرا سر اس کی گود میں ہوتا۔ تو آخری سانس لوٹتے وقت اس کی آغوش میں سمٹ جاتا۔

فی الحال اس بستر پہ ہی سمٹے رہو۔ کافی آرام دہ ہے۔ اور تمہیں نیند کی ضرورت بھی ہے۔ کچھ دیر آرام کر لو۔

اب آرام ہی تو کرنا چاہتا ہوں۔ ہمیشہ کے لئے ایک۔ ابدی آرام۔

آخری جملے کے ساتھ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ رو دیا تھا۔ اور ناز کا جیسے دل پھٹ گیا ہو۔

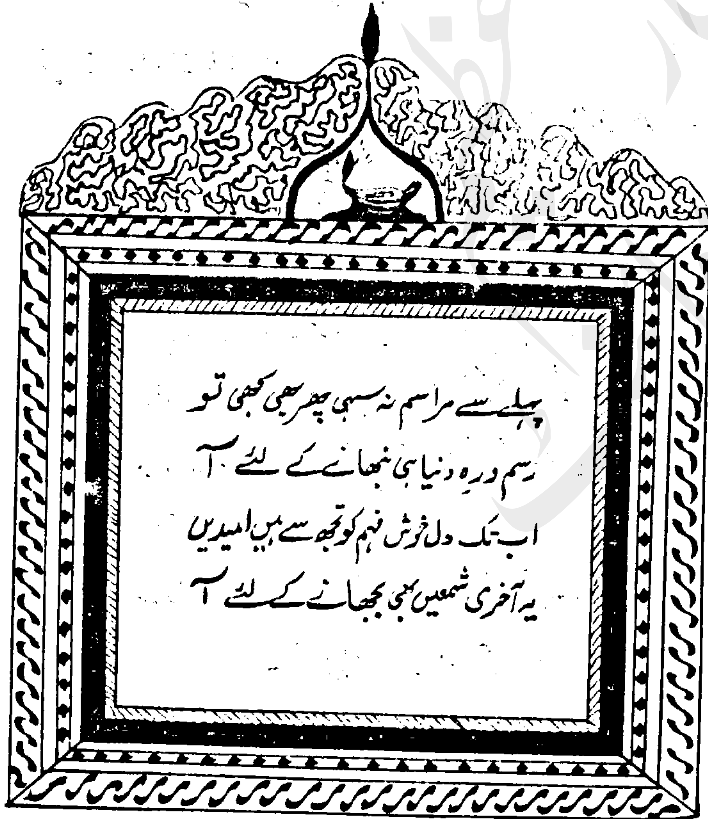
کک —— کیا اب رونا چاہتے ہو۔

یہ کچھ —— آنسو —— اسی وقت کے لئے بچا رکھے تھے جنہیں میں اپنی بے بسی پر بہا سکوں —— اور ——

اور میں۔ جس نے تجھے اپنا مسیحا سمجھا ——

ایک زخم اور بھی پہلے کی طرح سہہ جاؤں۔ جس پہ پہلے بھی کئی عہد وفا لٹے ہیں۔

الیاس نے ایک کراہ کے ساتھ شعر مکمل کر کے چھلکنے والی آنکھوں کو بند کر لیا۔ پھر آنسو ستاروں کی مانند ٹوٹ کر اس کے رخساروں پر بہہ گئے۔



وقت پر لگا کر اڑ گیا تھا۔

اور سینے پر زخموں کی بہار سجانے والا ــــ دور ــــ بہت دور جا چکا تھا ــــ وہ کیسی قبر تھی۔ جسے بستی والوں نے پہاڑی کے دامن سے کچھ ہٹ کر کچے راستے کے کنارے بنا ڈالا تھا۔

آنے جانے والے لوگ اس قبر کو عقیدت اور احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے کچی قبر جس کے سرہانے چند ٹوٹی پھوٹی اینٹیں رکھ دی گئیں تھیں۔ بستی میں نیا آنے والا انسان راستے میں آئی ہوئی اس قبر کے بارے ضرور استفسار کرتا۔

محبت کا مزار ــــ جس پر اکثر کنواریاں پھول چڑھایا کرتی تھیں۔ ایک رانی تھی۔ بوڑھے فضلو کی بیٹی جسے اس قبر سے بے پناہ عقیدت تھی۔ وہ بیوہ تھی۔ لیکن جوانی اور شباب کے عالم میں اس نے رنڈاپے کی چادر اوڑھ لی تھی۔

وہ ہفتے میں دو دن اس قبر پہ ضرور آتی اور دیا جلاتی اور چند جنگلی پھول اس پر بچھا جاتی۔ وہ ہمیشہ بڑی حسرت سے اس قبر کو تکا کرتی۔ دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھوں سے ستاروں کی افشاں ٹپکتی اور قبر کی مٹی میں جذب ہو جاتی۔

وقت کا کارواں گزر رہا تھا۔

ایک دن ناز نے رانی کو قبر پر گم سم کھڑے دیکھا تو بولا۔

اے رانی ــــ اندھیرا پھیل رہا ہے گھر چلی جائیے۔

وہاں بھی تو چاروں طرف اندھیرا ہی ہوگا بالو ــــ رانی تڑپ کر بولی

میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں رانی ــــ تو بہت اچھی لڑکی ہے

اب گھر چلی جا۔

بالو ایک بات کہوں ــــ

کہو ــــ!

تو اس قبر کو پکی کیوں نہیں کر دیتا ــــ

نئے آنے والے لوگ کسی بزرگ کا مزار سمجھ بیٹھیں گے۔

مزار محبت ــــ رانی بڑبڑائی ــــ اور اس نے عجیب سی نظروں سے ناز کی طرف دیکھا۔

اور ناز نے جانے کیوں نظریں چرا لیں۔

بالو ــــ کیا میں کبھی اس عورت کو دیکھ سکوں گی۔

کس عورت کو ــــ ناز نے اس بار اسے گھورا ــــ

جس کی چاہت نے اس مسافر کو یہاں دم توڑنے پر مجبور کر دیا۔

شاید ایسا کبھی نہ ہو۔

آہ ــــ کاش ــــ ایک نظر اسے دیکھ سکتی ــــ

چلو گھر جاؤ اندھیرا پھیل رہا ہے۔

میں تو اندھیروں کی رہنے کی والی باسی ہوں بالو ــــ تو مجھے اندھیروں سے مت ڈرایا کر۔

ناز نے رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ قریب سے ایک بیل گاڑی گزر رہی تھی اور بیل کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹی فضا میں عجیب سا ترنم پیدا کر رہی تھی۔

ناز نے آہستہ سے قدم بڑھا دیئے۔ رانی وہیں کھڑی بیل گاڑی کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

مم ____ میں نے یوں کسی کے لئے اس انداز سے لٹتے اور مرتے ہوئے نہیں دیکھا بابو ____ تو ____ تو ____ کس قدر عظیم ہے ____ مم ____ میں سلام کرتی ہوں ____ تمہاری عظمت کو۔ رانی بڑبڑائی۔ پھر اس کی پلکوں سے موتی بکھرے اور قبر کی مٹی میں جذب ہو گئے۔

وہ واپس لوٹ رہی تھی۔ افسردہ سی ____ یاس میں ڈوبی ہوئی آنکھوں کو لئے ہوئے وہ اپنے گھر واپس جا رہی تھی۔

پوری بستی والوں کو قبر میں سونے والے کی کہانی معلوم تھی۔ ناز نے بوڑھے فضلو اور رانی کو پوری کہانی سنا ڈالی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ پوری بستی اس کہانی سے واقف ہو گئی۔ اور لوگوں کے دلوں میں اس انسان کے لئے عقیدت اور احترام پیدا ہو گیا۔

ایک دن ناز بیٹھا اپنے دوست کی کہانی لکھ رہا تھا۔ وہ اکثر سوچا کرتا تھا کہ اس کہانی کو کیا انجام دے۔ مگر وہ اسے انجام نہیں دے پا رہا تھا۔ اسے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی کہانی نامکمل ہو۔ ابھی اس کا انجام ہونے والا ہو۔

مگر انجام تو ہو چکا تھا ____

پھر اسے کس انجام کا انتظار تھا ____

چار دل سے لکھی گئی کہانی کو اکثر وہ لے کر بیٹھ جاتا۔ اور سوچتا کہ کیا ابھی اس کہانی کو انجام نہیں ملا۔

اس وقت بھی وہ اپنے کمرے میں بیٹھا کاغذات سامنے پھیلائے کچھ سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے بستی والوں کا شور سنائی دیا۔ شور بڑھتا جا رہا تھا۔ اور قدموں کی آہٹیں بھی قریب ہوتی جا رہی تھیں۔

ناز قلم چھوڑ کر جلدی سے باہر نکل آیا۔

سامنے سے بستی کے کچھ لوگ اس کی طرف تیز تیز قدم اٹھائے چلے آ رہے تھے۔ ان سب کے آگے رانی تھی۔ سب کے چہروں سے ظاہر تھا کہ وہ سخت غصے میں ہیں۔

ناز باغیچے میں کھڑا ان کے قریب آنے کا منتظر تھا

رانی ناز کو دیکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

قریب پہنچتے ہی وہ چیخی ____

اے بابو ____ ان پاگل کے بچوں کو روکو ورنہ خون خرابہ ہو جائے گا

کن کی بات کر رہی ہو ____ ناز حیران ہو کر بولا ____

رانی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اور وہ کسی حد تک غصے سے ہانپ بھی رہی تھی

رانی نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ____ صبح ایک خوبصورت سی عورت اور ایک چار پانچ سالہ بچی اور ایک مرد ڈاک بنگلے میں آکر ٹھہرے تھے۔ اب گھنٹہ قبل ایک جیپ وہاں آئی وہ سب لوگ فیتے سے زمین ناپتے پھر رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ رام نگر سے سہارنپور

کی سڑک ملائی جانے والی ہے۔ اور وہ لوگ زمین چیک کر رہے ہیں۔

تو یہ ایسی کون سی بات ہے جو تم لوگ اسقدر برہم ہو رہے ہو۔ ناز دوسرے لوگوں کو بھی قریب آتے دیکھ کر اونچی آواز میں بولا۔

وہ قبر کو گرانا چاہتے ہیں۔ رانی تیزی سے بولی۔

کیوں ـــــ ناز کی پیشانی پہ بے شمار سلوٹیں پڑ گئیں۔

کہتے ہیں جو سڑک ہم نکال رہے ہیں اس کے درمیان میں یہ قبر آ رہی ہے اس لئے اسے گرا دیا جائے گا۔

اوہ ـــــ ناز کے ہونٹوں سے ایک طویل سانس نکل گئی۔

کچھ کرو بابو ـــــ ورنہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ ہم اس قبر کو کسی بھی حالت میں گرانے نہیں دیں گے۔ رانی غصے سے پھنکار کر بولی۔

اچھا ـــــ اچھا ـــــ میں دیکھتا ہوں ـــــ

وہ ایک مرد بڑا واہیات ہے۔ انگریزی میں گالیاں بھی بکتا ہے۔

تمہیں انگریزی آتی ہے ـــــ

وہ غصے میں کچھ بکتا ہے تو ضرور گالیاں ہی ہوں گی۔ رانی تیزی سے بولی

اچھا میں دیکھتا ہوں ـــــ مگر خیال رہے کہ میری موجودگی میں وہاں کوئی نہیں بولے گا۔

دیکھو ـــــ جلدی دیکھو ـــــ رانی آپے سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔

ناز تیزی سے باغیچے سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے پیچھے بستی کے لوگ بھی تھے۔ رانی سب سے آگے تھی۔ وہ ناز سے بھی دو قدم آگے آگے چل رہی تھی۔

ناز کو دور پہاڑی کے دامن میں کچھ لوگ کھڑے نظر آ رہے تھے۔ دو تین منٹ مسلسل چلنے کے بعد ناز ان کے قریب جا پہنچا۔

سلام وعلیکم ـــــ ناز نے بغیر کسی کو مخاطب کئے سلام کیا۔

اور نوجوان جو خاکی سمر کی پتلون اور سفید قمیض پہنے ہوئے تھا اس کی طرف بڑھا۔

ناز نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے سرسری طور پر اپنا تعارف کرایا۔ اور بولا۔

بستی والوں کی خوش نصیبی ہے کہ حکومت نے ادھر بھی توجہ دی۔ سڑک بن گئی تو بستی والوں کو بڑا آرام مل جائے گا ـــــ مگر

فرمایئے ـــــ فرمایئے ـــــ نوجوان مسکرا کر بولا۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ راستہ کاٹ کر سڑک بنالیں۔ اور اس قبر کو یوں ہی رہنے دیا جائے

ہمیں افسوس ہے مسٹر ناز۔ کہ ہمارے لئے یہ بہت مشکل ہے۔

مگر یہ قبر ہے کس کی جو یہ لوگ اس قدر چراغپا ہو رہے ہیں۔

اوہ ـــــ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے مسٹر ـــــ'

جمیل ـــــ نوجوان نے اپنا تعارف کرایا ـــــ

ہاں تو مسٹر جمیل ـــــ یہ لوگ برے نہیں ہیں۔ بڑے محبت کرنے والے

اور خلوص پرور لوگ ہیں۔ مگر انہیں اس قبر سے عقیدت ہے لہٰذا ان کے دلوں کو بری طرح مجروح کیا جائے گا۔ اگر آپ نے اس قبر کو گرا دینے کی سکیم بنائی۔

پھر بتایئے ہم کیا کریں۔ حکومت اس معمولی سی بات کے لئے لاکھوں روپے کا نقصان برداشت کبھی نہیں کرے گی۔ اگر ہم راستہ کاٹتے ہیں تو سامنے والی پہاڑی بھی بالکل صاف کرنا پڑے گی۔ جس سے بہت خرچہ ہوگا۔ سروے پہلے ہی کیا جا چکا ہے نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم مجبور ہیں۔

پلیز کچھ کیجئے۔ ورنہ پوری بستی مشتعل ہو جائے گی۔

یہ لوگ جاہل اور گنوار قسم کے ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ ان لوگوں کی کتنی بڑی مشکل حل ہونے والی ہے۔

پلیز مسٹر جمیل۔ الفاظ کے استعمال میں آپ ذرہ تحمل سے کام لیں۔ یہ لوگ ان پڑھ اور جاہل ضرور ہیں۔ مگر اسقدر پرخلوص اور محبت کرنے والے ہیں کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

کیا یہ قبر کسی بزرگ کی ہے ــــ؟

نہیں ــــ بلکہ ایک نوجوان لڑکے کی ہے۔ ناز کربناک انداز میں بولا۔

کون تھا وہ ــــ؟

بہت لمبی کہانی ہے مسٹر جمیل۔ غلطی مجھ سے ہی ہوئی جو میں نے اس قبر کو یہاں بنوا ڈالا تھا۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

میں آپکی مجبوریوں کو سمجھ رہا ہوں۔ مگر ادھر سینکڑوں انسانوں کے

بات کا معاملہ ہے۔

تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ ان لوگوں نے اگر دیوار بننے کی کوشش کی تو پھر فوراً ہمیں پولیس طلب کرنا پڑے گی۔

پھر بھی کچھ نہیں ہوگا۔ ناز کرب کے ساتھ مسکرایا۔

کیا مطلب ــــ؟ جمیل کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

آپ ان لوگوں کو گولیوں سے بھون ڈالئے تب بھی آپ ان کی مرضی کے بغیر اس قبر کو چھو بھی نہیں سکیں گے۔

کیا یہ دھمکی ہے ــــ؟

میرا مشورہ ــــ!

آپ انہیں سمجھاتے کیوں نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب لوگ آپ کو ساتھ لے کر آئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ سب ضرورت سے زیادہ آپ کا احترام کرتے ہیں۔

میں کوشش کروں گا یہ سب میری بات مان جائیں۔ مگر امید بہت کم ہے۔

تو پھر آپ کوشش کر دیکھیں۔ ہمیں کل بتا دیجئے تاکہ ہم اپنا کام شروع کریں۔

آپ ڈاک بنگلے میں ٹھہرے ہیں۔

ہاں میرے ساتھ میری بیوی اور پانچ سالہ بچی بھی ہے۔

بہت خوب ــــ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو بلا تکلف حکم کیجئے

گا

میں پوری پوری کوشش کروں گا کہ آپ کے کام میں یہ لوگ حائل نہ بنیں۔

مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے مسٹر ناز ۔۔۔ امید ہے کہ آپ
مجھ سے پوری طرح تعاون کریں گے ۔ ویسے بھی کافی پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں ۔ مگر
آپ نے اپنا پورا تعارف نہیں کرایا ۔

میرا پورا نام ۔۔۔ مینا ناز ہے ۔ ناول نگار ہوں ۔

آپ شہر سے کٹ کر یہاں کیوں رہتے ہیں ۔۔۔؟

شہر کے ہنگاموں سے تنگ آ گیا تھا ۔ لہٰذا یہاں چلا آیا ۔

ویری گڈ ۔۔۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی ۔ مگر افسوس مجھے ادب سے
ذرہ بھر بھی لگاؤ نہیں ۔ ورنہ آپ کی کسی تخلیق کو ضرور پڑھتا ۔ البتہ میری بیوی کتابیں
پڑھنے کے علاوہ کوئی کام نہیں کرتیں ۔ شائد وہ آپ کے نام سے واقف بھی ہوں ۔

شکریہ ۔۔۔ میں ان کے لئے کچھ اچھی کتابیں بھجوا دوں گا ۔

میں آپ سے بھرپور تعاون کا امیدوار ہوں ۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مایوس
نہیں کریں ۔

اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا جناب ۔۔۔ مگر اور ۔۔۔ کیا
آج رات آپ میرے غریب خانے پہ کھانا پسند فرمائیں گے ۔

کیوں نہیں ۔۔۔! آپ کے خلوص کا ایک بار پھر میں شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ اچھا
خدا حافظ پھر ملیں گے ۔ جمیل نے ناز کی طرف ہاتھ بڑھا دیا ۔

ناز جب واپس پلٹا تو دور کھڑی رانی جلدی سے اس کے قریب آئی ۔

کیا بک رہا تھا ۔۔۔؟

چلو ۔۔۔ چلو ۔۔۔ پہلے یہاں سے چلو پھر بات کروں گا ۔ ناز نے بستی والوں
چلتے رہنے کا اشارہ کیا ۔

دور کھڑا جمیل اس بات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا ۔ کہ یہ لوگ اس کے اشاروں
ناچتے ہیں ۔ اور اسے اب یہ امید تھی کہ یہ ناول نگار اس کی مشکل آسان کر دیگا ۔
نہ خود اسے زبردست نقصان اٹھانا پڑ رہا تھا ۔

وہ انجینئر تھا ۔ اور اس کا یہ سب سے پہلا چانس تھا کہ اتنا بڑا کام کرنے والا تھا
س میں اس کا مستقبل لپٹا ہوا تھا ۔

ناز اپنے مکان کے باغیچے میں کھڑا سب سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا ۔

دیکھو تم لوگ بات مت بڑھاؤ ۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ وہ لوگ میری
مان جائیں ۔ اور آپ سب بے فکر رہیں ۔ آپ کی اجازت کے بغیر وہ کچھ نہ کر سکے گا ۔

وہ انگریزی میں گالیاں بکتا ہے ۔ رانی تیزی سے بولی ۔

میں پندرہ بیس ہزار گالیاں اسے سوتے میں دے لوں گا ۔ تم بے فکر رہو ۔
ناز رانی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے بولا ۔

رانی نے اسے بڑی تیکھی نظروں سے دیکھا ۔ پھر وہ بستی کے لوگوں کو بھی وہاں
سے سانفے کر نکل گئی ۔

اور ناز چہرے پر پریشانی کے آثار لئے انہیں نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے
دیکھتا رہا ۔

شام کے سائے پھیل رہے تھے۔

گیسوئے شب کائنات کے سینے پر بکھرنے کے لئے دھیرے دھیرے بڑھ رہی ہے۔

جمیل کو یہ جگہ بڑی پسند آئی تھی۔ اس نے سارا دن ادھر ادھر گھومنے میں گزار دیا تھا اور اب وہ بہت زیادہ تھک چکا تھا۔

بستر پر گرتے ہی اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور بولا۔

بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا بیگم۔ یہ لوگ دقیانوسی معلوم ہوتے ہیں۔

کیوں کیا ہوا ــــ؟

ایک قبر ہے۔ نجانے کس کی ہے وہ سڑک کی زمین کے سنیٹر میں آ رہی ہے بستی والے اسے گرانے نہیں دیتے۔ مرنے مارنے پر تل گئے ہیں۔ ان کے تیور دیکھتے ہوئے خطرہ ہے کہ کہیں بات بڑھ کر ہمارے لئے نقصان دہ نہ ثابت ہو۔

پھر اب کیا ہو گا۔ اس کی بیوی کی پیشانی پر پریشانی کے سائے سے پھیل گئے

کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا ــــ اور ہاں ــــ جمیل چونکتے ہوئے بولا۔ یہاں ایک ناول نگار بھی رہتا ہے۔ شاید تم نے اسے پڑھا ہے۔ بہت ملنسار معلوم ہوتا ہے۔

ہاں میں نے اس کے اکثر ناول پڑھے ہیں۔ بڑے ٹریجڈی ناول ہوتے ہیں۔

میں ان کے ناول کے انجام پر اکثر رو دیتی ہوں۔

ویری گڈ ــــ اب اس ہستی کو دیکھ بھی تو جو کسی زاویے سے ناول نگار

معلوم نہیں ہوتا ــــ اور آج رات کا کھانا وہیں کھانا مگر۔

مگر کیا ــــ؟

بہت تھک گیا ہوں بیگم بستر سے اٹھنے کو دل تک نہیں چاہتا۔ وعدہ بھی کر چکا ہوں۔ لہٰذا کیوں کہ تم عمرانہ کو لے کر وہاں چلی جاؤ۔

اکیلی ــــ!

تو کیا ہوا ــــ! ڈاک بنگلے کا مالی ہمارے ساتھ چلا جائے گا۔ بھئی اگر وعدہ نہ کیا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ مگر پھر بھی وہ ہمارے بڑے کام آنے والا ہے جانتی ہو ــــ بستی کے لوگ اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ اس کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ جیسے وہ یہاں کا کوئی دیوتا ہوں۔ میں نے اسے کہا ہے کہ بستی والوں کو سمجھائے۔ اور اس نے وعدہ بھی کر لیا ہے۔ امید ہے کہ شاید یہ لوگ راستے سے ہٹ جائیں ــــ ورنہ ــــ بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور یہ زندگی میں لکی چانس ہے میرے لئے۔ جو میرے لئے خوش آئندہ دروازے کھول دے گا۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ میں خود اس سے بات کروں گی۔

ٹھیک ہے تم تیاری کرو۔ بوڑھے مالی کو بھی کہہ دو کہ کہیں جائے نا۔ وہ تمہیں اس کے ہاں لے جائے گا اور لے بھی آئے گا۔

کیا آپ بہت زیادہ تھک گئے ہیں ــــ؟ اتنا زیادہ کہ اب تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کی بجائے سو جاؤں گا۔ جمیل آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا۔

وہ شانوں کو جھٹک کر اندر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد جب وہ تیار ہو کر باہر نکلی تو اکیلی تھی کیونکہ عمرانہ بھی سو چکی تھی۔

بوڑھے مالی کو ساتھ لے کر وہ نازؔ کے مکان کی طرف روانہ ہو گئی۔

اس کو اس ناول نگار سے ملنے کا شوق بھی بہت تھا جس نے اکثر اسے بڑی بے دردی سے رونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے بھیانک انجام پڑھ کر وہ دنگ رہ جاتی تھی۔ اور اکثر سوچتی تھی کہ اس انسان کو ضرور محبت سے نفرت ہے ــــ یا ــــ پھر بہت بڑی ٹھوکر کھا چکا ہے۔ کسی لڑکی نے ضرور اس کو دھوکہ دیا ہے۔ ورنہ اس کے ناولوں میں اتنی تلخی اور زہریلا پن کیوں ہو۔

تجسس اور شوخی نے اس کے قدموں میں کچھ تیزی بھر دی تھی۔ بوڑھا اسے راستہ بتائے جا رہا تھا۔

بابا ــــ اچانک اس نے بوڑھے کو مخاطب کیا۔

یہ قبر کا کیا چکر ہے۔ یہ لوگ ہمیں کیوں پریشان کرنا چاہتے ہیں۔ بیٹی وہ جس کی قبر ہے اس کی بستی والے بڑی عزت احترام کرتے ہیں۔ اور پھر وہ ناز بابو کا دوست تھا کہیں شہر سے آیا تھا۔ اور چند گھنٹوں میں مر گیا۔

اوہ ــــ بڑا افسوس ہوا ــــ مگر ــــ بستی والوں کی محبت اور احترام جو ان ذات سے وابستہ ہے سمجھ میں نہیں آیا۔

ناز بابو نے جو بستی والوں کو اس کی کہانی سنائی ہے۔ وہ بھی بہت دل سوز ہے سننے والے کا کلیجہ منہ کو آ جاتا ہے۔ اور سینہ درد سے پھٹ جاتا ہے۔

کیا ہوا تھا ان سے ــــ؟

محبت کی تھی اس نے کسی لڑکی سے۔ اور جان دے بیٹھا۔ بڑی بدذات تھی وہ لڑکی جس نے ایک دل کو توڑ دیا۔

لیجئے مکان آ گیا ــــ میں واپسی پر یہاں سے آپ کو پھر لے لوں گا۔ ذرہ بستی سے ہو آؤں۔

اچھا بابا شکریہ ــــ وہ اتنا کہتے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اور اس نے ہلکے سے دستک دی۔

آ جائیے ــــ نازؔ کی آواز ابھری۔ پھر جیسے ہی آنے والی پر نازؔ کی نظریں پڑیں۔ وہ یوں چونکا جیسے اس کے دل پر کسی نے گھونسا مار دیا ہو۔ وہ اپنی جگہ سے ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہو گیا تھا۔

تت ــــ تشریف رکھئے ــــ وہ بڑی مشکل سے ذہن میں دوڑنے والی سنسناہٹ اور دھماکوں پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

میں جمیل حیات کی بیوی ہوں ــــ اور ــــ

تت ــــ تشریف رکھئے۔ وہ جلدی سے بولا۔

میرا نام الفت ہے۔ وہ مسکرا کر بولی۔

مم ــــ مجھے معلوم ہے ــــ

شاید میرے شوہر نے آپ کو بتایا ہو۔ مجھے آپ سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔

اور ــــ

آپ تشریف تو رکھئے ــــ ناز اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

شکریہ ــــ آپ کے بیوی بچے کہاں ہیں۔ وہ کمرے کی سجاوٹ دیکھتے ہوئے بولی۔

وہ یہاں نہیں ہیں۔ لاہور میں ہیں کچھ دنوں تک واپس آنے والے ہیں۔

تو پھر آپ نے ناحق زحمت اٹھائی۔

ناز خاموشی سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

وہ نہیں آئے۔ بہت تھک گئے تھے۔ آپ سے وعدہ کیا تھا۔ اس لئے انہوں نے معذرت مانگ لی ہے۔

تو انہوں نے تمہیں یہاں دھکیل ہی دیا۔ ناز دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

پھر وہ روکھی آواز میں بولا۔

رانی ذرہ اندر آنا ــــ دیکھو مہمان آئے ہیں۔

یہ رانی کون ہے ــــ؟

بستی کی ایک لڑکی ہے ــــ ہاتھ بٹانے کے لئے آ گئی تھی۔

اتنے میں رانی آ گئی ــــ

اسلام وعلیکم ــــ اس نے آتے ہی الفت کو آداب کیا۔

الفت نے جواب دیتے ہوئے بغور اس کی طرف دیکھا۔ اور بولی۔ بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔ بستی والے بڑا اعتماد کرتے ہیں آپ پر جو ایک جوان لڑکی کو آپ کے پاس بھیج دیا۔

آپ بھی تو تنہا آئی ہیں۔ اور امید ہے کہ اسی اعتماد کے ساتھ بیٹھی بھی گئی ہونگی

الفت مسکرائے بغیر نہ رہ سکی اور بولی ــــ

آپ نے میری بات کا برا تو نہیں مانا ہے ــــ

ناز صرف زہریلی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر رہ گیا۔

کھانا لاؤں ــــ رانی الفت کی بات پر کسی حد تک جل کر بولی۔

لے آؤ ــــ مگر جلدی ــــ ناز اس کے دل کی کیفیت سے بے خبر نہ رہ سکا۔ رانی باہر نکل گئی۔ تو ناز بولا۔

آپ بچی کو ساتھ کیوں نہیں لائیں ــــ

سو گئی تھی ــــ اور پھر بھیانک انجام لکھنے والے کہانی کار سے ملنے کے لئے اسے کیا شوق ہو سکتا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ کو شوق تھا۔

بہت زیادہ ــــ"

" مجھے بھی آپ سے ملنے کا بڑا شوق تھا ــــ"

" مجھ سے ــــ" وہ چونکی ــــ

" جی ہاں آپ سے ــــ"

" میں سمجھی نہیں ــــ" وہ الجھ کر بولی۔

"میں نے سینکڑوں بار آپ کی تصویر دیکھی ہے۔

میری تصویر ـــــ وہ بری طرح چونکی ۔

مگر کہاں ـــــ ؟

اپنے ایک دیوانے دوست کے پاس ۔

کون تھا وہ ـــــ ؟ الفت گڑبڑا کر بولی ۔

دیوانہ تھا ۔ ناز زہریلے لہجے میں لفظ چبا کر بولا ۔

آپ سنگین باتیں کر رہے ہیں ۔ الفت ایک جھرجھری لے کر بولی

اب میری کہانی کو ایک انجام بھی مل جائے گا ۔

جی ـــــ الفت ایکدم نروس ہو گئی ۔

مگر ـــــ مجھے حیرت ہے ـــــ

کس بات پر ـــــ ؟

یہی کہ آپ اتنی حسین نہیں ہیں ۔

کیا بکواس ہے ـــــ وہ چیخ کر کھڑی ہو گئی ۔

بیٹھ جائیے ـــــ ناز غرا کر بولا ۔ اور پھر اسی لمحے اس نے الفت کو گھورتے ہوئے رانی کو آواز دی ۔

رانی بھاگتے ہوئے آئی ـــــ

تمہیں الفت کو دیکھنے کا بڑا شوق تھا نا ۔

رانی نے استفہامیہ انداز میں جب ناز کی طرف دیکھا تو وہ الفت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ۔

بے وفائی کا ایک انمول شاہکار تمہارے سامنے کھڑا ہے ۔ جی بھر کر دیکھ لو ـــــ یہی الفت ہے ـــــ

کک ـــــ کیا ـــــ رانی بری طرح لڑکھڑا گئی ۔

بس اب تم جاؤ اور جا کر کھانا گرم کرو ـــــ مجھے ان کے ساتھ بہت ضروری باتیں کرنا ہیں ۔

رانی جواب اسے کینہ توز نظروں سے گھورے جا رہی تھی ۔ اس نے شاید ناز کی باتوں کو اہمیت ہی نہیں دی تھی ۔

تم نے سنا نہیں ـــــ ناز جھلا گیا ۔

یہ الفت ہے ـــــ

نابس اب جاؤ ـــــ ناز نے اسے زبردستی بازوؤں سے پکڑ کر کمرے سے نکال دیا ۔ اور رانی جو بری طرح الفت کو دیکھ کر ذہنی طور پر مفلوج ہو گئی تھی وہ الفت کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی ۔ اسے مجبوراً باہر نکل جانا پڑا ۔ مگر وہ دروازے کے باہر ہٹ کے لگ کر کھڑی ہو گئی ۔

ناز نے الفت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

بیٹھ جاؤ ـــــ انداز بڑا گستاخانہ تھا ۔

تمیز سے بات کرو ۔ میں تمہیں نہیں جانتی کہ تم کون ہو ـــــ اور ـــــ

گھبراؤ نہیں اپنا تعارف بھی کرائے دیتا ہوں ۔ ویسے تمہیں زندہ دیکھ کر دل

تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارا گلہ گھونٹ دوں۔ مگر پھر خیال آجاتا ہے کہ ایک دیوانے نے تمہاری چاہت کا تاج محل سمندر کی لہروں پر تعمیر کر ڈالا ہے۔ اور مگر وہ میرے لئے مقدم ہے ـــــ اور ـــــ بیٹھ جاؤ۔ ناز ایکبار پھر غرا پڑا۔

اور الفت لڑکھڑا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور یہ سب کچھ غیر ارادی کیفیت کے دوران ہوا تھا۔

ناز اسے گھورے جا رہا تھا۔ پھر یکلخت اس کے رویے میں تبدیلی داخل ہوئی اور اس کے چہرے کے تاثرات بدل کر رہ گئے۔ سخت گیری اور آنکھوں میں یک بیک عود آنے والی وحشت یوں دھل گئی جیسے ادھ کھلی کلیوں نے اسے پوری طرح غسل دے دیا ہو۔

اب اس کے چہرے پہ ندامت کے آثار تھے۔ اس نے دوسری کرسی کے سائڈ پر دیکھتے ہوئے الفت کو مخاطب کیا۔

میرا وہم و گمان تک نہیں تھا کہ آپ سے یہاں ملاقات ہو جائے گی۔ اور وہ بھی اس انداز سے۔

آخر تم ہو کون ـــــ؟

الیاس کا دوست۔

کک ـــــ کیا ـــــ الفت تھرتھرا کر رہ گئی۔

کیا میں تمہیں ایک کہانی سناؤں۔

کہانی ـــــ کیسی کہانی ـــــ؛

الفت کی کہانی ـــــ سن سکوگی ـــــ

الفت نے اس کی طرف لرزتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔

ہاں تو کہانی یوں بھی سنائی جا سکتی ہے کہ بس برملا کہہ دوں۔ کہ تو نے میرے دوست کو مار ڈالا۔

اپنے محبوب کو مار ڈالا ـــــ

ایک انسان نے مخلص اور پیارے سے انسان کی جان لے لی۔

تو نے اپنے محبوب کو ہی نہیں۔ اس کی حسرتوں۔ تمناؤں اور آرزوؤں کو زہر پلا کر کچل ڈالا۔ اور اس کے باوجود بھی تو زندہ ہے۔

کیا یہ ستم ظریفی نہیں۔ رسم الفت تو نہیں۔

جونہی ناز ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا۔ الفت نے بڑی بے صبری سے کرسی پر پہلو بدلا۔

وہ پھر بولا۔

میں تمہیں اپنے دوست کا قاتل قرار دے رہا ہوں۔ اور قاتل کی سزا سوائے موت کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ مگر موت کو اس وقت گلے لگانا جب تمہیں اپنی زیادتیوں کا احساس ہو جائے۔

جانتی ہو کہ اس نے کس طرح سسک سسک کر جان دی۔

جانتی ہو کہ مرتے وقت اس کے لبوں پر صرف تمہارا نام تھا۔

کہہ رہا تھا کہ میری آخری آخواہش تھی کہ الفت کی آغوش میں دم توڑ دوں مگر اس کی یہ بھی حسرت پوری نہ ہو ئی۔ اور وہ بڑی بے لبسی کے عالم میں موت کی وادیوں میں اتر گیا۔

الفت ـــــ خدا کی قسم ـــــ جس انداز سے اس نے تمہیں چاہا ہے اگر سارے جہان کو کھنگال ڈالو تو تمہیں کوئی نہیں ملے گا ـــــ مگر تو نے ـــــ اسے کیا دیا ـــــ نفرت، محرومیوں کا احساس ـــــ آرزوؤں کی لاشیں جنہیں وہ اٹھائے زندگی میں ادھر ادھر بھٹکتا رہا۔

الفت ـــــ ناز کی آواز میں تھرتھراہٹ اور آنسوؤں کی آمیزش پیدا ہو گئی وہ کہہ رہا تھا۔

ہاں تو الفت ـــــ اب کہانی کو یوں بھی انجام دیا جا سکتا ہے کہ تم اس کی تربت پر اپنے ہاتھوں سے شمع جلاؤ۔ اور پھر اس سے لپٹ کر اتنا رو دو کہ اس کی قبر تمہارے آنسوؤں کے سیلاب میں بہہ کر اپنی جگہ چھوڑ دے۔ پھر وہاں سے سڑک نکال کرے جانا ـــــ یہ لوگ ـــــ اس بستی کے دیوانے لوگ تمہیں اسے چھونے بھی دیں گے۔ اور تمہارا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔

تمہاری اس سڑک کی تعمیر پر سینکڑوں انسانوں کا خون بہہ جائے گا۔

دیکھو ـــــ اس بستی کے دیوانے لوگوں کو دیکھو ـــــ ذرہ انکی چاہت کا اندازہ کرو وہ یہاں صرف ایک دن رہا۔ مگر انہوں نے تیری کہانی سن لی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسے زندہ کر دیا۔ وہاں چراغ جلائے جاتے ہیں پھولوں کی چادریں چڑھائی جاتی ہیں

اور آنکھیں گھٹائیں بن کر برس اٹھتی ہیں۔ یہ لڑکی رانی جو اسے جانتی بھی نہیں۔ مگر جب اسے پتہ چلا کہ یہ مزار محبت ہے اور کسی الفت کے لئے اس نے جان دے ڈالی ہے تو اس کا دل پھٹ گیا۔ وہ وہاں پہروں بیٹھی خلائیں دیکھتی رہتی ہے ـــــ مگر ـــــ الفت صرف یہاں ایک رانی ہی نہیں۔ یہاں بستی کی ہر لڑکی رانی ہے ـــــ دیکھا تو نے ـــــ یہاں لوگوں نے کس انداز سے چاہا ـــــ مگر ـــــ تو نے ـــــ اس پرستش کی کیا قدر کی ـــــ کہ آج تو اس کی تربت کے نشان تک مٹانے چلی آئی ہے۔

بس ـــــ بس کرو۔ وہ یکلخت پوری قوت سے چیخ پڑی۔ جس سے کمرے کی دیواریں تک چیخ کر رہ گئیں۔ اس نے کرسی کی دونوں سائیڈوں کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ اور اس کا پورا وجود کسی خزاں رسیدہ خشک پتے کی مانند لرزہ براندام تھا۔ آنکھوں سے بے پناہ وحشت ٹپک رہی تھی۔ اور لرزتے ہوئے وجود کے ساتھ ناز کو گھورے جا رہی تھی۔

ناز نے لوہا گرم دیکھ کر پھر کہنا شروع کیا۔

میں چار سال سے اس کہانی کو لئے بیٹھا ہوں۔ اور سوچ رہا تھا کہ اس کہانی کا انجام تو شاید ابھی ہوا ہی نہیں۔ اب جبکہ تم یہاں آ گئی ہو۔ مجھے اس کا انجام ضرور دے جانا۔ ورنہ یہ افسانہ ادھورا رہ جائے گا۔ یہ پھر انجام کی خاطر قیامت تک بھٹکتا رہے گا۔

نجمہ اور کوثر نے ڈھولک کے لئے بہت گیت جمع کئے ہوئے تھے۔ مگر وہ سب بکھر گئے۔ شاید اگر تم غور سے فضا پر کان لگا دو ـــــ تو تمہیں ان بکھرے

تشنہ گیتوں کی کراہیں۔ جو فضا میں بکھری ہوئی ہیں سنائی دیں گی۔

اس بستی کے لوگ روزانہ گیتوں کو سنتے ہیں۔ ان بہنوں کے گیتوں کی دردمیں لپٹی ہوئی آوازیں۔ جن کی حسرتوں کا خون کر دیا گیا۔

الفت ــــ ناز جذبات کی شدت سے یک بیک چیخ پڑا۔

تت ــــ تم نے صرف الیاس کو ہی نہیں اس کے پورے گھر کو ذبح کر ڈالا

اگر اتنے دلوں کی بددعائیں لینے کے بعد بھی تم زندہ ہو تو پھر لعنت ہے۔

لعنت ہے تمہاری زندگی پر ــــ لعنت ہے تمہارے اس جینے پر

اور ــــ لعنت ہے تمہاری ان سانسوں پر جن کی ڈور ابھی تک ٹوٹی نہیں۔

بب ــــ بس کرو ــــ بب ــــ بس کرو۔ الفت یوں بولی۔

جیسے اپنے ہوش میں نہ ہو۔ اب اس نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے ہوئے تھے۔

یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے ناز کی باتیں پگھلا ہوا سیسہ بن کر اس کے کانوں میں اترتی چلی گئی ہوں۔

ناز نے محبت کے اس زندہ مزار کی طرف دیکھا۔ جو اب اندھوں کی مانند دونوں ہاتھ پھیلا کر اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ اٹھتے اٹھتے لڑکھڑا گئی۔ اس کا وجود خشک پتے کی مانند لرز رہا تھا۔

کرسی کا سہارا لیتے وقت وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی۔ کرسی الٹ گئی۔ اور وہ گرتے گرتے بھی

اس کہانی کو انجام ضرور ملنا چاہیئے۔

مجھے تمہاری اس بے وفائی کا انجام داستان ضرور چاہیئے۔

ناز کہہ رہا تھا۔ اور وہ راستہ ٹٹولتے ہوئے باہر نکلے جا رہی تھی۔

بیچ سمندر کشتی میں شگاف پڑا تھا۔

رانی دروازے میں کھڑی اس کربناک اور جان لیوا منظر کو دیکھ رہی تھی۔

اس کی اپنی ٹانگیں بری طرح کانپ رہی تھیں۔

اور وہ دروازے کے پٹ کا سہارا لئے یوں کھڑی تھی جیسے پتھر کا مجسمہ ہو۔

ناز نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر یوں اپنے آپ کو کرسی پر گرا دیا جیسے اب مزید کھڑے رہنا اس کے لئے بھی دشوار ہو گیا ہو۔

وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

اور اپنے پیچھے تڑپتی ہوئی فضا اور کراہتے ہوئے ماحول کو چھوڑ گئی تھی۔

یہ ــــ یہ ــــ الفت تھی۔ رانی کے ہونٹ لرزے مگر آواز بڑی مدھم تھی۔

ناز آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جس سے کمرے کی فضا گھٹ کر رہ گئی تھی۔

تم قاتل ہو۔ ایک تیز آواز نے اسے پریشان کر رکھ دیا۔

الف___لوٹ آؤ___دوسری چنگاڑ___

محبت کی قاتل___اپنے محبوب کی قاتل___

مجھے رہائی چاہیئے۔ آ ہی گئی ہو تو اپنی اس کہانی کو انجام دے لو۔

الفت نے بڑی بے بسی کے ساتھ سر کو جھٹکا___

اور اسی لمحے جیسے ذہن کے دریچوں سے ایک چہرہ ابھر آیا۔ ایک پیارا سا چہرہ

حسرت و یاس کی تصویر بنا ہوا اداس کا چہرہ۔

الفت___میں پیاسا ہوں___میری روح پیاسی ہے۔ آؤ نا۔

اتنی دیر کیوں۔ یہ کیسی رسم الفت ہے کہ غیروں کے چراغ جلتے دیکھوں کہ تیرے ہاتھوں نے وہاں ایک شمع بھی نہیں جلائی۔

چلی آؤ الفت___اب ان وادیوں کو مٹا دو___

جذبوں کی توہین مت کرو۔ قدرت انتقام نہ کہیں اتر آئے۔

آؤ___ذرہ ان سیاہ زلفوں کو کھول کر میری تربت پر پھیلا دو۔ اس

بستی کا بے حقیقی سورج دن بھر آگ برساتا رہتا ہے___

ہم___میں آ رہی ہوں___چاند___الفت بڑبڑائی___

امی لوٹ آؤ___الفت کے کانوں میں عمرانہ کی آواز ارتعاش پیدا کر گئی۔

نن___نہیں___الفت تڑپی___

وہ کمرے سے یوں نکلی جیسے اپنی بینائی کھو بیٹھی ہو۔

اس کا دل و دماغ اور پورا وجود جل رہا تھا۔

وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے چلی جا رہی تھی۔

اس کے کانوں میں آوازوں کے سلگتے تیر رہے تھے۔

دھماکوں کی بازگشت تھی جس سے اس کے کان پھٹے جا رہے تھے۔

وہ کہاں جا رہی تھی___یہ راستہ اس کو کہاں لئے جا رہا تھا___اچانک

اس کے کانوں میں عمرانہ کی چیخیں گونج اٹھیں۔ جو مسلسل اسے پکار رہی تھی۔

"امی___امی___امی___"

بچی کی آواز سے بستی کی فضا گونج رہی تھی۔

مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا___شاید اب اسے ان آوازوں کا کوئی احساس اور کوئی پرواہ نہیں تھی۔

ممی ــــ مت آوازیں دو۔ میرے ماضی کے پاگل پن۔ تم سب نے
پہلے ہی مجھے بہت گمراہ کیا ہے۔

امی ــــ مجھے بھوک لگی ہے ــــ عمرانہ کی پھر آواز ابھری۔

ادھر میری محبت بھی تو بہت پیاسا ہے۔

تمہاری عمرانہ اکیلی رہ جائے گی ــــ

محبت کا بھرم پاش پاش ہو جائے گا۔ وہ بڑبڑائی۔

"لوٹ آؤ امی ــــ"

مت آواز دو ــــ پہلی بار قدم درِ محبوب کی طرف بڑھے ہیں۔

امی ــــ!

راستہ کھوٹا مت کرو ــــ

"میں پکار رہی ہوں امی ــــ"

وہ ایک مدت سے پکار رہا ہے ــــ

میرے بازو پھیلے ہوئے ہیں امی ــــ

مگر اُن کھلے بازوؤں میں عشق کی تپش ہے ــــ

محبت کی عظمت ہے۔ مجھے ان ہی بازوؤں میں سما جانے دو۔ میری
یہی منزل ہے۔ راستہ بھٹک چکی تھی۔

آوازوں کے سائے اسکا پیچھا کرتے رہے۔ اور وہ ان سے کھیلتے ہوئے
آگے بڑھتی رہی۔ جیسے اپنے ہوش کھو چکی ہو۔

وہ بہت دور نکل آئی تھی۔ سامنے ہی اسے ایک قبر نظر آ رہی تھی۔
اس پر جلتا ہوا ننھا سا دیا جس کی روشنی اسے اپنی طرف کھینچے جا رہی تھی۔

میں آ رہی ہوں۔ اب کبھی اس بستی کا سورج تم پہ آگ نہیں برسائیگا

ممی ــــ میں آ رہی ہوں۔ اور تمہاری تربت کی مٹی پر اپنے ہونٹ رکھ
کر تمہارے تمام زخموں کا رس چوس لوں گی۔

آ رہی ہوں ــــ

ممی ــــ میں آ رہی ہوں ــــ

صبح بڑی قیامت خیز تھی۔

پوری بستی کے لوگ پہاڑی کے دامن میں تربت کے چاروں طرف کھڑے تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ ڈاک بنگلے پر ٹھہرنے والی عورت دونوں ہاتھوں سے تربت کو بانہوں میں سمیٹے اور اپنا سر وہاں رکھے بے خبر سو رہی ہے۔

جمیل پھٹی پھٹی نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

بوڑھا فضلو کچھ دیر قبل اسے الفت کی کہانی سنا چکا تھا۔

سینکڑوں انسانوں کی موجودگی میں بھی یوں سناٹا تھا جیسے ان لوگوں کے درمیان پندرہ بیس لاشیں پڑی ہوئی ہوں۔

ناز ایک درخت سے ٹیک لگائے خاموش بیٹھا خلا میں نظریں جمائے نجانے کیا سوچ رہا تھا۔

اچانک رانی راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھی۔ اور اس نے ایک نظر جمیل کی طرف دیکھا۔ اور الفت کو شانوں سے پکڑ کر پوری قوت سے جھنجھوڑ ڈالا۔

الفت تو یوں سو رہی تھی جیسے ایک بڑی طویل مدت بعد گہری نیند سوئی ہو اس طرح بیدردی سے اٹھانے پر وہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اور اس نے اپنے چاروں طرف وحشت بھری نظروں سے دیکھا۔ کھلے ہوئے بالوں کے درمیان اس کا چہرہ بڑا عجیب لگ رہا تھا۔

آؤ الفت واپس چلیں۔ جمیل اس کے سامنے آتے ہوئے لرزتی آواز میں بولا

کون ہو تم ____؟ اور یہ سب لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔ کون مر گیا ہے؟ یہ ماحول اس قدر سسک کیوں رہا ہے۔ یہ فضا اتنی لمبا کفن اوڑھے ہوئے ہے۔

ور ____ اور ____ تو کون ہے ____؟

جمیل نے بڑی بے بسی کے عالم میں ہونٹ کاٹ ڈالے۔

اسے اس کی حالت پر بجائے غصہ آنے کے پیار آ گیا تھا۔ پوری کہانی فت کی سن چکا تھا۔

الفت چاروں طرف لوگوں کے سیلاب کو جو آنکھوں میں آنسو روک کر م سے کھڑے تھے۔ وہ انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے بولی۔

ارے تم یہاں کیوں جمع ہو۔ جاؤ نا ____

ناز نے جو اٹھ کر تربت کے قریب آگیا تھا۔ لوگوں کو وہاں سے چلے نے کا اشارہ کیا۔ آہستہ آہستہ بستی والے بکھرنے لگے۔

بڑا عجیب سناٹا تھا جو پورے ماحول پر امڈ پڑا تھا۔

کچھ دیر بعد بوڑھا فضلو، رانی، جمیل اور ناز وہاں رہ گئے۔

ناز نے جمیل کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

اب اسے یہیں رہنے دو۔ مجھے یہ انجام بڑا پسند آیا۔ مجھے امید ہے کہ تمہیں الفت کے کھو دینے کا افسوس نہیں ہونا چاہیئے جس کی امانت تھی وہ اس کے پاس پہنچ چکی ہے۔ قدرت بے انصاف نہیں۔ اگر تم اسے یہاں سے لے گئے تو پھر تمہیں اسے یہاں لانا پڑے گا۔ یہ اپنا ذہنی توازن کھو چکی ہے۔ اور یہاں سے جائے گی نہیں دیکھا نہیں آپ نے کس طرح قبر کو بازوؤں کے حصار میں لئے ہوئے تھی۔

نہیں میں اس کو یہاں سے نہیں لے جاؤں گا۔ میں اس تربت میں سونے والے اور اس پاگل لڑکی کو جو کل تک میری بیوی تھی سلام کرتا ہوں۔

اے تو کون ہے ــــــ الفت اچانک رانی کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

میں رانی ہوں ــــــ

کس کی رانی ہو ــــــ؟

میرا کوئی راجہ نہیں۔ صرف نام کی رانی ہوں۔

ذرہ بالٹی تو لانا ــــــ الفت دیوانوں کی طرح ہنستی ہوئی بولی۔

کیا کرو گی بالٹی کو ــــــ؟

ارے بے وقوف ندی سے پانی لاؤں گی۔ دیکھتی نہیں یہ تربت کس قدر پیاسی ہے۔ اچھا اچھا۔ ابھی لائے دیتی ہوں۔ رانی وہاں سے ہٹ گئی۔

اس کی آنکھیں روتے روتے خشک ہو چکی تھیں۔

ناز ــــــ جمیل سے کہہ رہا تھا۔

میں الفت کا خیال رکھوں گا۔ اسے کسی قسم کی یہاں تکلیف نہیں ہوگی۔

میں اس کے گھر والوں کو کیا جواب دوں گا۔

پوری کہانی سنا دینا۔ وہ بھی بے بس ہی کیا کر سکتے ہیں۔ قدرت کے نظام کو درہم برہم تو نہیں کیا جا سکتا۔

مجھے عمرانہ کا خیال آتا ہے۔ اسے اس پاگل لڑکی سے بہت محبت ہے۔ یہ سب کچھ بھول چکی ہے۔ اگر اس کا ذہنی توازن نہ بگڑتا تو یہ مر جاتی۔ ناز درد کی لہریں سینے میں اٹھتے ہوئے محسوس کرتے ہوئے بولا۔

جمیل لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے الفت کی طرف دیکھ کر واپس پلٹا۔

سڑک کا پلان ادھورا رہ گیا ــــــ

مگر ادھورا کہاں نقشے میں کراس لائن لگا دی گئی۔

اور سڑک کا رخ بدل کر تربت کو وہیں رہنے دیا گیا۔

اب سڑک کا کام تیزی سے شروع ہو چکا تھا۔

بڑی تیزی سے سڑک تیار ہو رہی تھی۔

اور الفت ــــــ"

وہ بستی میں آوارہ ہرنیوں کی مانند چوکڑیاں بھرتی پھرتی تھی۔ لوٹ کر پھر

قبر پر واپس آتی ۔ ندی سے پانی لاتی چھڑکاؤ کرتی ۔ قبر پر رکھے ہوئے دیئے کو تیل سے بھرتی پھر اپنے ہاتھوں سے چراغ روشن کرتی ۔ اور گھنٹوں وہاں بیٹھی خلاء میں گھورتی رہتی ۔

بستی کے بچے ۔ اس کے گرد اکٹھے ہو جاتے ۔ وہ انہیں گود میں لے کر پیار کرتی ۔ ان کے بال سنوارتی ۔ اور پھر ان سب کو بھاگنے پر مجبور کر دیتی ۔

بھاگ جاؤ ــــ اندھیرا اتر رہا ہے ــــ میں چراغ جلاؤں گی ۔ دیکھو کس قدر اندھیرا ہے ۔

بچے زور زور سے تالیاں بجاتے ، شور مچاتے بھاگ جاتے ۔

کبھی کبھار وہ سڑک پر اتر آتی ۔ اور گھنٹوں وہاں کھڑی رہتی ۔

رانی اکثر اس سے پوچھتی کہ آخر وہ اس طرف کیا دیکھتی رہتی ہے ۔

تو وہ چونک کر جواب دیتی ــــ

آخری بس پر وہ آئے گا ــــ

کون آئے گا ــــ ؟

میرا محبوب ــــ دیکھو نا ــــ میرے بال کھلے ہوئے ہیں ۔ اس نے آکر ابھی پھول لگانا ہے ــــ

مجھے پھول بہت پسند ہیں ــــ

رانی ہونٹ کاٹ کر رہ جاتی ــــ

الفت زندگی بھر کے لئے وہیں رہ گئی ۔ پاگل اور دیوانی الفت ۔

بستی والے بھی اس کا اتنا ہی احترام کرتے تھے ۔ جتنا وہ الیاس کا کرتے تھے ۔ وہ آتی اور جس گھر میں دل چاہتا بیٹھ جاتی ۔

جو ہاتھ لگتا کھاتی اور چوکڑیاں بھرتی نکل جاتی ۔

اس پاگل کا کبھی کسی نے راستہ نہیں روکا تھا ۔

وہ بستی والوں کے لئے ایک مقدس ہستی تھی ۔

وہ اکثر نازی کے پاس آکر بیٹھ جاتی ۔

یہ تم کیا لکھتے رہتے ہو ۔ وہ آتے ہی بڑی معصومیت سے استفسار کرتی تھی ۔

کہانی لکھتا رہتا ہوں ــــ

میری کہانی بھی لکھو نا ــــ

تمہاری کہانی کیا ہے ــــ ؟

تم نہیں جانتے ــــ ؟

نہیں ــــ

مجھے بھی نہیں معلوم ــــ وہ اتنا کہہ کر کھل کھلا کر ہنس پڑتی ۔ اور پھر وہاں سے بھی بھاگ جاتی ــــ

یہ تھی الفت کی کہانی ۔ جو اپنے آپ کو قیامت تک زندہ جاوید کر کر رہ

ی تھی۔

شہر سے دیکھنے کے لئے الفت کو کوئی نہ کوئی آتا رہتا تھا جب وہ از

کے قریب آتی تو وہ چہک کر پوچھتی۔

کیا تو میرے لئے پھول لایا۔

اور حقیقت تھی کہ ہر آنے والا اس کے لئے پھول خرید کر ضرور لے کر آتا

تھا ____ تنویر وفا کی دیوی۔ پھولوں کی شہزادی۔ اپنی منزل پا چکی تھی۔

نازنے کہانی کو انجام تک پہنچا دیا تھا۔

اس نے آخری صفحہ پہ یہ الفاظ لکھتے ہوئے کہانی ختم کر دی۔

چٹکی جو کلی کوئل کوکی۔

الفت کی کہانی ختم ہوئی۔

کیا کسی نے کہا۔

کیا کسی نے سنا۔

یہ بات زمانہ کیا جانے۔

ختم شد